بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ۪ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ①

''وہ تجھ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔''

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو اللہ کی غیبی مدد کے ذریعے فتح مبین ملی، بڑے بڑے صنادید قریش مارے گئے اور جو قتل ہونے سے بچ گئے ان میں سے ستر (۷۰) آدمی پابند سلاسل کر دیے گئے، جبکہ باقی مکہ کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ تمام مقتولین، قیدی اور بھاگنے والے کفار قریش اپنے پیچھے بہت سارے ہتھیار اور دوسرے اموال غنیمت چھوڑ گئے۔ کچھ مسلمانوں نے انھیں جمع کیا، کچھ مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کیا اور کچھ جانبازوں نے نبی کریم ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے رکھا، تاکہ دشمن ان پر حملہ نہ کر دے۔ رات کے وقت جب سبھی اکٹھے ہوئے تو ان غنائم کے بارے میں آپس میں باتیں کرنے لگے، کچھ لوگوں نے اموالِ غنیمت کے سلسلے میں دورِ جاہلیت کے باقی ماندہ سماجی اور اخلاقی اثرات کے تحت اپنی اپنی محنت و جانفشانی کے مطابق اپنا اپنا حق جتانا شروع کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر مسلمانوں کو بتایا کہ میدانِ جنگ میں جو اموال غنیمت ہاتھ آئے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق ان میں تصرف کریں گے۔ ان اموال کو اللہ تعالیٰ نے ''نفل'' کے لفظ سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ ''نفل'' اضافی اور زائد چیز کو کہتے ہیں۔ گویا مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات بٹھانا چاہی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اصل مقصد تو اللہ کی رضا اور جنت حاصل کرنا ہوتا ہے، وہ ان شاء اللہ ملے گی، یہ اموال غنیمت اضافی چیزیں ہیں۔ اللہ نے بطور احسان انھیں تمھارے لیے حلال بنا دیا ہے، جب کہ پہلی امتوں کے لیے یہ اموال حرام تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کے حصول کے لیے آپس

میں اختلاف نہیں کرنا چاہیے۔ آیت میں غنائم کا حکم بیان کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دینی اور اخلاقی تربیت کے پیش نظر تقویٰ، آپس میں الفت و محبت اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی بھی نصیحت کی ہے، کیونکہ ایمان باللہ کا یہی تقاضا ہے اور در پردہ انھیں یہ نصیحت بھی کی ہے کہ دور جاہلیت کے عادات و اطوار سے اب کلی طور پر دور ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ اسلام مسلمانوں کے لیے دینی و اخلاقی پستی کو گوارا نہیں کرتا۔
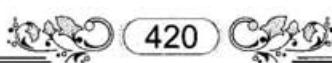
یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ : ''انفال'' نفل کی جمع ہے جس کا معنی زائد چیز ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﴾ [بني إسرائيل : ۷۹] ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔'' یعنی رات کا قیام فرض نمازوں سے زائد ہے۔

یہ لفظ کئی معنوں میں آتا ہے: ① مال غنیمت۔ کیونکہ جہاد کا اصل مقصد تو ثواب اور حصول جنت ہے، غنیمت ایک زائد چیز ہے۔ شاید اسی لیے پہلی امتوں کے لیے غنیمت حلال نہیں تھی، اس امت کو ثواب پر مزید غنیمت بھی حلال کر دی گئی۔ ② امیر کسی خاص کارنامے پر غنیمت کے حصے سے زائد کسی انعام کا اعلان کر دے، یا دینا چاہے تو یہ بھی نفل ہے۔ ③ مقتول کے پاس جو بھی سامان اسلحہ یا سواری وغیرہ ہو وہ قاتل کو دیا جائے، اسے سلب بھی کہتے ہیں، یہ بھی نفل ہے۔ ④ عام جنگ کے علاوہ کچھ دستے جنگ کے لیے جاتے ہوئے یا واپسی پر کسی بستی پر حملے کے لیے بھیجے جائیں اور وہ غنیمت لے کر آئیں تو وہ پورے لشکر کے لیے ہوگی، مگر اس دستے کو زائد حصہ بھی دیا جائے گا جو رسول اللہ ﷺ جاتے وقت چوتھا حصہ اور واپسی پر تیسرا حصہ عطا فرماتے تھے۔ ⑤ امیر غنیمت کی تقسیم سے پہلے کوئی ایک چیز اپنے لیے چن لے، مثلاً کوئی اسلحہ یا سواری یا لونڈی وغیرہ۔ اسے صفی بھی کہتے ہیں۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ : یعنی آپ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کس کا حق ہیں اور کس طرح تقسیم ہوں گی ؟ آپ فرما دیں کہ غنیمتیں حقیقت میں تم میں سے کسی کی بھی ملکیت نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ملکیت ہیں، کیونکہ فتح تمھاری طاقت سے نہیں بلکہ اللہ کی مدد سے ہوئی ہے۔ مصعب بن سعد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں چار آیات نازل ہوئی ہیں، ایک یہ کہ غزوۂ بدر کے دن انھیں ایک تلوار ملی، وہ اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہ مجھے دے دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے رکھ دو۔'' وہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ آپ یہ مجھے عطا کر دیں، رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اسے (وہیں) رکھ دو۔'' وہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ مجھے دے دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''جہاں سے تم نے اسے اٹھایا ہے اسے وہیں رکھ دو۔'' وہ پھر کھڑے ہوئے اور کہا، اے اللہ کے رسول! یہ مجھے دے دیجیے، کیا میں اس شخص کی طرح رہوں گا جو نادار ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے تم نے اسے اٹھایا ہے۔'' انھوں نے کہا، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ

بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ ''وہ تجھ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔'' مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس (مالِ غنیمت کی) تلوار پر نہ میرا حق ہے اور نہ تیرا۔'' تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں چلا گیا اور میں نے سوچا کہ آپ یہ تلوار شاید کسی ایسے شخص کو دے دیں گے جو میری جیسی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوا، پھر میرے پاس آپ کا قاصد آیا۔ میں نے سوچا شاید میرے بارے میں کوئی کلام نازل ہوا ہے، بہر حال میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھ سے اس تلوار کے متعلق سوال کیا تھا اور وہ اس وقت نہ میری تھی اور نہ تمھاری، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسے میرے اختیار میں دے دیا ہے اور اب میں وہ تجھے عطا کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب الأنفال : ۱۷۴۸۔ مستدرك حاكم : ۱۳۲/۲، ح : ۲۵۹۵۔ ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الأنفال : ۳۰۷۹]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حنین کی لڑائی کے لیے نکلے، جب ہمارا دشمن سے ٹکرا ہوا تو (ابتدا میں) مسلمانوں کو شکست ہونے لگی، اتنے میں میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر چڑھا ہوا تھا۔ سو میں (اس کو قتل کرنے کے لیے) گھوم کر اس کی طرف آیا اور اس کے پیچھے سے اس کے کندھے اور گردن کے درمیان ایک ضرب لگائی۔ اس پر اس نے مجھے ایسا دبایا کہ موت کی تصویر میری آنکھوں میں پھر گئی۔ تاہم اسے موت نے آن دبوچا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا، میں نے کہا، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے (جو ایسے بھاگ نکلے ہیں)؟ انھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ کا حکم۔ پھر لوگ لوٹے اور (فتح کے بعد) رسول اللہ ﷺ (ایک جگہ) بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''جس نے کسی کافر کو مارا اور وہ گواہ رکھتا ہو تو اس کا سامان اسی کو ملے گا۔'' ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں کھڑا ہوا، پھر میں نے خود سے کہا، میرا گواہ کون ہے؟ یہ سوچ کر میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے دوبارہ یہی فرمایا، میں پھر کھڑا ہوا اور میں نے پھر خود سے کہا، میرے لیے کون گواہی دے گا؟ چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے تیسری بار یہی فرمایا، میں پھر کھڑا ہوا۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ابو قتادہ! تجھے کیا ہوا ہے؟ اس پر میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ ایک شخص کہنے لگا، یا رسول اللہ! ابو قتادہ سچ کہتے ہیں اور اس مقتول کافر کا سامان میرے پاس ہے اور آپ ان کو راضی کر دیجیے کہ اپنا حق مجھے دے دیں۔ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہوگا، رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص کا سامان تجھے دلانے کا قصد نہیں کریں گے جو اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے لیے لڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابو بکر سچ کہتے ہیں، ابو قتادہ کو اس کا سامان دے دیجیے۔'' تو اس نے وہ سامان مجھے دے دیا۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (اس سامان میں سے) زرہ کو بیچ دیا اور اس کے بدلے بنو سلیم کے محلّہ میں ایک باغ خریدا اور یہ پہلا مال ہے جس کو میں نے اسلام کی حالت میں کمایا۔'' [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب

من لم يخمس الأسلاب : ٣١٤٢۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب استحقاق القاتل سلب القتيل : ١٧٥١]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، میں آپ کے ساتھ بدر میں حاضر ہوا، جب لوگوں کی مڈ بھیڑ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کر دیا۔ ایک جماعت دشمن کے تعاقب میں گئی، جو اسے بھگاتی اور قتل کرتی جاتی تھی اور ایک جماعت (دشمن کے باقی ماندہ) لشکر پر ٹوٹ پڑی، جو اسے گھیر رہے تھے اور (ایک جگہ) جمع کر رہے تھے (اور انھیں لوٹ رہے تھے) اور ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی، تاکہ دشمن دھوکے سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے، حتیٰ کہ جب رات آئی اور لوگ بھی اپنے ٹھکانوں پر واپس آ گئے، تو مال غنیمت جمع کرنے والوں نے کہا، اس مال کو ہم نے جمع کیا ہے، لہٰذا کسی دوسرے شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ جو لوگ دشمن کی تلاش میں نکلے تھے وہ کہنے لگے، تم اس مال کے زیادہ حق دار نہیں ہو، کیونکہ ہم نے دشمن کو مار بھگایا اور اسے شکست سے دوچار کیا ہے۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو، ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی، تاکہ دشمن دھوکے سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے، سو ہم اس کام میں مشغول رہے۔ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ''وہ تجھ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔'' اس آیت کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دشمن کے علاقے میں حملہ آور ہوتے تو چوتھے حصے کو بطور غنیمت مجاہدوں میں برابر تقسیم کرتے اور جب واپسی پر حملہ آور ہوتے اور لوگ تھکے ہوتے تو آپ تہائی مال تقسیم کرتے اور بطور خاص کسی کو زائد دینے کو ناپسند فرماتے، نیز فرمایا کرتے: ''طاقت ور مومنوں کو چاہیے کہ وہ اپنے کمزور مومنوں کو بھی حصہ دیں۔'' [مسند أحمد : ٣٢٣/٥، ٣٢٤، ح : ٢٢٨٢٩۔ ترمذی، كتاب السير، باب فی النفل : ١٥٦١۔ ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب النفل : ٢٨٥٢۔ ابن حبان : ٤٨٥٥۔ مستدرك حاكم : ١٣٥/٢، ١٣٦، ح : ٢٦٠٧]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ : یعنی اپنے امور و معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو، ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، آپس میں جھگڑا اور اختلاف نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جس ہدایت اور علم سے سرفراز فرمایا ہے، یہ اس سے کہیں بہتر ہے جس کی وجہ سے تم آپس میں جھگڑ رہے ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم آپس (کے تعلقات) کی برائی سے بچو، اس لیے کہ وہ (دین کو) مونڈنے والی ہے۔'' [ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب فی فضل صلاح ذات البين : ٢٥٠٨]
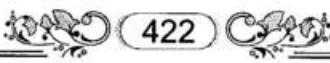
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں کچھ دیں یا نہ دیں،

تم ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو بھی ایمان کی شرط قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے مراد، جیسا کہ ظاہر ہے آپ کی سنت کی پیروی ہے، لہٰذا جو شخص آپ کی سنت سے منہ موڑ کر صرف قرآن کی اطاعت کرنا چاہتا ہے اسے قرآن کی واضح تصریح کے مطابق اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [المائدۃ : ۹۲] ”اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور بچ جاؤ، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔“

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

”(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔“

ان آیات میں مومنوں کی چند علامات ذکر کر کے بتلایا گیا ہے کہ مومن ہونے کا وہی دعویٰ کر سکتے ہیں جن میں یہ علامات پائی جاتی ہوں۔ سرفہرست یہ ہے کہ جب ان کے تنازعات کے درمیان اللہ کا ذکر یا اس کا حکم آ جائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور وہ اس کی نافرمانی کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں۔ دوسری علامت یہ ہے کہ جب ان پر اللہ کے احکام بیان کیے جائیں تو وہ بسر و چشم اس کی اطاعت کرتے ہیں، جس سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ایک ہی حالت پر نہیں رہتا، بلکہ اللہ کی فرماں برداری سے اس میں اضافہ اور اس کی نافرمانی سے اس میں کمی واقع ہوتی رہتی ہے اور تیسری علامت یہ ہے کہ جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے وہ اس کے جملہ اسباب تو اختیار کرتے ہیں مگر ان کا بھروسا ان اسباب پر نہیں، بلکہ اللہ ہی پر ہوتا ہے۔ اپنی پوری کوششوں کے بعد وہ اس کے انجام اور نتیجے کو اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ان کی چوتھی علامت یہ ہے کہ وہ نماز کو اس کے پورے آداب اور حقوق کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور پانچویں علامت یہ ہے کہ اپنے اموال میں سے اللہ کے اور بندوں کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں۔ جن ایمان داروں میں یہ پانچ علامات پائی جاتی ہیں انھیں اللہ تعالیٰ نے پکے سچے مومن قرار دیا ہے۔ ایسے ہی مومنوں کے لیے اللہ کے ہاں بلند درجات بھی ہوں گے، بخشش بھی اور عزت کی روزی بھی۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ : یعنی جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کسی بھی حیثیت سے آتا ہے تو عظمت و ہیبت باری تعالیٰ سے ان پر رعب طاری ہو جاتا ہے اور مارے خوف کے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم سے اللہ کی نافرمانی ہوگئی ہو اور ہم اس کی گرفت میں آ جائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵] ''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ [النازعات : ۴۰، ۴۱] ''اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے نفس کو خواہش سے روک لیا۔ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔''

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا : یعنی جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے تو ان کے ایمان و یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کے دلوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ آیت اس بارے میں بالکل صریح ہے کہ مومن کا ایمان گھٹتا بڑھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۲۴] ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۷ تا ۶۱] ''بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔''

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ : یعنی اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتے، کسی دوسرے کا قصد نہیں کرتے، کسی کی جناب کی پناہ نہیں چاہتے، اسی سے اپنی حاجتوں کو طلب کرتے ہیں، اسی کی طرف رغبت اور شوق رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ جو وہ چاہے گا وہی ہوگا اور جو وہ نہیں چاہے گا نہیں ہوگا، کیونکہ اس کائنات میں صرف اور صرف اسی وحدہ لا شریک لہ کا تصرف و اختیار ہے، اس کے فیصلے کو کوئی نہیں ٹال سکتا اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر

توکل اور بھروسا ہی اصل ایمان ہے۔

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ : یعنی وہ نماز کو اس کے پورے حقوق اور آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے: ① اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ④ رمضان کے روزے رکھنا۔ ⑤ اور بیت اللہ کا حج کرنا۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب دعاء کم إیمانکم : ۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أرکان الإسلام : ۱۶/۲۲]

لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ : یعنی انھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت میں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات اور مقامات حاصل ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴾ [الزمر : ۲۰] ''لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر خوب بنائے ہوئے بالا خانے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل جنت بالا خانوں میں رہنے والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرق و مغرب میں افق پر صبح کے وقت باقی رہ جانے والے چمکدار تارے کو دیکھتے ہو۔ یہ ان کے درمیان درجات کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔'' صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! یہ انبیاء کے گھر ہوں گے جن تک ان کے علاوہ کسی کی رسائی نہیں ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (ان بالا خانوں میں) وہ آدمی (رہیں گے) جو اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب ترائی أهل الجنة أهل الغرف کما یری الکوکب فی السماء : ۲۸۳۱/۱۱]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً بلند درجات والے (جنتیوں) کو ان سے کم درجات والے (جنتی) اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کسی کنارے میں روشن تارے کو دیکھتے ہو، بلاشبہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی انھی بلند درجات والے لوگوں میں سے ہوں گے، ان کے لیے یہ کیا خوب قسمت کی بات ہے۔'' [مسند أحمد : ۲۷/۳، ح : ۱۱۲۱۹۔ ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنه : ۳۶۵۸۔ طبرانی أوسط : ۱۳۲/۶، ح : ۶۰۰۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے،

پس تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو۔ یہ سب جنتوں کے درمیان ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ۲۷۹۰]

یہاں سے غزوۂ بدر سے متعلق آیات کا آغاز ہو رہا ہے۔ انھیں اچھی طرح سمجھنے کے لیے اس غزوہ کا پس منظر معلوم کرنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جب کفار قریش نے عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہجرت کا حکم دے دیا اور مسلمان مشکل ترین حالات کے پیشِ نظر اور کفار مکہ کے خوف سے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور کفارِ مکہ نے مہاجرین کے مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔ ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ خاصا مال لیے ابوسفیان کی قیادت میں شام سے واپس مکہ کی طرف آ رہا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور کہا کہ ہمیں ان کا پیچھا کرنا چاہیے۔ اس تعاقب سے مقصود کفار قریش کو ذہنی طور پر زک پہنچانا اور انھیں یہ باور کرانا تھا کہ مسلمان اب کفر و شرک کا قلع قمع کرنے کے لیے تیار ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ مقصد بھی تھا کہ جس طرح کفار قریش نے مسلمانوں کے مال و دولت اور جائداد پر ہجرت کے وقت قبضہ کر لیا، اب وقت آیا ہے کہ ہم ان کا مال اپنے مال کے عوض چھین لیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تین سو اور کچھ صحابہ کو لے کر اس قافلے کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے۔ ادھر ابوسفیان کو بھی معلوم ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ قافلے کا پیچھا کر رہے ہیں، تو اس نے فوراً اہل مکہ کو خبر پہنچا دی۔ اہل مکہ فوراً ہی ایک ہزار کا لشکر لے کر قافلہ کی حفاظت اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ابوسفیان اپنا قافلہ لے کر دائیں طرف ساحل سمندر کی طرف سے نکل گیا اور قریش کا لشکر مقام بدر میں پہنچ گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے بغیر سابقہ میعاد کے مسلمانوں اور کافروں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا، تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے اور اللہ مسلمانوں کو ان کے اولین جانی دشمنوں پر غلبہ عطا فرمائے۔ اس طرح اللہ نے اپنے رسول کو ان کے گھر یعنی مدینہ سے اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کی خاطر نکالا، جسے اللہ ہی جانتا تھا، حالانکہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر یہ بات بہت ہی گراں گزری کہ نکلے تو تجارتی قافلے کو لوٹنے کے لیے تھے اور اب ان سے ابوجہل کے مسلح لشکر سے جنگ کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ بہرحال جنگ ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت اور مالِ غنیمت، دونوں سے نوازا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کیجیے، سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے قافلہ (کو روکنے) کے ارادے سے (مدینہ منورہ سے) نکلے تھے۔'' [بخاری، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك : ۴۴۱۸]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے لوگوں کو ابھارا، اس نے کہا، اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے چلو، امیہ نے چلنے کو ناپسند کیا، (اس لیے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ایک موقع پر اس سے کہہ چکے تھے کہ اللہ کی قسم! میں نے

رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان تجھے قتل کریں گے) ابو جہل اس کے پاس آ کر اسے کہنے لگا، اے ابوصفوان! تم اس وادی کے سردار ہو، جب لوگ دیکھیں گے کہ تم نہیں گئے تو وہ بھی تمھارے ساتھ بیٹھ جائیں گے (اور یوں کوئی نہیں جائے گا)۔ ابو جہل بار بار اصرار کرتا رہا، یہاں تک کہ ابوصفوان نے کہا، اب جب کہ تم مجھ پر غالب آ گئے ہو تو اللہ کی قسم! میں مکہ کا بہترین اونٹ خریدوں گا (تاکہ وقت پر بھاگ سکوں)، پھر امیہ نے اپنی بیوی سے کہا، اے ام صفوان! میرا اسباب سفر تیار کرو۔ بیوی نے کہا، اے ابوصفوان! کیا تم اپنے مدنی بھائی (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) کا قول بھول گئے ہو جو انھوں نے تم سے کہا تھا؟ امیہ نے کہا، میں ان کے ساتھ بس کچھ دور جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ الغرض، جب امیہ نکلا تو وہ ہر منزل پر اپنے اونٹ کو (اپنے پاس) مضبوطی سے باندھ دیا کرتا تھا اور وہ (پورے راستہ) ایسا ہی کرتا رہا، یہاں تک کہ میدان بدر میں اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر : ۳۹۵۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ابوسفیان کے (قافلہ کے) آنے کی (اور اس کی حفاظت کے لیے کفار کی فوج کے روانہ ہونے کی) خبر ملی تو آپ نے (لوگوں سے) مشورہ کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (جنگ کی موافقت میں) گفتگو کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اعراض کیا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، آپ نے ان سے بھی اعراض کیا۔ پھر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! شاید آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے، تو اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود جائیں گے اور اگر آپ ہمیں برک غماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة بدر : ۱۷۷۹]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی بات سنی کہ اگر وہ بات میری زبان سے ادا ہو جاتی تو وہ میرے لیے کسی بھی چیز کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہوتی، ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ مشرکوں کے خلاف بددعا کر رہے تھے، اتنے میں مقداد (رضی اللہ عنہ) آن پہنچے۔ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسے موسیٰ کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴾ [المائدة : ۲۴] ”سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں“ بلکہ ہم آپ کے دائیں طرف سے، بائیں طرف سے، سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مقداد رضی اللہ عنہ کے یہ کہتے ہی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مبارک چہرہ چمکنے لگا اور آپ خوش ہو گئے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب قول الله تعالٰی : ﴿ إذ تستغيثون ربكم ...... الخ ﴾ : ۳۹۵۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف چلے جا رہے تھے اور جب آپ مقام حرۃ الوبرہ میں پہنچے تو آپ کو ایک آدمی ملا، جس کی ہمت و شجاعت کا بڑا شہرہ تھا، صحابہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس نے

رسول اللہ ﷺ سے کہا، میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑوں اور آپ کے ساتھ میں بھی حصہ پاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟'' اس نے کہا، نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم واپس جاؤ، میں مشرک سے مدد نہیں لیتا۔'' وہ شخص چلا گیا، یہاں تک کہ جب آپ شجرہ کے مقام پر پہنچے تو وہ شخص پھر رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ اس نے وہی بات کہی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی وہی جواب دیا۔ وہ چلا گیا اور پھر لوٹ کر آیا اور بیداء کے مقام پر رسول اللہ ﷺ سے ملا، آپ ﷺ نے وہی پوچھا: ''کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟'' اس نے کہا، ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب تم (ہمارے ساتھ) چلو۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب کراهة الاستعانة فی الغزو بکافر ...... الخ : ۱۸۱۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب مدینہ سے روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے بدر میں پہنچ گئے اور پھر مشرکین بھی وہاں پہنچ گئے۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۱]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے قافلہ (کو روکنے) کے ارادہ سے نکلے، لیکن ہوا یہ کہ اللہ نے مسلمانوں کو اور ان کے دشمن کو بغیر کسی وعدہ کے ناگہانی طور پر جمع کر دیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب قصة غزوة بدر : ۳۹۵۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو (جنگ کی) ترغیب دی، تو وہ نکلے، یہاں تک کہ سب نے بدر کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة بدر : ۱۷۷۹]

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶

''جس طرح تیرے رب نے تجھے تیرے گھر سے حق کے ساتھ نکالا، حالانکہ یقیناً مومنوں کی ایک جماعت تو ناپسند کرنے والی تھی۔ وہ تجھ سے حق میں جھگڑتے تھے، اس کے بعد کہ وہ صاف ظاہر ہو چکا تھا، جیسے انھیں موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔''

غزوۂ بدر سے حاصل ہونے والی غنیمت کی تقسیم کے بارے میں آپ کی رائے اور فیصلے کو ناگوار سمجھنے میں ان کا حال ایسا ہی ہے جس طرح آپ کے لڑائی کے لیے نکلنے کے بارے میں تھا، حالانکہ دونوں ہی میں آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے خیر ہی خیر تھی۔

گویا جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ معرکہ ہو کر رہے گا تو مومنوں میں سے ایک گروہ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جھگڑنا شروع کر دیا، وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ گویا کہ ان کو، ان کے دیکھتے ہوئے،

موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے، حالانکہ یہ رویہ ان کو زیب نہیں دیتا تھا۔ خاص طور پر جب ان پر واضح ہو گیا تھا کہ ان کا گھر سے نکلنا حق پر مبنی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور وہ اس پر راضی ہے۔ اس صورت حال میں یہ بحث کرنے کا مقام نہیں تھا۔ بحث کرنے کا محل و مقام وہ ہوتا ہے جہاں حق میں اشتباہ اور معاملے میں التباس ہو، وہاں بحث کرنا مفید ہوتا ہے، لیکن جب حق واضح اور ظاہر ہو جائے تو اس کی اطاعت اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی اور صورت نہیں رہتی۔

یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ٢١٦] ’’تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔‘‘

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اسی ذہنی کیفیت کو بیان کیا ہے اور یہ کیفیت ان کے ایمان کی کمزوری کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنی خستہ حالی اور جنگ کے لیے کسی مادی تیاری کے نہ ہونے کی وجہ سے تھی، جب کہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی اور وہ پوری طرح سے جنگ کی تیاری کر کے آئے تھے۔

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ⑦ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ⑧

’’اور جب اللہ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمھارے لیے ہوگا اور تم چاہتے تھے کہ جو کانٹے والا نہیں وہ تمھارے لیے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تاکہ وہ حق کو سچا کر دے اور باطل کو جھوٹا کر دے، خواہ مجرم ناپسند ہی کریں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان دو گروہوں یعنی تجارتی قافلہ اور ابوجہل کے لشکر میں سے ایک کے مقابلے میں ان کو فتح سے نوازے گا۔ مسلمانوں نے اپنی تنگ دستی کی وجہ سے تجارتی قافلے کے ملنے کو پسند کیا، نیز قافلہ والوں کے پاس طاقت بھی زیادہ نہ تھی، لیکن اللہ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی مڈبھیڑ ابوجہل کے لشکر سے ہو جائے اور حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے اور اللہ کی نصرت کے ذریعے کافروں کی کمر توڑ دی جائے۔ اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کے لشکر سے مڈبھیڑ کی حکمت و مصلحت بیان کی ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ باطل کی کمر توڑ دے اور حق کے پاؤں ہمیشہ کے لیے جم جائیں۔

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ ﴾

”جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔“

اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی، جب کہ کافران سے تین گنا یعنی ہزار کے قریب تھے، پھر مسلمان نہتے اور بے سروسامان تھے، جب کہ کافروں کے پاس اسلحے کی بھی فراوانی تھی۔ ان حالات میں مسلمانوں کا سہارا صرف اللہ ہی کی ذات تھی جس سے وہ گڑگڑا کر مدد کی فریادیں کر رہے تھے، خود نبی کریم ﷺ الگ ایک خیمے میں نہایت گریہ وزاری سے مصروف دعا تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعائیں قبول کیں اور ایک ہزار فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے لگاتار مسلمانوں کی مدد کے لیے آ گئے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ : اپنی تعداد، تیاری، اسلحہ کی کمی اور دشمن کا تین گنا سے زیادہ ہونا اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہونے کی وجہ سے سب مسلمان اپنے رب ہی سے مدد کے لیے فریاد کر رہے تھے، خصوصاً رسول اللہ ﷺ تو نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دعا فرما رہے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن یہ دعا کی تھی: ((اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ)) ”اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دیتا ہوں، اگر تو چاہے (کہ یہ کافر آج غالب ہوں تو پھر مسلمانوں کے ختم ہو جانے کے بعد) تیری عبادت نہیں ہوگی۔“ اس پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کی، بس اب کافی ہے۔ (اس کے بعد) آپ ﷺ (اپنے خیمہ سے) باہر تشریف لائے، تو آپ ﷺ اس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر : ٤٥] ”عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ إذ تستغیثون ربکم ......الخ ﴾ : ۳۹۵۳]

اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ : ایک دوسرے کے پیچھے یعنی پے در پے آنے والے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: ”یہ جبریل آن پہنچے، اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے اور لڑائی کے ہتھیار زیب تن کیے ہوئے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرًا : ۳۹۹۵]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا، جو اس کے آگے تھا، اتنے میں اس نے کافر کے اوپر سے کوڑے کی آواز سنی اور سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے حیزوم! آگے بڑھ! پھر اس نے یہ دیکھا کہ وہ مشرک چاروں شانے چت گر گیا ہے، اس کی ناک پر نشان تھا اور اس کا چہرہ پھٹ گیا تھا، جیسے اس پر کوڑے برسائے گئے ہوں، حتیٰ کہ اس کا سارا جسم (کوڑے کے زہر کی وجہ سے) سبز ہو گیا۔ انصاری نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ

کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم سچ کہتے ہو، یہ تیسرے آسمان سے مدد تھی۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم : ۱۷۶۳]

معاذ اپنے باپ رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رفاعہ رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے تھے، کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: ''اہل بدر کو آپ اپنے ہاں کیسا سمجھتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں۔'' یا آپ نے اس طرح کے کوئی اور الفاظ فرمائے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: ''اسی طرح ہم بھی ان فرشتوں کو سب سے افضل سمجھتے ہیں، جنھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرًا : ۳۹۹۲]

وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

''اور اللہ نے اسے نہیں بنایا مگر ایک خوش خبری اور تاکہ اس کے ساتھ تمھارے دل مطمئن ہوں اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے۔ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

یعنی فرشتوں کا نزول تو صرف خوش خبری اور تمھارے دلوں کے اطمینان کے لیے تھا، ورنہ اصل مدد تو اللہ کی طرف سے تھی، جو فرشتوں کے بغیر بھی تمھاری مدد کر سکتا تھا۔ تاہم اس سے یہ سمجھنا بھی صحیح نہیں کہ فرشتوں نے عملاً جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ گزشتہ آیت کی تفسیر میں وارد ہونے والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ میں فرشتوں نے عملی حصہ لیا اور کئی کافروں کو انھوں نے تہ تیغ کیا۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ : یعنی یہ نہ سمجھو کہ تمھیں جو فتح نصیب ہوئی ان فرشتوں کی وجہ سے ہوئی ہے، جبکہ حقیقت میں مدد اللہ کی طرف سے ہے۔ وہ چاہتا تو فرشتوں کے بغیر ہی تمھیں فتح نصیب کر دیتا، مگر جہاد کو دین کا حصہ بنانے سے تمھارے ایمان کا امتحان مقصود ہے اور شہادت سے تمھارے درجے بلند کرنا اور کافروں کو تمھارے ہاتھ سے ذلیل کرنا ہے۔ پہلی امتوں میں سے جو امت اپنے پیغمبر کو جھٹلاتی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نہ کسی طرح کا عذاب نازل ہو جاتا۔ پانی میں غرق کرنا، خوفناک چیخ، زلزلہ، پتھروں کی بارش، شکلیں مسخ کر دینا وغیرہ۔ نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں سے لے کر فرعون کے غرق ہونے تک یہی سلسلہ قائم رہا۔ آخر کار جب موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تو جہاد شروع ہوا اور اس کے بعد یہی طریقہ جاری ہے۔ اب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کو عذاب دینا چاہتا ہے، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ذٰلِكَ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَ

بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴾ [محمد : ٤ تا ٦] ''تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے، (بات) یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تاکہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے تو وہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ وہ ضرور انھیں راستہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انھیں پہچان کروا دی ہے۔''

مومنوں کے کافروں کو قتل کرنے میں کافروں کی بے حد توہین بھی ہے اور اس سے مومنوں کے سینے ٹھنڈے بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے مومنوں سے ارشاد فرمایا: ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة : ١٤] ''ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔''

معرکۂ کارزار میں ابوجہل کا قتل بستر پر کسی عذاب یا سزا سے دوچار ہو کر مرنے کی نسبت کہیں زیادہ توہین آمیز تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ : یعنی دنیا و آخرت میں عزت اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور مومنوں ہی کے لیے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ٥١] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔''

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ؕ ۝۱۱

''جب وہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے خوف دور کرنے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تاکہ اس کے ساتھ تمھیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کرے اور تاکہ تمھارے دلوں پر مضبوط گرہ باندھے اور اس کے ساتھ قدموں کو جما دے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنے ایک انعام کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ نے جنگ سے پہلے والی رات میں مسلمانوں پر گہری نیند طاری کر دی، جس سے انھیں سکون مل گیا اور اللہ نے ان کے دلوں سے دشمن کا رعب نکال دیا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مسلمانوں پر یہ اونگھ میدان بدر میں طاری ہوئی تھی۔

دوسرا انعام جو مسلمانوں پر بدر کے دن ہوا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی، جس سے ریتلی زمین سخت ہو گئی، نیز ان کے دلوں سے شیطان کے وسوسوں کا ازالہ فرما دیا گیا جو وہ ان کے دلوں میں ڈال رہا تھا۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ : غزوۂ بدر میں فرشتوں کے ساتھ مدد کے علاوہ یہ دوسری مدد تھی۔ یہ اونگھ دو طرح سے تھی، ایک تو یہ کہ جس رات کی صبح لڑائی ہونے والی تھی صحابہ کرام خوب سوئے، حالانکہ دشمن کی فکر لگی ہوئی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند بھیج دی، تاکہ وہ تازہ دم ہو جائیں اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کریں، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا، میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ہر شخص سو رہا تھا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور رو رو کر دعائیں کرتے رہے، حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔[مسند أحمد : ۱۲۵/۱، ح : ۱۰۲۷۔ مسند أبي يعلى : ۱۴۶/۱۔ السنن الكبرىٰ للنسائي : ۳۱۶/۶، ح : ۱۱۰۸۰]

دوسرا یہ کہ لڑائی سے پہلے میدان میں آنے پر تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اونگھ طاری کر دی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔ لڑائی کے دوران میں اونگھ طاری ہونے کا واقعہ غزوۂ احد میں بھی پیش آیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ﴾ [آل عمران : ۱۵۴] ”پھر اس غم کے بعد اس نے تم پر ایک امن نازل فرمایا، جو ایک اونگھ تھی، جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی اور کچھ لوگ وہ تھے جنھیں ان کی جانوں نے فکر میں ڈال رکھا تھا۔“

آیت زیر تفسیر ﴿ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ ﴾ میں یہ معاملہ بدر کے دن بھی پیش آیا جس سے مسلمانوں کے دل سے دشمن کا خوف ختم ہو گیا اور امن و اطمینان کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ : یہ بھی اسی رات کا واقعہ ہے کہ رات کو بارش ہو گئی، جس سے ریت جم گئی اور زمین پر پاؤں اچھی طرح جمنے لگے، جس سے فائدہ اٹھا کر مسلمان آگے بڑھے اور نقل و حرکت آسان ہو گئی۔

وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ : یعنی مسلمانوں کے دلوں سے شیطان کی گندگی یعنی گھبراہٹ، خوف، اللہ تعالیٰ سے بدگمانی اور مایوسی کی کیفیت دور ہو گئی اور صبح ہوئی تو وہ لڑنے کے لیے چاق چوبند تھے۔ بدر کے موقع پر یہ تیسرا انعام تھا جس سے کفار پر فتح یاب ہونے میں بڑی مدد ملی۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾
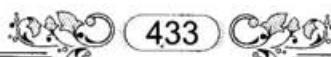
ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

’’جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان لائے ہیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دوں گا۔ پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔ یہ ہے! سو اسے چکھو اور (جان لو) کہ بے شک کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوشیدہ انعام کی طرف اشارہ کیا ہے، تاکہ مسلمان اس پر اپنے اللہ کا شکر ادا کریں۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بتایا کہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوں، اس لیے تم لوگ انھیں ثابت قدم رکھنے کی کوشش میں لگے رہو، ان کے دلوں سے وسوسہ کو نکالتے رہو، ان سے مل کر کافروں سے لڑتے رہو، میں عنقریب ہی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا اور ان کے ہر اس عضو پر کاری ضرب لگاؤ جو ان کی موت کا سبب بنے، یعنی ان کی کھوپڑیوں پر مارو اور انھیں توڑ دو، گردنوں کو مروڑ دو اور انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کو دنیا میں یہ عذاب اس لیے دیا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بغاوت کی اور آخرت میں جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: ’’یہ جبریل ہیں، جو لڑائی کے ہتھیار زیب تن کیے ہوئے، اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرًا : ۳۹۹۵]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دن، ایک مسلمان نے، جب وہ ایک مشرک کے پیچھے بھاگ رہا تھا، اپنے اوپر سے کوڑے اور ایک شہسوار کی آواز سنی، جو اپنے گھوڑے سے کہہ رہا تھا، اے حیزوم! آگے بڑھو، پھر اس نے دیکھا کہ وہ مشرک چاروں شانے چت گر گیا، اس کی ناک پر نشان تھا اور اس کا چہرہ پھٹ گیا تھا، جیسے اس پر کوڑے برسائے گئے ہوں، حتیٰ کہ اس کا سارا جسم (کوڑے کے زہر کی وجہ سے) سبز ہو گیا تھا۔ انصاری صحابی نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ’’تم سچ کہتے ہو، یہ تیسرے آسمان سے مدد تھی۔‘‘ [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر : ۱۷۶۳]

سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ : غزوۂ بدر میں رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام تھا۔ اس کا باعث دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا مشرک ہونا بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۵۱] ”ہم عنقریب ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دیں گے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اس کو شریک بنایا جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ ظالموں کا برا ٹھکانا ہے۔“

مسلمانوں کا کفار پر رعب جمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کو فرض قرار دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ﴾ [الأنفال : ٦٠] ”اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنھیں تم نہیں جانتے۔“

رعب کا انعام میدان بدر ہی میں نہیں، بلکہ تمام جنگوں میں رسول اللہ ﷺ اور امت مسلمہ کو عطا ہوا، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مجھے ایک مہینے کی مسافت پر رعب کے ذریعے مدد دی گئی۔ ② پوری زمین میرے لیے مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنا دی گئی، پس میری امت میں سے جو شخص (جہاں دیکھے کہ) نماز کا وقت ہو گیا ہے تو اسے چاہیے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے، جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہیں کیے گئے تھے۔ ④ مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی۔ ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“ [بخاری، کتاب التیمم، باب : ۳۳۵]

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ : یعنی ان کی گردنوں پر مارو، تاکہ ان کے ناپاک جسم سے زمین پاک ہو اور ہاتھوں اور پاؤں کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ، تاکہ وہ ہاتھوں سے لڑ نہ سکیں اور پاؤں سے بھاگ نہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی اس طرف رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ﴾ [محمد : ٤] ”تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۟ۚ﴿۱۵﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا، ایک لشکر کی صورت میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھیرو۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے میدانِ جہاد کا ایک بہت ہی اہم حکم بیان کیا ہے کہ مسلمان جب کافروں سے

برسرِ پیکار ہوں تو میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہونا حرام ہے۔ جو شخص ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا اور جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا، اس لیے کہ کبھی ایک مجاہد کی بزدلی پورے لشکر کی شکست کا سبب بن جاتی ہے۔ ہمیں بزدلی کی اس بیماری سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ » ''اے اللہ! میں فکر و غم سے، عجز اور تھک جانے سے، بزدلی اور بخل سے اور قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔'' [بخاری، كتاب الدعوات ، باب الاستعاذة من الجبن والكسل : ٦٣٦٩]

مصعب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ (ہمیں) پانچ باتوں (سے پناہ مانگنے) کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان (پانچ باتوں سے پناہ مانگنے) کا حکم دیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا يَعْنِیْ فِتْنَةَ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ » ''اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! ذلیل عمر کی طرف لوٹائے جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں دنیا کے فتنے یعنی دجال کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' [بخاری، كتاب الدعوات، باب التعوذ من البخل : ٦٣٧٠]

یہ حکم صرف بدر ہی میں نہیں تھا، بلکہ یہ حکم سب مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے ہے، متعدد احادیث میں میدانِ جنگ سے بھاگنے کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو۔'' انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون کون سے ہیں؟ فرمایا: ''① اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ ② جادو کرنا۔ ③ اس جان کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔ ④ سود کھانا۔ ⑤ یتیم کا مال کھانا۔ ⑥ جنگ کے دن میدان سے پیٹھ پھیرنا۔ ⑦ اور پاک دامن، غافل اور مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاری، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالٰى : ﴿ إن الذين يأكلون أموال اليتٰمى ظلمًا ...... الخ ﴾ : ٢٧٦٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ٨٩]

وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

''اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، ماسوائے اس کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو، یا کسی جماعت کی طرف جگہ لینے والا ہو تو یقیناً وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

گزشتہ آیت میں پیٹھ پھیرنے سے جو منع کیا گیا ہے، دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، ایک ” تحرُّف “ کی اور دوسری ”تحیُّز “ کی۔ ” تَحَرُّف “ کے معنی ہیں ایک طرف پھر جانا، یعنی لڑائی میں جنگی چال کے طور پر یا دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے لڑتا لڑتا ایک طرف ہٹتا چلا جائے، دشمن یہ سمجھے کہ شاید یہ شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہا ہے، لیکن پھر وہ ایک دم پینترا بدل کر اچانک دشمن پر حملہ کر دے۔ یہ پیٹھ پھیرنا نہیں ہے، بلکہ یہ جنگی چال ہے جو بعض دفعہ ضروری اور مفید ہوتی ہے۔ ”تَحَیُّز“ کے معنی ملنے اور پناہ لینے کے ہیں، کوئی مجاہد لڑتا لڑتا تنہا رہ جائے تو میدان جنگ سے ایک طرف ہو جائے، تاکہ وہ اپنی جماعت کی طرف پناہ حاصل کرے اور اس کی مدد سے دوبارہ حملہ کرے، یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی شخص میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیرے گا تو اس کے لیے سخت وعید ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴾ [الأنفال : ١٦] ”اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، ماسوائے اس کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو، یا کسی جماعت کی طرف جگہ لینے والا ہو تو یقیناً وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی التولی یوم الزحف : ٢٦٤٨]

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾

”پس تم نے انھیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انھیں قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا اور لیکن اللہ نے پھینکا اور تاکہ وہ مومنوں کو انعام عطا کرے، اپنی طرف سے اچھا انعام، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بات یہ ہے! اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کی خفیہ تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔“

یعنی غزوۂ بدر کی ساری صورت حال تمھارے سامنے رکھ دی گئی ہے اور جس جس طرح اللہ نے تمھاری وہاں مدد فرمائی، اس کی وضاحت کے بعد تم یہ نہ سمجھ لینا کہ کافروں کا قتل، یہ تمھارا کارنامہ ہے۔ نہیں، بلکہ یہ اللہ کی اس مدد کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے تمھیں یہ طاقت حاصل ہوئی۔ اس لیے دراصل انھیں قتل کرنے والا اللہ ہے۔ غزوۂ بدر ہی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کافروں کی طرف پھینکی تھی، جسے ایک تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مونھوں اور آنکھوں تک پہنچا دیا اور دوسرے اس میں یہ تاثیر پیدا فرما دی کہ اس سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور انھیں کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ یہ معجزہ بھی، جو اس وقت اللہ کی مدد سے ظاہر ہوا، مسلمانوں کی کامیابی میں بہت ہی مددگار ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے پیغمبر! کنکریاں بے شک آپ نے پھینکی تھیں، لیکن اس میں تاثیر ہم نے پیدا کی تھی، اگر ہم اس

میں یہ تاثیر پیدا نہ کرتے تو یہ کنکریاں کیا کر سکتی تھیں؟ اس لیے یہ بھی دراصل ہمارا ہی کام تھا نہ کہ آپ کا۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جو احسان کیا تھا، اسے ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ کس طرح اس نے دشمنوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کے باوجود مسلمانوں کو کامیابی دی، تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ فتح و نصرت کثرت عدد سے نہیں ملتی، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے۔ اگلی آیت میں مسلمانوں کے لیے ایک اور بشارت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی کافروں کی چالوں کو ناکام بنائے گا اور تباہی و بربادی ان کی قسمت ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس لیے یہ آیت نبی کریم ﷺ کے لیے ایک معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ : یعنی تم نے اپنے دشمنوں کو اپنی طاقت وقوت سے قتل نہیں کیا، کیونکہ ان کی تعداد زیادہ اور تمھاری تعداد کم تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمھیں ان پر کامیابی عطا فرمائی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ﴾ [آل عمران : ۱۲۳] ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی، جب کہ تم نہایت کمزور تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۲۵] ''بلاشبہ یقیناً اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے تمھیں خود پسند بنا دیا، پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ بات معلوم کروائی ہے کہ فتح و نصرت تعداد کی کثرت، ہتھیاروں سے مسلح ہونے اور ساز و سامان کی فراوانی پر موقوف نہیں ہے، بلکہ فتح و نصرت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۴۹] ''کتنی ہی تھوڑی جماعتیں زیادہ جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ : یعنی مسلمانوں کے لیے ایک اور بشارت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی کافروں کی چالوں کو ناکام بنائے گا اور تباہی و بربادی ان کا مقدر ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی لیے یہ آیت نبی کریم ﷺ کے لیے معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾

''اگر تم فیصلہ چاہو تو یقیناً تمھارے پاس فیصلہ آ چکا اور اگر باز آ جاؤ تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم (بھی) دوبارہ کریں گے اور تمھاری جماعت ہرگز تمھارے کچھ کام نہ آئے گی، خواہ بہت زیادہ ہو اور (جان لو) کہ

بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

ابو جہل وغیرہ رؤسائے قریش نے مکہ سے نکلتے وقت اللہ سے دعا کی تھی: ’’یا اللہ! ہم میں سے جو تیرا زیادہ نافرمان اور قاطع رحم ہے، کل کو تو اسے ہلاک کر دے۔‘‘ اپنے طور پر وہ مسلمانوں کو قاطع رحم اور نافرمان سمجھتے تھے، اس لیے اس قسم کی دعا کی۔ اب جب اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرما دی تو اللہ تعالیٰ ان کافروں سے کہہ رہا ہے کہ تم فتح یعنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ طلب کر رہے تھے تو وہ فیصلہ تو سامنے آ چکا ہے، اس لیے اب تم کفر سے باز آ جاؤ تو تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر تم دوبارہ مسلمانوں کے مقابلے میں آؤ گے تو ہم بھی دوبارہ ان کی مدد کریں گے اور تمھاری جماعت کثرت کے باوجود تمھارے کچھ کام نہیں آئے گی، اس لیے کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب (غزوۂ بدر کے دن) لوگ ایک دوسرے کے مدمقابل صف آرا ہوئے تو ابو جہل نے کہا، اے اللہ! ہم میں سے جو شخص رشتوں کو زیادہ توڑنے والا اور ہمارے سامنے ایک غیر معروف بات پیش کرنے والا ہے، اسے آج صبح ہلاک کر دے۔ تو اس طرح فیصلہ طلب کرنے والا ابو جہل تھا۔[مسند أحمد : ۴۳۱/۵، ح : ۲۳۷۲۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۳۵۰/۶، ح : ۱۱۲۰۱۔ مستدرك حاكم : ۳۲۸/۲، ح : ۳۲۶۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس سے منہ نہ پھیرو، جب کہ تم سن رہے ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کہا ہم نے سنا، حالانکہ وہ نہیں سنتے۔‘‘

کفار کو تنبیہ کے بعد اب مسلمانوں کو تلقین ہو رہی ہے کہ جب تمھیں کسی معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم ہو جائے تو اس کے خلاف کسی کی مت سنو، بلکہ اسی حکم کی اطاعت کرو۔ ﴿ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴾ کا یہ مطلب نہیں کہ جب تم سن رہے ہو اس وقت اس سے منہ نہ پھیرو اور دوسرے اوقات میں بے شک پھیر لو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم ہر وقت اللہ کے احکام قرآن و حدیث کی صورت میں سنتے رہو، اگر نہ سنا ہو یا علم نہ ہو تو عذر ہو سکتا ہے مگر حکم سن کر پھر بجا نہ لانا ایمان والوں کو زیب نہیں دیتا۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ : یہاں منافقین اور مشرکین مراد ہیں جو قرآن کریم کو سنتے تو تھے، لیکن حقیقت میں گویا نہیں سنتے تھے، اس لیے کہ دل سے نہیں سنتے تھے، اس میں غور و فکر نہیں کرتے تھے اور نفاق یا شرک سے تائب ہونے کے لیے اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے تھے۔ یہود میں بھی یہی بیماری بدرجۂ کمال موجود تھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ

﴿وَ رَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِی الدِّیْنِ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ [النساء : ٤٦] ”وہ لوگ جو یہودی بن گئے، ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور اِسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور رَاعِنَا (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں) اور اگر بے شک وہ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (ہم نے سنا اور مانا) اور اِسْمَعْ وَ انْظُرْنَا (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور زیادہ درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔“

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

”بے شک تمام جانوروں سے برے اللہ کے نزدیک وہ بہرے، گونگے ہیں، جو سمجھتے نہیں۔“

انھی کافروں اور منافقوں کی ایک بری مثال بیان کی گئی ہے کہ جو لوگ حق بات غور سے نہیں سنتے اور دل سے اس کا اقرار نہیں کرتے وہ زمین پر رہنے والے بدترین جانور ہیں۔ اس لیے کہ جب وہ عقل و فہم رکھنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے ہیں تو ان جانوروں سے بدتر ہیں جنھیں اللہ نے عقل کی نعمت سے محروم رکھا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾ [الفرقان : ٤٤] ”یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ [الأعراف : ١٧٩] ”ان کے دل ہیں جن کے ساتھ وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپاؤں جیسے ہیں، بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی ہیں جو بالکل بے خبر ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ﴾ اس سے مراد بنی عبدالدار کے کچھ لوگ ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿إن شر الدوآب عند الله ...... الخ﴾ : ٤٦٤٦]

وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

”اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انھیں ضرور سنوا دیتا اور اگر وہ انھیں سنوا دیتا تو بھی وہ منہ پھیر جاتے، اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔“

انھی کافروں اور منافقوں کی حالت زار اور کم مائیگی پر مزید روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ اگر اللہ انھیں، اس حال میں کہ

ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں ہے، سنوا دیتا تو وہ منہ پھیر کر چل دیتے، یعنی ان لوگوں نے گناہوں کا مسلسل ارتکاب کر کے اپنے اندر سے وہ استعداد ہی ختم کر لی ہے جو ایمان اور راہِ ہدایت کی پیروی کے لیے بیج کی حیثیت رکھتی ہے، پھر جب بیج ہی نہ ہو تو پھل کی امید نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ [المطففین : ۱٤] ''ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اب پھر اگر وہ رک جائے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کی صفائی ہو جاتی ہے، لیکن اگر اور گناہ کرتا جاتا ہے تو وہ سیاہی پھیلا دی جاتی ہے۔ یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾۔'' [ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳٤۔ ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الذنوب : ٤۲٤٤۔ مسند أحمد : ۲/۲۹۷، ح : ۷۹۷۱]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار ہو جاؤ! جسم میں ایک لوتھڑا ہے کہ جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو پورا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ وہ لوتھڑا دل ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینہ : ۵۲]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ بے شک اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یہ کہ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جو تمھارے لیے ''زندگی'' کے مترادف ہو تو ان کی بات مان جاؤ، کیونکہ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ان کی بات ماننے ہی میں ہر بھلائی ہے۔ آیت میں '' لِمَا يُحْيِيكُمْ '' سے کس چیز کی طرف اشارہ ہے، جو مسلمانوں کو زندگی دیتی ہے؟ تو اس بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، کسی نے اس سے ''قرآن کریم'' مراد لیا ہے، کسی نے ''اسلام'' اور کسی نے ''جہاد فی سبیل اللہ'' مراد لیا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ اس لیے کہ اسی جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذلت کے بعد عزت دی اور ان دشمنوں سے نجات دلائی جنھوں نے مکہ میں ان کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔ جہاد فی سبیل اللہ ہر دور میں مسلمانوں کے لیے زندگی کے مترادف رہا ہے اور رہے گا۔ مسلمانوں نے جب بھی اس سے پہلو تہی کی ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی

اور جب بھی انھوں نے جہاد کی آواز پر لبیک کہا فتح و کامرانی نے ان کے قدم چومے۔ جہاد ہی وہ عمل صالح ہے کہ اگر کوئی مسلمان شہید ہو جاتا ہے تو اسے ابدی زندگی مل جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ، دنیاوی اور اخروی ہر اعتبار سے مسلمانوں کے لیے زندگی کے مترادف ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ : اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان امور کا حکم دیتا ہے جو ان کے ایمان کا تقاضا ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہنا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرنا، اس کی تعمیل کے لیے سبقت کرنا اور انھوں نے جس چیز سے روکا ہے اس سے باز رہنا اور اجتناب کرنا، سیدنا ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور آپ نے مجھے بلایا تو میں (اسی وقت) آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، بلکہ نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میرے پاس کیوں نہ آئے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”(مسجد سے) نکلنے سے پہلے پہلے میں تمھیں قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت سکھاؤں گا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد سے) باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کو یاد دلایا، آپ نے فرمایا: ”وہ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ہے، یہ سات آیتیں ہیں جو (نماز میں) بار بار پڑھی جاتی ہیں۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿ یأیها الذین اٰمنوا استجیبوا لله وللرسول إذا دعاکم ......الخ ﴾ : ٤٦٤٧]

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ : یعنی جب اللہ تعالیٰ کا حکم پہلی بار تمھارے پاس آئے تو اسے ٹھکرانے سے بچو، کیونکہ پھر اگر اس کے بعد اس کا ارادہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور تمھارے درمیان حائل ہو جائے گا اور تمھارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، جیسے چاہتا ہے اسے ادل بدل کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کے معنی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث بھی مروی ہیں، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا کیا کرتے تھے: ((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ)) ”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور جس دین کو آپ لے کر آئے ہیں، اس پر ایمان لائے ہیں، تو کیا آپ کو ہمارے بارے میں کوئی ڈر ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، بے شک ہر ایک کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، اللہ عزوجل انھیں پھیرتا رہتا ہے۔“ [مسند أحمد : ۱۱۲/۳، ح : ۱۲۱۱٤۔ ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء أن القلوب بین أصبعی الرحمٰن : ۲۱٤۰]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جیسے یہ ایک ہی دل ہو کہ اللہ جس طرح چاہے اسے پھیر دے، (اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام دلوں کو پھیرتا رہتا ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: «اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ! صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ» ''اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔''

[مسلم، کتاب القدر، باب تصریف الله تعالٰی القلوب کیف یشاء : ۲٦٥٤]

سیدنا نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ''ہر دل اللہ رب العالمین کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، وہ اسے جب سیدھا رکھنا چاہے تو سیدھا رکھتا ہے اور جب ٹیڑھا کرنا چاہے تو اسے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے: «يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ» ''اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور میزان رحمٰن کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے نیچا اور اونچا کرتا رہتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۸۲/٤، ح : ۱۷٦٤۸]

وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

''اور اس فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا اور جان لو کہ بے شک اللہ بہت سخت سزا والا ہے۔''

اس آیت میں اجتماعی زندگی سے پیدا ہونے والے بعض فتنوں سے بچاؤ اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ فرض کیجیے کہ کسی معاشرہ میں اللہ کے رسول کی نافرمانی یا کوئی برائی پیدا ہوتی ہے اور لوگ اس کا بروقت نوٹس نہیں لیتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ برائی معاشرہ میں پھیل جاتی ہے، تو اس برائی کی پاداش میں اللہ کی طرف سے جو عذاب آئے گا وہ سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ یہ ممکن نہ رہے گا کہ جو لوگ یہ برائی کا کام نہیں کرتے تھے وہ بچ جائیں۔ کیونکہ ان کا جرم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ برائی پیدا ہوئی یا بڑھنے لگی تھی تو اس وقت انھوں نے اسے روکنے میں غفلت کیوں کی تھی؟ اگر وہ روکتے تو سب لوگ عذاب سے بچ سکتے تھے۔

اصحاب سبت یعنی ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے والوں کا قصہ اس کی ایک مثال ہے۔ سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ

﴿ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱٦۳ تا ۱٦٥] ''اور ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب دینے والا ہے، بہت سخت عذاب؟ انھوں نے کہا تمھارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔ پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے، اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب کسی قوم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام نہ دیا جائے، تو اللہ تعالیٰ اس پر ہمہ گیر عذاب بھیج دیتا ہے۔ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے، یا پھر اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے گا، پھر تم اس سے دعا کرو گے مگر وہ تمھاری دعا قبول نہیں کرے گا۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۳۸۸، ۳۸۹، ح : ۲۳۳٦۳۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف...... الخ : ۲۱٦۹]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والوں اور اس میں واقع ہو جانے والوں، یا اس میں مداہنت سے کام لینے والوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ایک بحری جہاز پر سوار ہوئے اور ان میں سے کچھ لوگوں کے حصے میں جہاز کا سب سے نچلا، گہرا اور برا حصہ آیا اور کچھ لوگ اس کے بالائی حصہ میں سوار ہو گئے۔ نچلے حصے والے لوگوں کو پانی کے لیے اوپر جانا پڑتا تھا، جس کی وجہ سے وہ ان کے لیے اذیت کا باعث بنتے، اس لیے وہ کہنے لگے کہ اگر وہ اپنے حصے میں سوراخ کر لیں تو اس سے پانی بھی حاصل کر لیں گے اور یوں ہم اوپر والوں کو تکلیف بھی نہیں دیں گے۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو ان کے حالات پر چھوڑ دیں اور انھیں یہ کام کر لینے دیں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں (اور انھیں جہاز کے پیندے میں سوراخ نہ کرنے دیں) تو سب کے سب بچ جائیں گے۔'' [مسند أحمد : ۲٦۹/۴، ح : ۱۸۴۰۰۔ بخاری، کتاب الشرکة، باب هل يقرع في القسمة والاستهام فيه؟ : ۲۴۹۳، ۲٦۸٦]

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس قوم میں گناہ اور برے کام کیے جاتے ہوں اور وہ (یعنی گناہوں سے بچنے والے) کرنے والوں سے زیادہ معزز اور تعداد میں زیادہ ہوں مگر پھر بھی انھیں منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے گا۔'' [مسند أحمد : ۳٦۴/۴، ح : ۱۹۲٥۲۔ ابن ماجه، کتاب الفتن،

باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر : ٤٠٠٩]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ عذاب میں ان سب کو شریک کر لے۔'' [أبو داؤد، كتاب الملاحم، باب في الأمر والنهي : ٤٣٣٨]

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

''اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک کر لے جائیں گے تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمھیں قوت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کو اپنا یہ انعام و احسان یاد دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعداد کی قلت کو کثرت میں بدل دیا، کمزوری اور خوف کو قوت و نصرت سے بدل دیا، ان کے فقر اور تنگ دستی کو ختم کر کے انھیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا فرما دیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی ان نعمتوں پر اس کا شکر بجا لائیں۔ اس آیت میں مومنوں کے مکہ میں قیام کے زمانے کے حالات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وہاں تعداد میں قلیل تھے، چھپ چھپ کر اپنے دین کے مطابق عمل کرتے اور مغلوب و مقہور ہونے کی وجہ سے ڈرتے تھے کہ مشرکین انھیں ایذائیں نہ دیں، کیونکہ یہ سب لوگ ان کی قلت اور عدم قوت کے باعث ان کے دشمن تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت عطا فرما دی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں انھیں ٹھکانا عطا فرما دیا اور وہاں کے باشندوں کو توفیق عطا فرما دی تو انھوں نے مسلمانوں کو جگہ دی، نیز بدر کے دن اور دوسرے موقعوں پر ان کی مدد بھی کی، ان کے لیے مالی ایثار بھی کیا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اپنی جانیں بھی کھپا دیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۲۳] ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی، جب کہ تم نہایت کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرو، تاکہ تم شکر کرو۔''

مُسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ : اس میں مکی زندگی میں مسلمانوں کی قلتِ تعداد، سختی اور خوف کا ذکر ہے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ایک دن مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد عرض کی، میں آپ کی پیروی کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی تم اس زمانے میں اس کی طاقت نہیں رکھتے، کیا تم نے میرا حال اور لوگوں کا حال نہیں دیکھا، ابھی تم اپنے گھر چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو میرے پاس آ جانا۔'' [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب إسلام عمرو بن عبسة رضي

الله عنه : ۸۳۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی راہنمائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو، جہاں میں داخل ہوں، تم بھی داخل ہو جانا۔ پھر اگر میں نے کسی ایسے شخص کو دیکھا جس سے تمھیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو میں دیوار کے قریب کھڑا ہو جاؤں گا، گویا میں اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں، لیکن تم چلتے رہنا۔" [بخاری، کتاب المناقب، باب قصة زمزم : ۳۵۲۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی ذر رضی الله عنه : ۲۴۷۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۲۷

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو۔"

امانتوں میں خیانت کا دائرہ بہت وسیع ہے، امانتوں سے مراد وہ تمام عہد، معاہدے اور وہ ذمہ داریاں ہیں جو کسی انسان پر عائد کی گئی ہوں، مثلاً اللہ سے انسان کا عہد، عہد میثاق بھی ہے جسے پورا کرنے پر انسان اللہ کا نافرمان رہ ہی نہیں سکتا اور وہ عہد بھی جو انسان خود اللہ سے باندھتا ہے، جیسے نذریں اور منتیں وغیرہ۔ اللہ کے رسول سے خیانت یہ ہے کہ جن باتوں پر کسی مسلمان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے وہ ان میں فرار کی راہیں سوچنے لگے اور لوگوں سے معاہدے دین کے بھی ہو سکتے ہیں، صلح و جنگ کے سمجھوتے بھی، نکاح کے بھی، پھر انسان پر اس کے منصب کے لحاظ سے طرح طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ غرض اس آیت کے مضمون میں انسان کی پوری زندگی آ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی زندگی کے ہر واقعہ کے وقت متنبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی حال میں خیانت نہ کرے اور بالخصوص جس بات پر اس آیت میں مسلمانوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کفار سے متعلق مسلمانوں کی پالیسی کو منافقوں یا مشکوک لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کریں اور اس سلسلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیں، کیونکہ ہر قسم کی جنگی تدبیر اللہ اور اس کے رسول کی امانت ہے اور ایسے اقدامات کے متعلق کافروں کو اشارتاً یا کنایتاً مطلع کرنا، یعنی جنگی راز کو فاش کرنا بھی امانت میں خیانت ہے۔ جس کے نتائج انتہائی خطرناک ہوتے ہیں، بسا اوقات تو فتح شکست میں بدل جاتی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، ابو مرثد غنوی اور زبیر کو بھیجا، ہم تینوں گھوڑوں پر سوار تھے، فرمایا: "روضۂ خاخ میں جاؤ، وہاں تمھیں ایک مشرکہ عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے، (جو مکہ کے) مشرکوں کے نام لکھا گیا ہے، وہ اس سے لے آؤ۔" سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، وہیں ہم نے اس کو پایا۔ وہ ایک اونٹ پر جا رہی تھی۔ ہم نے اسے خط نکالنے کو کہا تو کہنے لگی، میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ میں نے اس کا اونٹ بٹھایا، تلاشی لی، تو

کوئی خط نہ ملا، آخر ہم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانا جھوٹ نہیں ہو سکتا، خط نکال! ورنہ ہم تجھے ننگا کر کے تلاشی لیں گے۔ جب اس نے اتنی سختی دیکھی تو ازار باندھنے کی جگہ کی طرف اپنا ہاتھ لے گئی، وہ ایک چادر میں لپٹی ہوئی تھی اور اس نے خط نکال کر دے دیا۔ چنانچہ ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! حاطب نے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے، آپ اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں۔ آپ نے حاطب کو بلا کر (ان سے) پوچھا: ''تم نے یہ کیوں کیا؟'' حاطب نے عرض کی، اللہ کی قسم! بھلا مجھے کیا جنون ہوا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ رکھوں، میری غرض اس خط کے لکھنے سے صرف اتنی تھی کہ قریش کے کافروں پر میرا کچھ احسان ہو جائے اور اس کے لحاظ سے میرے بال بچوں اور جائداد وغیرہ کو اللہ ان کے ہاتھ سے بچائے رکھے۔ آپ کے دوسرے (مہاجر) صحابہ کے عزیز و اقارب وہاں (مکہ میں) ہیں، جن کی وجہ سے ان کا گھر بار اور مال سب کچھ بچا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے، لہٰذا تم اس کے بارے میں اچھی اور خیر کی بات ہی کہو۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس نے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی خیانت کی ہے، آپ حکم دیجیے! میں اس کی گردن اتار دوں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور تمھیں معلوم نہیں کہ اہل بدر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمھارے گناہ معاف کر دیے ہیں۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب فضل من شهد بدرًا : ٣٩٨٣۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبی بلتعة و أهل بدر : ٢٤٩٤]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دین خیر خواہی ہے۔'' صحابہ نے پوچھا، کس کی خیر خواہی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمان امراء کی اور عام مسلمانوں کی۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة : ٥٥]

وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ یہ کہ) جب اسے امانتدار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ دے اور جب جھگڑے تو بد زبانی و گالی گلوچ کرے۔'' [بخاری، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے۔'' [بخاری،

کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۹]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا ایمان نہیں جس کے اندر امانت کی پاسداری نہیں اور اس کا دین نہیں جس کے اندر عہد کی پابندی (کا احساس) نہیں۔'' [مسند أحمد : ۳/ ۱۳۵، ح : ۱۲۳۹۲۔ ابن حبان : ۱۹٤]

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ١ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۠ ۲۸

''اور جان لو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایک آزمائش کے سوا کچھ نہیں اور یہ کہ یقیناً اللہ، اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''

مال اور اولاد کی محبت ہی عام طور پر انسان کو خیانت پر اور اللہ اور رسول کی اطاعت سے گریز پر مجبور کرتی ہے۔ اس لیے ان کو فتنہ (آزمائش) قرار دیا گیا ہے، یعنی اس کے ذریعے سے انسان کی آزمائش ہوتی ہے کہ ان کی محبت میں امانت اور اطاعت کے تقاضے پورے کرتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ پورے کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اس آزمائش میں کامیاب ہے، بصورت دیگر ناکام۔ اس صورت میں یہی مال اور اولاد اس کے لیے عذابِ الٰہی کا باعث بن جائیں گے۔

سیدنا یعلی بن مرہ عامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما دوڑے دوڑے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انھیں سینے سے لگا لیا اور فرمایا: ''اولاد بخل اور بزدلی کا باعث ہے۔'' [ابن ماجه، کتاب الأدب، باب بر الوالد و الإحسان إلی البنات : ۳٦٦٦۔ مسند أحمد : ٤/ ۱۷۲، ح : ۱۷۵۷٦]

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ : یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمتیں امتحان و آزمائش کے لیے عطا فرمائی ہیں اور وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے ہو یا نہیں، ان نعمتوں کی موجودگی میں اس کی اطاعت کرتے ہو یا ان دل چسپیوں میں کھو کر اس سے غافل ہو جاتے ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ١ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التغابن : ۱۵] ''تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ١ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ﴾ [التغابن : ١٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ا۟قْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ١ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۲۴] ''کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے تمھارے متعلق محتاجی سے ڈر نہیں لگتا، بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی، پھر تم بھی دنیا کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے، جیسے وہ دنیا کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے۔ تو یہ دنیا تمھیں بھی اسی طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، بابٌ : ۴۰۱۵]

سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی اس (شہادت والی) انگلی کو سمندر میں ڈالے، پھر دیکھے کہ وہ کس چیز کو لے کر لوٹتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامۃ : ۲۸۵۸]

وَاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ : یعنی اس کا ثواب، اس کی نعمتیں اور اس کی بہشتیں تمھارے اموال و اولاد سے بہتر ہیں، کیونکہ ان میں سے تو کوئی تمھارا دشمن بھی ہو سکتا ہے اور اکثر تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتے، اللہ رب ذوالجلال ہی کی ذات گرامی دنیا و آخرت میں متصرف و مختار ہے اور اسی کے پاس روزِ قیامت بے پایاں اجر و ثواب ہو گا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تین باتیں جس کسی میں ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی کا مزہ پا لے گا: ① اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزدیک باقی تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ ② جس کسی سے محبت کرے تو اللہ ہی کے لیے اس سے محبت کرے۔ ③ کفر میں واپس جانے کو ایسے برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو (ہر کوئی) برا سمجھتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب حلاوۃ الإیمان : ۱۶۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الإیمان : ۴۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو اولاد، اموال اور اپنی جانوں کی محبت سے بھی مقدم ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس وقت تک تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے اپنی جان، اپنے اہل و عیال، اپنے مال اور سب لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ ہو۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ أکثر من الأھل : ۷۰/۴۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ

لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھارے لیے (حق و باطل میں) فرق کرنے کی بڑی قوت بنا دے گا اور تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

یعنی اگر تم اس بات سے ڈرتے رہے کہ تم سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو اللہ کی رضا کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ تمھارے اندر ایسا نور بصیرت یا ایسی قوت تمیز پیدا کر دے گا جو زندگی کے ہر موڑ پر تمھاری راہنمائی کرے گی کہ فلاں کام اللہ کی رضا کے مطابق ہے اور فلاں اس کی مرضی کے خلاف ہے، یعنی جو لوگ ایمان لانے کے بعد تقویٰ اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں تین قسم کے انعامات سے نوازتا ہے، ایک تو ان میں حق و باطل میں تمیز کرنے کی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے، دوسرے ان کی برائیوں کو مٹا دیا جاتا ہے اور تیسرے ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور تقویٰ کے یہ ثمرات محض تقویٰ کی بنا پر نہیں، بلکہ اس لیے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لامحدود فضل کا مالک ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا : یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے احکام کو بجا لائے اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کرے تو اسے یقیناً حق و باطل میں فرق کرنے کی توفیق بھی مل جائے گی اور یہ توفیق یقیناً اللہ کی طرف سے بے پایاں اجر و ثواب کے حصول کا باعث بن جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحدید : ۲۸] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

وَ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ : یعنی تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے گا اور قیامت کے دن تمھارے گناہ بخش دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓىِٕكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵، ۱۳۶] ”اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔ یہ لوگ ہیں جن کی جزا ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں اور (یہ) عمل کرنے والوں کا اچھا اجر ہے۔“

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ : یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں اتنا بدلہ ہی نہیں دے گا جتنا تم عمل کرو گے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ دے گا، کیونکہ وہ بہت بڑا سخی ہے کہ تمھاری سوچ سے بھی بلند عطیہ دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾ [السجدۃ : ١٧] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔''

وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

''اور جب وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تیرے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے، تاکہ تجھے قید کر دیں، یا تجھے قتل کر دیں، یا تجھے نکال دیں اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''

جب کچھ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تو کفار مکہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر محمد (ﷺ) یہاں مکہ سے ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے تو پھر یہ خطرہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائے گا۔ لہٰذا جیسے بھی ممکن ہو اس کا علاج فوری طور پر سوچنا چاہیے۔ اس غرض کے لیے انھوں نے دار الندوہ میں مجلس کی اور شرکائے مجلس سے تجاویز و آراء طلب کی گئیں۔ کسی نے کہا کہ اسے پابہ زنجیر کر کے قید کر دیا جائے۔ شیطان جو خود اس مجلس میں انسانی صورت میں حاضر ہوا تھا، کہنے لگا، یہ تجویز درست نہیں، کیونکہ اس کے پیروکار اس کے اس قدر جاں نثار ہیں کہ وہ اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر بھی اس کو کسی نہ کسی وقت چھڑا لیں گے۔ دوسرے نے کہا کہ اسے یہاں سے جلاوطن کر دیا جائے، اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ کم از کم ہم تو ہر روز کی بک بک سے نجات پا جائیں گے۔ شیطان نے کہا، یہ تجویز بھی درست نہیں، کیونکہ اس شخص کے کلام اور بیان میں اتنا جادو ہے کہ وہ جہاں جائے گا وہیں اس کے جاں نثار پیدا ہو جائیں گے، پھر وہ انھیں لے کر کسی وقت بھی آپ پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ بعد میں ابو جہل بولا کہ ہم سب قبائل میں سے ایک ایک نوجوان لے لیں اور یہ سب مل کر محمد (ﷺ) پر یکبارگی حملہ کر کے اسے جان ہی سے ختم کر دیں۔ یہ رائے سن کر شیطان خوش ہوا اور اس نے اس رائے کو بہت پسند کیا۔ پھر اس کام کے لیے وقت بھی اسی مجلس میں مقرر ہو گیا کہ فلاں رات یہ سب نوجوان مل کر محمد (ﷺ) کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور جب وہ باہر نکلیں تو سب یکبارگی ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دیں۔ قریش کے اس مشورے کے بعد جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے قریش کے اس مشورے سے مطلع کرتے ہوئے کہا کہ آج کی رات آپ اپنے اس بستر پر آرام نہ فرمائیں جس پر آپ روزانہ آرام فرمایا کرتے ہیں اور ساتھ ہی جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں سے ہجرت کر جانے کی اجازت عطا فرما دی ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا ﴾ [الطارق : ۱۵، ۱۶] ”بے شک وہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں، ایک خفیہ تدبیر۔ اور میں بھی خفیہ تدبیر کرتا ہوں، ایک خفیہ تدبیر۔“

آپ اس رات اپنے بستر پر سوئے ہی نہیں، بلکہ علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہجرت کی رات سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کا سودا کیا، وہ یہ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو اوڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ سو گئے۔ [مسند أحمد : ۱/ ۳۳۰، ۳۳۱، ح : ۳۰۶۲۔ مستدرك حاكم : ۳/ ۴، ح : ۴۲۶۴]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾

”اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو یقیناً اس جیسا ہم بھی کہہ دیں، یہ تو پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔“

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ : کفار کہتے تھے کہ یہ قرآن ہے ہی کیا، یہ صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں، جنھیں آپ نے اگلے لوگوں کی کتابوں سے اخذ کیا ہے اور آپ انھیں لوگوں کو سنا دیتے ہیں۔ تو کفار کی یہ بات بہت بڑا جھوٹ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر بھی ان کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان : ۵، ۶] ”اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوا لی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو کہہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں سب پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ : یہ ان کے عجز کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں پہلے پورے قرآن پھر اس کی دس سورتوں اور پھر صرف ایک سورت کی مثل لانے کے لیے کہا۔ وہ جواب میں کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو اس جیسا ہم بھی کہہ دیں۔ کوئی ان سے پوچھے اگر واقعی ایسا ہی ہے تو تمھیں کس نے اس جیسا کلام لانے سے روکا ہے؟ تمھاری مقابلے کی غیرت کہاں گئی؟ اس قدر لا جواب ہونے کے باوجود تم کیوں نہیں اس کی مثل کہنا چاہتے، کچھ تو زبان کھولو۔ صرف ﴿ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴾ کی تین آیتوں جیسی ہی سورت لے آؤ۔ معلوم ہوا تم صاف جھوٹ کہہ رہے ہو۔

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾

’’اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔‘‘

یہ آیت اس بات کی مثال ہے کہ انسان جب مخالفت اور شدید دشمنی پر اتر آئے تو وہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یا کر رہا ہوں اس میں خود میرا کس قدر نقصان ہے۔ کفار مکہ نے یہ بات اپنی بے پناہ جہالت اور تکذیب و دشمنی کی شدت کی وجہ سے کہی تھی اور یہ ان کے لیے موجب عیب و عار بن گئی، جبکہ انھیں کہنا یوں چاہیے تھا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے برحق ہے تو ہمیں اس کی ہدایت فرما اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما، لیکن اس کے بجائے انھوں نے اپنے لیے جلد سزا اور عذاب کا مطالبہ کیا، قرآن میں ان کے بار بار عذاب لے آنے کے مطالبے کا کئی مقامات پر ذکر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۳] ’’اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴾ [صٓ : ۱۶] ’’اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے جلدی دے دے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ۝ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ۝ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴾ [المعارج : ۱ تا ۳] ’’ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اللہ کی طرف سے، جو سیڑھیوں والا ہے۔‘‘

سابقہ امتوں کے جاہلوں نے بھی اسی طرح کہا تھا، مثلاً قوم شعیب نے ان سے کہا تھا: ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [الشعرآء : ۱۸۷] ’’سو ہم پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دے، اگر تو سچوں میں سے ہے۔‘‘

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) ابو جہل نے اس طرح دعا کی: « اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ » ’’اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔‘‘ تو اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں: ﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝ وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۳۳، ۳۴] ’’اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں عذاب دے، جب کہ تو ان میں ہو اور اللہ انھیں کبھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔ اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے، جب کہ وہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں، حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں، اس کے متولی نہیں ہیں مگر جو متقی ہیں اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إذ

قالوا اللهم إن كان هذا هو الحق ...... الخ ﴾ : ٤٦٤٨]

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

”اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں عذاب دے، جب کہ تو ان میں ہو اور اللہ انھیں کبھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔“

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ : یعنی جب تک آپ ان میں موجود تھے اللہ تعالیٰ ان پر کبھی عذاب بھیجنے والا نہیں تھا، کیونکہ اس کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی قوم پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ان کا رسول اور ایمان والے ان میں موجود رہتے ہیں۔ چنانچہ نوح، ہود، صالح اور لوط علیہم السلام کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ قوم لوط کے متعلق فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الذاریات : ۳۵] ”سو ہم نے اس (بستی) میں ایمان والوں سے جو بھی تھا نکال لیا۔“

اسی طرح نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تمام اہل ایمان کو کشتی میں بٹھا لو اور پھر عذاب بڑھنا شروع ہوا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ [ہود : ۴۰] ”یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا اس میں ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ) دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو سوار کر لے، سوائے اس کے جس پر پہلے بات ہو چکی اور ان کو بھی جو ایمان لے آئے اور اس کے ہمراہ تھوڑے سے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَ لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۲۷] ”تو ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا، پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے تو ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ) دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس میں داخل کر لے، مگر ان میں سے وہ جس پر پہلے بات طے ہو چکی اور مجھ سے ان کے بارے میں بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا ہے، وہ یقیناً غرق کیے جانے والے ہیں۔“

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ : یہ بھی اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے گناہوں پر نادم ہو کر استغفار کرتی رہتی ہے وہ اسے ہلاک نہیں کرتا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس امت میں دو امان تھے، ایک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا استغفار، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے (وہ امان تو اٹھ گیا) اب ایک امان باقی ہے اور وہ استغفار ہے۔[السنن الكبرى للبيهقي : ٥/ ٤٥، ٤٦، ح : ٩٠٣٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، (پہلے) تم میں دو امان نامے تھے، ایک تو گزر چکا ہے یعنی (رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس) اور ایک باقی ہے یعنی توبہ و استغفار کرنا، پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۳۳] ''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں عذاب دے، جب کہ تو ان میں ہو اور اللہ انھیں کبھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔'' [مستدرك حاكم : ۵۴۲/۱، ح : ۱۹۸۸ ـ شعب الإيمان للبيهقي : ۴۴۲/۱، ح : ۶۵۴]

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۴

''اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے، جب کہ وہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں، حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں، اس کے متولی نہیں ہیں مگر جو متقی ہیں اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

یعنی ان لوگوں کے عذاب کا مستحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر ان پر عذاب نہیں آ رہا تو اس کی مندرجہ بالا وجوہ ہیں اور ان کے عذاب کے مستحق ہونے کی بھی دو وجہیں ہیں، ایک یہ کہ انھوں نے مسلمانوں پر بیت اللہ میں داخل ہونے پر پابندی لگا رکھی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ انھوں نے بیت اللہ پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے متولی ہیں، کیونکہ ہم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں، حالانکہ متولی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روک ہی دے، نیز یہ کہ تولیت کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہونا کافی نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہو اور وہ موحد تھے، مشرک نہیں تھے، یعنی اگر اولادِ ابراہیم مشرک ہے تو اس سے تولیت چھین کر اس شخص کو دی جائے گی جو موحد اور پرہیز گار ہو، خواہ وہ اولادِ ابراہیم سے ہو یا نہ ہو۔ کعبہ کی تولیت کے لیے شرط اول پرہیز گاری اور اللہ کا تقویٰ ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونا نہیں۔

وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ : یعنی وہ مسجد حرام کے متولی نہیں، بلکہ اس مسجد کے متولی نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۖۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴾ [التوبة : ۱۷، ۱۸] ''مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو

یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔“

رفاعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو جمع کیا اور ان سے پوچھا: ”کیا اس وقت تم میں تمھارے علاوہ بھی کوئی دوسرا شخص موجود ہے؟“ انھوں نے عرض کی کہ اس وقت ہم میں ایک تو ہمارا بھانجا، ایک ہمارا حلیف اور ایک ہمارا آزاد کردہ غلام ہے، آپ نے فرمایا: ”ہمارا حلیف ہم میں سے ہے، ہمارا بھانجا ہم میں سے ہے اور ہمارا آزاد کردہ غلام بھی ہم میں سے ہے۔ تم میں سے میرے دوست وہ ہیں جو پرہیز گار ہیں۔“ [مستدرك حاكم : ۲/۳۲۸، ح : ۳۲۶۶۔ مسند أحمد : ۴/۳۴۰، ح : ۱۹۰۱۷، ۱۹۰۱۸۔ طبراني كبير : ۵/۴۵، ۴۶، ح : ۴۵۴۴ تا ۴۵۴۷]

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾

”اور ان کی نماز اس گھر کے پاس سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا کبھی کچھ نہیں ہوتی۔ سو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کرتے تھے۔“

یعنی وہ لوگ کعبہ کے پاس عین حرم میں تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے اور اسے اپنی نماز، اللہ کی عبادت اور اس کے قرب کا ذریعہ قرار دیتے۔ افسوس اب مسلمانوں نے بھی نمازیں اور قرآن چھوڑ کر عاشقانہ اشعار، سیٹیوں اور تالیوں کے مجموعے قوالی کو طریقت و معرفت کا نام دے کر روح کی غذا قرار دے رکھا ہے۔ بے شمار لوگ اسے تصوف کا اہم رکن قرار دے کر صرف سیٹیوں اور تالیوں ہی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ باقاعدہ مرشد کے اردگرد طواف اور رقص کر کے اسے اپنی نماز سمجھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ......

نماز عابداں سجدہ سجود است　　　نماز عاشقاں کلی وجود است

اللہ کی قسم! جب تک مسلمان تصور شیخ کا شرک اور صوفیوں کی عبادت کے یہ خود ساختہ طریقے اور موسیقی و رقص جیسی دل میں نفاق پیدا کرنے والی خرافات ترک نہیں کرتے اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ارکان ایمان و اسلام کی پابندی خصوصاً جہاد نہیں کرتے، کبھی دنیا میں سر نہیں اٹھا سکتے، ہمیشہ ذلت و خواری ہی ان پر مسلط رہے گی۔

آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ بیت اللہ کے پاس جمع ہو کر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے، تاکہ مسلمان خشوع و خضوع کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکیں۔ پھر اس پر دعویٰ یہ کہ اگر مسلمانوں کا دین سچا ہے تو پھر ہم پر عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا؟ غالباً وہ یہ سمجھتے تھے کہ عذاب صرف آسمان سے پتھروں کی شکل میں آیا کرتا ہے جو خرق عادت کے طور پر واقع ہو، حالانکہ غزوۂ بدر میں ان کی شکست فاش اللہ کا ایسا عذاب تھا جس نے کفر اور کافروں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ گویا انھیں کیا معلوم تھا کہ یہ جنگ ہی اللہ کا عذاب بن کر ان پر مسلط ہونے والی ہے، یا یہ کہ ان کی دعا کی قبولیت کا

وقت اب آ چکا ہے اور تقدیر الٰہی کا فیصلہ ان کے خلاف صادر ہونے والا ہے۔

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ : اس عذاب سے مراد کفار قریش کا بدر کے دن عبرت ناک قتل اور ذلت آمیز قید ہے۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ''اے فلاں کے بیٹے فلاں! اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے اسے سچ پا لیا، کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶]

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں، تاکہ اللہ کے راستے سے روکیں۔ پس عنقریب وہ انھیں خرچ کریں گے، پھر وہ ان پر افسوس کا باعث ہوں گے، پھر وہ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔''

جب قریش مکہ کو بدر میں شکست ہوئی اور ان کے شکست خوردہ اصحاب مکہ واپس گئے، ادھر سے ابوسفیان بھی اپنا تجارتی قافلہ لے کر وہاں پہنچ چکے تھے تو کچھ لوگ، جن کے باپ، بیٹے اور بھائی اس جنگ میں مارے گئے تھے، وہ سب ابوسفیان اور جن کا اس تجارتی سامان میں حصہ تھا ان کے پاس گئے اور ان سے استدعا کی کہ وہ اس مال کو مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے استعمال کریں، مسلمانوں نے ہمیں بڑا سخت نقصان پہنچایا ہے، اس لیے ان سے انتقامی جنگ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انھی لوگوں یا اسی قسم کا کردار اپنانے والوں کے بارے میں فرمایا کہ بے شک یہ لوگ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کے لیے اپنا مال خرچ کر لیں، لیکن ان کے حصے میں سوائے حسرت اور مغلوبیت کے کچھ نہیں آئے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ بعد میں بھی جب تک مسلمان اللہ کے احکام پر کاربند رہے اور انھوں نے جہاد کی تیاری میں کوئی کوتاہی نہ کی، تو ان کے خلاف جنگ کے لیے خرچ کیے ہوئے کفار کے اموال ہمیشہ ان کے لیے باعث حسرت ہی بنے اور وہ ہمیشہ مغلوب ہی ہوئے۔

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا

﴿فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ (۳۷) ع ۱۸

’’تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور ناپاک کو، اس کے بعض کو بعض پر رکھے، پس اسے اکٹھا ڈھیر بنا دے، پھر اسے جہنم میں ڈال دے۔ یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔‘‘

اس آیت کا تعلق اوپر والی آیت سے ہے اور معنی یہ ہے کہ تمام اہل کفر جہنم میں جمع کیے جائیں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو مومنوں سے الگ کر دے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ اہل کفر اپنا مال اسلام کے خلاف کارروائی میں خرچ کریں گے تو وہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں حسرت کا باعث بنے گا اور مسلمان اپنا جو مال نبی کریم ﷺ کی نصرت کے لیے خرچ کریں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جزا کے اعتبار سے اسے مشرکوں کے اس مال سے الگ کر دے گا جو وہ نبی کریم ﷺ کی عداوت اور ان کے خلاف جنگ پر صرف کریں گے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جہنم میں اس طرح اکٹھا کر دے گا کہ مارے ازدحام کے ایک دوسرے پر لدے ہوں گے۔

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ : یعنی ان کو الگ کر دے جو اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے دشمنوں اور کافروں سے جہاد کرتے ہیں، یا اس کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد سے اعراض کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ ﴾ [آل عمران : ۱۷۹] ’’اللہ کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھیں غیب پر مطلع کرے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران: ۱۴۲] ’’یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔‘‘

﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ (۳۸)

’’ان لوگوں سے کہہ دے جنھوں نے کفر کیا، اگر وہ باز آ جائیں تو جو کچھ گزر چکا انھیں بخش دیا جائے گا اور اگر پھر ایسا ہی کریں تو پہلے لوگوں کا طریقہ گزر ہی چکا ہے۔‘‘

یعنی غزوۂ بدر میں شکست فاش سے دوچار ہونے کے بعد اگر اب بھی یہ کافر اپنی معاندانہ سرگرمیوں سے باز آ جائیں تو ان کی سابقہ خطائیں معاف ہو سکتی ہیں اور اگر باز نہیں آتے تو ان کا بھی وہی حشر ہو گا جو غزوۂ بدر میں ان کے پیش رووں کا ہو چکا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ : سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اسلام پہلے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یھدم ما قبلہ : ۱۲۱]

باز آ جانے میں یہ بھی شامل ہے کہ اسلام لا کر اپنی حالت بھی بدلیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اسلام میں اچھے عمل کیے تو اس سے جاہلیت کے اعمال کا مؤاخذہ نہیں ہوگا اور جس نے اسلام میں برے عمل کیے تو اس سے پہلے اور بعد کے تمام اعمال کا مؤاخذہ ہوگا۔“ [بخاری، کتاب استتابة المرتدین و المعاندین وقتالھم، باب إثم من أشرک باللہ وعقوبتہ فی الدنیا والآخرة : ۶۹۲۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب ھل یؤاخذ بأعمال الجاھلیة : ۱۲۰]

وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ : یعنی اگر پھر اسلام کو اکھیڑنے اور مسلمانوں کی طاقت ختم کرنے کا منصوبہ بنائیں تو جس طرح پہلے لوگ تباہ و برباد ہوئے کہ جنھوں نے انبیاء کو ستایا اور ان سے جنگ کی، اسی طرح یہ بھی تباہ و برباد ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ١ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴾ [ق : ۳۶] ”اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلیں ہلاک کر دیں، جو پکڑنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں۔ پس انھوں نے شہروں کو چھان مارا، کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟“ اور فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ١ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا١ۚ۬ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا۰۰ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً١ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ١ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ [فاطر : ۴۳، ۴۴] ”اب یہ پہلے لوگوں سے ہونے والے طریقے کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ پس تو نہ کبھی اللہ کے طریقے کو بدل دینے کی کوئی صورت پائے گا اور نہ کبھی اللہ کے طریقے کو پھیر دینے کی کوئی صورت پائے گا۔ اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، حالانکہ وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت تھے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ١ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۷] ”بلاشبہ تم سے پہلے بہت سے طریقے گزر چکے، سو زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ١ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۰۰۳۹

”اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو

بے شک اللہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم لوگ اہل کفر و شرک سے جنگ کرو، یہاں تک کہ شرک کا خاتمہ ہو جائے، کافروں کی طرف سے مسلمانوں کی آزمائش کا دور ختم ہو جائے اور ایک اللہ کی عبادت عام ہو جائے، اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ اگر مشرکین کفر و معاصی سے ظاہری طور پر باز آ جائیں تو تم لوگ بھی جنگ کرنے سے رک جاؤ۔ ان کے باطنی اعمال کو اللہ جانتا ہے وہی ان کا حساب کرے گا اور ان کے کیے کے مطابق انھیں بدلہ دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ﴾ [التوبۃ : ۵] ''پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا، اے ابوعبدالرحمٰن ! کیا آپ نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی: ﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾ [الحجرات : ۹] ''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' تو جیسا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے، آپ (علی و معاویہ رضی اللہ عنہما سے) لڑائی کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے جواب دیا، بھتیجے ! مجھے اس آیت کی وجہ سے الزام دیا جائے اور میں لڑائی نہ کروں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ مجھے اس آیت کی وجہ سے الزام دیا جائے: ﴿ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾ [النساء : ۹۳] ''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔'' اس شخص نے کہا (اچھا اس کا کیا کرو گے) کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ﴾ [الأنفال : ۳۹] ''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔'' تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اس وقت اس آیت کے مطابق عمل کیا تھا جب اسلام ابھی زیادہ نہیں پھیلا تھا اور مسلمانوں کو دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا کر کے قتل کر دیا جاتا، یا گرفتار کر لیا جاتا تھا اور جب اسلام پھیل گیا تو اب فتنہ باقی نہیں رہا۔ اس شخص نے جب یہ دیکھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کی رائے سے اتفاق نہیں کر رہے ہیں، تو اس نے کہا کہ پھر علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ انھوں نے کہا کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں میرا اعتقاد سنو، عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تو انھیں معاف فرما دیا ہے مگر تم نہیں چاہتے کہ اللہ انھیں معاف کرے اور علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں میں یہ کہتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں اور (ابن عمر رضی اللہ عنہما نے)

ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کی یہ لخت جگر، جیسا کہ تم دیکھتے ہو (ان کے حبالۂ عقد میں تھیں)۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ...... الخ ﴾ : ٤٦٥٠]

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ فتنے میں لڑائی کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے فرمایا، کیا تمھیں معلوم ہے کہ فتنہ کیا ہے؟ (نبی کریم) محمد ﷺ مشرکوں سے لڑائی کرتے تھے اور ان میں ٹھہر جانا ہی فتنہ تھا اور آپ ﷺ کی جنگ تمھاری ملک وسلطنت کی جنگ کی طرح نہیں تھی۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ...... الخ ﴾ : ٤٦٥١]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں، حتیٰ کہ وہ کہہ دیں "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کر لیں گے تو مجھ سے اپنے خون اور اموال بچا لیں گے، سوائے اسلام کے حق کے، پھر ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔" [بخاری، کتاب الإيمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة و اتو الزكوة فخلوا سبيلهم ﴾ : ٢٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله : ٢٢]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے قیامت تک کے لیے تلوار دے کر بھیجا ہے، حتیٰ کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت ہونے لگے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنا دی گئی ہے جو میرے طریقے کی مخالفت کرے اور جو شخص جس قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہو جائے گا۔" [مسند أحمد : ٢/ ٥٠، ح : ٥١١٤]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شجاعت کے لیے لڑتا ہے، ایک شخص حمیت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص ریاکاری کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں لڑنے والا کون ہے؟ فرمایا: "جو شخص اس لیے لڑائی کرے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کو سربلندی حاصل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالى : ﴿ ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين ﴾ : ٧٤٥٨۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله : ١٩٠٤/١٥٠]

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ : یعنی اسلام لے آئیں تو تمھارے لیے ان کا ظاہر کافی ہے۔ اگر وہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے یا چھپ کر کوئی غلط کام کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری اور باطنی اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے، وہ خود نمٹ لے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِنْ تَابُوْا وَ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ﴾ [التوبة : ٥] "پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔" اور فرمایا: ﴿ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٩٣] "اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہیں۔"
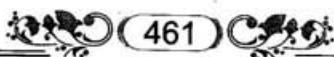
سیدنا ابوظبیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حرقہ قبیلے کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کیا، ان کو شکست دی اور ہوا یوں کہ میرا اور ایک انصاری آدمی کا حرقہ کے ایک شخص سے ٹاکرا ہو گیا۔ جب ہم نے اس کو گھیر لیا تو وہ "لا الٰہ الا اللہ" کہنے لگا۔ یہ سنتے ہی انصاری نے تو اپنا ہاتھ کھینچ لیا، لیکن میں نے برچھا مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ اب جب ہم اس جنگ سے واپس پلٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی، تو آپ نے فرمایا: "اسامہ تو نے یہ کیا کیا کہ "لا الٰہ الا اللہ" کہنے کے بعد اس کو مار ڈالا؟" میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ تو اپنے بچاؤ کے لیے کہتا تھا۔ لیکن آپ بار بار وہی فرماتے رہے، حتیٰ کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں اسی دن مسلمان ہوا ہوتا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي صلی اللہ علیہ وسلم أسامة إلى الحرقات من جهينة : ٤٢٦٩]

وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۴۰

"اور اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تمھارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔"

مسلمانوں ہی کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اگر کفار و مشرکین ایمان نہیں لاتے اور کفر و معاصی سے باز نہیں آتے، تو تم لوگ اس یقین کے ساتھ زندہ رہو کہ تمھارا حامی و ناصر اللہ ہے اور جس کا حامی و ناصر اللہ ہو اسے کون مٹا سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴾ [محمد : ١٠، ١١] "تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اس لیے کہ بے شک جو کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٥٠] "بلکہ اللہ ہی تمھارا مالک ہے اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہتر ہے۔"

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس (احد کے) دن مشرکوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کے ایک گروہ کو درے پر مقرر فرما کر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا اور فرمایا: "تم اسی جگہ ڈٹے رہنا، اگر تم یہ دیکھو کہ ہمیں فتح ہو گئی تو بھی اس جگہ سے نہ ہلنا اور اگر یہ دیکھو کہ دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے تو پھر بھی اپنی جگہ چھوڑ کر ہماری مدد نہ کرنا۔" ہمارا مقابلہ ہوا تو دشمن بھاگ اٹھا، حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی عورتیں بھی اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے پہاڑوں کی طرف بھاگ رہی تھیں، جس کی وجہ سے ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں، تو اس صورت حال کو دیکھ کر درے پر مقرر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا، غنیمت! غنیمت! عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا، مگر ساتھیوں نے انکار کر دیا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا اور ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے۔ ابوسفیان نے مسلمانوں کا جائزہ لیتے

ہوئے پوچھا، کیا ان لوگوں میں محمد (ﷺ) موجود ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے پوچھا، کیا لوگوں میں ابن قحافہ (یعنی ابوبکر) موجود ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' اس نے کہا، کیا لوگوں میں ابن خطاب موجود ہیں؟ جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو کہنے لگا، گویا یہ سب لوگ قتل ہو گئے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو میری بات کا جواب ضرور دیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے، اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تیرے لیے باقی رکھا ہے، تاکہ تجھے غم وحزن لاحق ہو۔ اس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ بلند کیا، ہبل بلند ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے عرض کی، ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم یہ کہو کہ اللہ ہی اعلیٰ اور اجل ہے۔'' ابوسفیان نے کہا، ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا جواب دیں؟ فرمایا: ''یہ کہو کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں۔'' ابوسفیان نے کہا، یہ دن جنگ بدر کے دن کا جواب ہے اور لڑائی کنویں کے ڈول کی طرح ہوتی ہے، تم دیکھو گے کہ تمھارے کچھ لوگوں کا مثلہ کر دیا گیا ہے، مگر اس کا میں نے حکم نہیں دیا تھا اور نہ یہ بات مجھے بری لگتی ہے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد : ۴۰۴۳۔ أبو داوٗد، كتاب الجهاد ، باب في الكمناء : ۲۶۶۲]

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾

''اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی، جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو امت محمدیہ کے لیے حلال بنا دیا ہے۔ ''غنیمت'' اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے جنگ کرنے کے بعد ہاتھ آئے اور ''فے'' اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کے حاصل ہو، جیسے وہ مال جو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مصالحت کے نتیجہ میں حاصل ہو، یا کوئی ذمی مال چھوڑ کر مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو اور وہ مال جو جزیہ اور خراج کے طور پر حاصل ہو۔ اس آیت کریمہ کے مطابق مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں گے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور آیت میں مذکور لوگوں کے لیے ہوگا، جبکہ باقی چار حصے جنگ میں شریک ہونے والوں پر عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کر دیے جائیں گے۔ پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ اور گھڑ سوار کے لیے تین حصے، ایک حصہ اس کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے۔ آگے فرمایا کہ اگر تمھارا ایمان اللہ پر اور ان معجزات و آیات پر ہے جو ہم نے بدر کے دن اپنے بندے محمد (ﷺ) پر اتاری تھیں، جو حق و باطل کی جدائی کا دن تھا، تو پھر غنائم کی تقسیم کے سلسلہ میں ہم نے جو حکم نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو۔

<u>وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ</u>: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (اللہ کے رسول ﷺ نے قبیلہ عبد القیس کے) وفد کو صرف ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، پھر آپ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانا کسے کہتے ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مزید برآں یہ کہ تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (اسلامی حکومت کو) ادا کرو۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب أداء الخمس من الإیمان : ۵۳]

عبد اللہ بن شقیق رحمہ اللہ بلقین کے ایک شخص سے روایت بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ وادیٔ قریٰ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! غنیمت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور باقی چار حصے لشکر

کے لیے۔" میں نے عرض کی کہ کیا ان میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کی نسبت زیادہ حق تو نہیں رکھتا؟ فرمایا: "نہیں، حتیٰ کہ وہ تیر بھی جو (دشمن کی جانب سے آیا اور تمھارے پہلو میں آ لگا اور اسے) تم اپنے پہلو سے نکالو، اپنے مسلمان بھائی کی نسبت تم اس کے زیادہ حق دار نہیں ہو۔" [السنن الکبریٰ للبیهقی : ۳۲٤/٦، ح : ۱۲۸٦۲]

مقداد بن معدی کرب کندی بیان کرتے ہیں کہ وہ عبادہ بن صامت، ابو الدرداء اور حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کا تذکرہ شروع کر دیا۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں غزوے میں مال غنیمت کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ عبادہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی اور اس وقت مال غنیمت کا ایک اونٹ آپ کے سامنے تھا، سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان اونٹ کی ایک مینگنی پکڑی اور فرمایا: "یہ بھی تمھاری غنیمتوں میں سے ہے اور خمس کے علاوہ باقی میرا حصہ بھی تمھارے حصے کے برابر ہی ہے اور یہ پانچواں حصہ بھی تمھی کو واپس کر دیا جاتا ہے، لہٰذا سوئی اور دھاگے کو بھی پیش کر دو۔ اس سے کوئی بڑی یا چھوٹی چیز ہو تو اسے بھی پیش کر دو اور خیانت نہ کرو، کیونکہ خیانت تو خائن لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں آگ اور عار ہے۔" [مسند أحمد : ۳۱٦/٥، ح : ۲۲۷٦٥۔ أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی فداء الأسیر بالمال : ۲٦۹٤]

مال غنیمت کے سلسلہ میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا، ورنہ پہلے انبیاء کے زمانہ میں مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ چیزیں ایسی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، مجھے ایک مہینے کی مسافت کے رعب سے مدد دی گئی ہے، میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دی گئی ہے، لہٰذا میری امت میں سے جس کسی کے لیے (جہاں) نماز کا وقت ہو جائے تو اسے چاہیے کہ (اسی جگہ وقت پر) نماز پڑھ لے، میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور قبل ازیں ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، مگر میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں اور مجھے شفاعت کا اختیار مرحمت فرمایا گیا ہے۔" [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : جعلت لی الأرض مسجدًا و طهورًا : ٤۳۸]

مالِ غنیمت کا ۵/۴ یعنی پانچ میں سے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں، سوار کو تین حصے دیے جائیں اور پیدل کو ایک حصہ دیا جائے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر : ٤۲۲۸۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب کیفیة قسمة الغنیمة بین الحاضرین : ۱۷٦۲]

اگر زخمیوں کی تیمار داری وغیرہ کے لیے عورتیں شریک جہاد ہوں تو انھیں بھی مالِ غنیمت میں سے کچھ دے دیا جائے، لیکن مردوں کی طرح ان کا حصہ مقرر نہ کیا جائے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین

کو غزوات میں شریک فرما لیا کرتے تھے۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور غنیمت میں سے انھیں بھی کچھ حصہ مل جایا کرتا تھا، لیکن آپ ان کا حصہ باقاعدہ متعین نہیں فرماتے تھے۔[مسلم، کتاب الجهاد، باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم ...... الخ : ۱۸۱۲]

مالِ غنیمت میں سے اس شخص کو بھی حصہ دیا جائے جو امیر کے حکم سے کسی دوسرے کام میں مصروف ہو اور شریک جہاد نہ ہو سکے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر نہ ہو سکے تھے، اس لیے کہ ان کے نکاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں اور وہ اس وقت بیمار تھیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”تمھارے لیے بھی اتنا ہی اجر اور حصہ ہوگا جتنا اجر اور حصہ بدر میں شریک ہونے والوں کو ملے گا۔“ [بخاري، کتاب فرض الخمس، باب إذا بعث الإمام رسولاً في حاجة ...... الخ : ۳۱۳۰]

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۴۲﴾

”جب تم قریب والے کنارے پر اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ضرور مقرر وقت کے بارے میں آگے پیچھے ہو جاتے اور لیکن تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا، تاکہ جو ہلاک ہو واضح دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے واضح دلیل سے زندہ رہے اور بے شک اللہ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

قریب والے کنارے سے مراد وہ کنارہ جو مدینہ شہر سے قریب تھا اور دور والے کنارے سے مراد وہ کنارہ جو مدینہ منورہ سے نسبتاً دور تھا، جہاں مشرکین موجود تھے اور قافلے سے مراد ابوسفیان کا تجارتی قافلہ تھا، جو بدر سے بہت دور مغرب کی طرف نشیب میں تھا، جبکہ بدر کا میدان بلندی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے دونوں جماعتوں کو بغیر کسی پیشگی وعدہ وعید کے میدان بدر میں اکٹھا کر دیا، اسی لیے کہ اگر جنگ کے لیے کسی دن اور تاریخ کا اعلان ہوتا تو یہ لڑائی کے لیے جمع نہ ہوتے، لیکن کیونکہ اس جنگ کا ہونا اللہ نے لکھ رکھا تھا، اس لیے ایسے اسباب پیدا کر دیے گئے کہ دونوں فریق میدان بدر میں بغیر کسی پیشگی وعدہ کے جمع ہو گئے۔ یوں اللہ کی مرضی سے مسلمانوں کی کافروں کے ایک بڑے لشکر سے مڈ بھیڑ ہو گئی اور نامساعد حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی، کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس کا دین غالب ہو، اس کا کلمہ بلند ہو کر رہے، تاکہ اب کسی کے پاس اسلام قبول نہ کرنے کی کوئی حجت باقی نہ رہے، جو کفر پر ہلاک ہو تو ہلاک ہونے سے پہلے اسے معلوم رہے کہ وہ جان بوجھ کر ضلالت و گمراہی کی راہ اختیار کر رہا ہے اور کفر پر مر رہا ہے

اور جو اسلام لانا چاہے وہ اس ایمان و یقین کے بعد اس دین کو قبول کر لے کہ یہی دین برحق ہے اور اسی کو اختیار کرنے میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بُسَیسَہ کو جاسوس بنا کر روانہ کیا، تا کہ وہ ابوسفیان کے (تجارتی) قافلہ کی خبر لائیں۔ بُسَیسَہ جب (قافلے کی خبر لے کر) لوٹے تو اس وقت گھر میں سوائے میرے اور رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور لوگوں سے فرمایا: ''ہمیں ایک کام (یعنی قافلہ کی طلب) کے لیے جانا ہے، لہٰذا جسے سواری دستیاب ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔'' کچھ لوگوں نے مدینہ کے بالائی حصے سے اپنی سواریاں لانے کی اجازت طلب کی، تو آپ نے فرمایا: ''نہیں، جس کی سواری موجود ہو بس وہی چلے۔'' قصہ کوتاہ، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب (مدینہ سے) نکلے۔ چنانچہ آپ مشرکین سے پہلے بدر کے مقام پر پہنچ گئے اور بعد ازاں مشرکین بھی وہاں آ گئے۔[مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۱]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے (تجارتی) قافلہ کے ارادے سے نکلے، (آپ قافلے کی تلاش میں چلتے رہے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی باہمی معاہدہ کے (محض ناگہانی طور پر) جمع کر دیا۔[بخاری، کتاب المغازی، باب قصة بدر ...... الخ : ۳۹۵۱]

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾

''جب اللہ تجھے تیرے خواب میں دکھا رہا تھا کہ وہ تھوڑے ہیں اور اگر وہ تجھے دکھاتا کہ وہ بہت ہیں تو تم ضرور ہمت ہار جاتے اور ضرور اس معاملے میں آپس میں جھگڑ پڑتے اور لیکن اللہ نے سلامت رکھا۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی امداد ہی کی ایک صورت تھی کہ عریش یعنی خیمہ میں اللہ کے حضور آہ و زاری اور فتح و نصرت کی دعائیں مانگنے کے بعد جب آپ پر نیند کا غلبہ ہوا، تو حالتِ خواب میں آپ کو کفار کی تعداد ان کی اصل تعداد سے کم دکھلائی گئی اور اس کا فائدہ یہ تھا کہ مسلمان کہیں کفار کی تعداد اور ان کے اسلحۂ جنگ سے مرعوب ہو کر ہمت ہی نہ ہار بیٹھیں اور مشورہ کی صورت میں جنگ کرنے یا نہ کرنے کی مصلحتوں پر غور کیا جانے لگے اور پھر اس میں اختلاف ہونے لگے۔ گویا ایسا خواب دکھلانے کا ایک مقصد تو مسلمانوں کی ہمت بندھانا تھا اور دوسرا اختلاف سے بچانا اور جنگ پر دلیر بنانا تھا۔

وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ

ع ۱

﴿ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾

’’اور جب وہ تمھیں، جس وقت تم مقابل ہوئے، ان کو تمھاری آنکھوں میں تھوڑے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی آنکھوں میں بہت کم کرتا تھا، تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا اور سب معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔‘‘

یعنی تم مسلمان کافروں کی تعداد اصل تعداد سے تھوڑی سمجھ رہے تھے اور دشمن یہ سمجھتا تھا کہ مسلمان ہماری نسبت بہت تھوڑے ہیں۔ اس طرح فریقین کے حوصلے بڑھ گئے اور لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ یوں جو کام مشیت الٰہی میں ہونا مقدر تھا اس کے اسباب پیدا ہوتے گئے اور وہ بالآخر ہو کے رہا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب دونوں لشکر ابھی صف آرا نہیں ہوئے تھے اور جب صف آرا ہو گئے تو اس وقت کافروں کو مسلمانوں کی تعداد ان کی اصل تعداد سے دگنی نظر آنے لگی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [آل عمران : ۱۳] ’’یقیناً تمھارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں، ایک جماعت اللہ کے راستے میں لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی، یہ ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی مدد کے ساتھ قوت بخشتا ہے، بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔‘‘

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی گروہ کے مقابل ہو تو جمے رہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا چلی جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو جنگ کے آداب سکھلائے ہیں۔ پہلی ہدایت یہ ہے کہ دشمن سے مقابلے کے وقت شجاعت و بہادری اور ثابت قدمی و استقلال کا مظاہرہ کیا جائے، کیونکہ اس کے بغیر میدان جنگ میں ٹھہرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ دوسری ہدایت یہ کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ مسلمان اللہ کی مدد کے طالب رہیں اور اللہ بھی کثرتِ ذکر کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ رہے اور اگر مسلمان تعداد میں زیادہ بھی ہوں تو کثرت کی وجہ سے ان کے

اندر عُجب و غرور پیدا نہ ہو، بلکہ اصل توجہ اللہ کی امداد ہی پر رہے۔ تیسری ہدایت، اللہ اور رسول کی اطاعت، ظاہر بات ہے کہ ان نازک حالات میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کتنی سخت خطرناک ہو سکتی ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے ویسے تو ہر حالت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے، تاہم میدانِ جنگ میں اس کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے اور اس موقع پر تھوڑی سی بھی نافرمانی اللہ کی مدد سے محرومی کا باعث بن سکتی ہے۔ چوتھی ہدایت کہ آپس میں تنازع اور اختلاف نہ کرو، اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور پانچویں ہدایت کہ صبر کرو، یعنی جنگ میں جتنی بھی شدت آ جائے اور تمھیں کتنے بھی کٹھن مراحل سے گزرنا پڑے، صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شجاعت و بہادری، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری اور اطاعت و فرماں برداری کے اعتبار سے اس قدر آگے بڑھے ہوئے تھے کہ سابقہ امتوں اور زمانوں میں اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی اور نہ بعد میں نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی برکت سے انھوں نے بہت ہی قلیل مدت میں مشرق و مغرب کے ملکوں اور ان میں بسنے والے لوگوں کے دلوں کو فتح کر لیا، حالانکہ رومیوں، ایرانیوں، ترکوں، بربر، حبشیوں اور قبطیوں کے لشکر ہائے جرار کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت ہی قلیل تھی، لیکن انھوں نے ان سب کو شکست دی، یہاں تک کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو گیا، اللہ کا دین تمام ادیان پر غالب آ گیا اور تیس سال سے بھی کم عرصے میں اسلامی ملکوں کا سلسلہ مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا :ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [الأنفال : ۱۵، ۱۶] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا، ایک لشکر کی صورت میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھیرو۔ اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، ماسوائے اس کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو، یا کسی جماعت کی طرف جگہ لینے والا ہو تو یقیناً وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۰۰] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے رہو اور جب تمھارا دشمن سے سامنا ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب كان النبي ﷺ إذا لم يقاتل أول النهار أخر القتال حتى تزول الشمس : ۲۹۶٦۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب كراهة تمني لقاء العدو ...... الخ : ۱۷٤۲]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لڑائیاں دو قسم کی ہیں، جس نے اللہ کی رضاجوئی کے لیے لڑائی لڑی، اپنے امیر کی اطاعت کی، اپنا بہترین مال خرچ کیا، ساتھی کے لیے سہولت پیدا کی اور فساد سے اجتناب کیا تو اس کا سونا و جاگنا سب اجر کا مستحق ہے، تاہم جس نے شیخی بگھارنے، دنیا کے دکھاوے اور شہرت کے لیے جنگ کی، نیز امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ کچھ ثواب لے کر نہ لوٹا (بلکہ الٹا عذاب کا مستحق ٹھہرا)۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب فيمن يغزو ويلتمس الدنيا : ٢٥١٥ـ نسائي، كتاب البيعة، باب التشديد في عصيان الإمام : ٤٢٠٠ـ مستدرك حاكم : ٨٥/٢، ح : ٢٤٣٥ـ مسند أحمد : ٢٣٤/٥، ح : ٢٢١٠٣]

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران: ١٥٢]
''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا، جب تم انھیں اس کے حکم سے کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے ہمت ہار دی اور تم نے حکم کے بارے میں آپس میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اس نے تمھیں وہ چیز دکھا دی جسے تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے، پھر اس نے تمھیں ان سے پھیر دیا، تاکہ تمھیں آزمائے اور بلاشبہ یقیناً اس نے تمھیں معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر بڑے فضل والا ہے۔''

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا: ''آسانی پیدا کرنا سختی نہ کرنا، بشارت دینا نفرت پیدا نہ کرنا، اتفاق رکھنا اختلاف نہ کرنا۔''
[بخاري، كتاب الجهاد، باب ما يكره من التنازع والاختلاف في الحرب ...... الخ : ٣٠٣٨]

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ اس کا جو وہ کر رہے تھے، احاطہ کرنے والا تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس کی راہ جہاد میں اخلاص سے کام لینے اور کثرت سے اس کا ذکر کرنے کے حکم کے بعد مشرکوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے گھروں سے اس طرح نہ نکلو جس طرح مشرک نکلے تھے، یعنی فخر اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے، جیسا کہ ابوجہل سے کہا گیا کہ قافلہ بچ کر آ گیا ہے، لہٰذا لوٹ جاؤ، تو اس نے کہا، نہیں، واللہ! ہم اس وقت تک واپس نہیں ہوں گے جب تک بدر کے پانی تک نہ پہنچ جائیں، اونٹوں کو ذبح نہ کر

لیں، شرابیں نہ پی لیں، باندیاں گانے نہ گا لیں، تاکہ ہماری آج کی اس شان و شوکت کے بارے میں عرب ہمیشہ بیان کرتے رہیں، لیکن یہ سب کچھ اس کے الٹ ثابت ہوا، اس لیے کہ وہ جب بدر کے میدان میں آئے تو درحقیقت موت کے میدان میں آئے تھے اور قتل ہونے کے بعد انھیں قلیب بدر میں اس طرح پھینک دیا گیا کہ وہ بے حد ذلیل و رسوا تھے اور سرمدی و ابدی عذاب ان کا منتظر تھا۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ : یعنی اپنی قوت پر ناز اور فخر کرنا اور اپنی بہادری جتانے کے لیے لڑنا آخرت کے لحاظ سے بالکل بے فائدہ ہے۔ غزوۂ حنین میں بعض ایمان والوں نے اپنی کثرت پر ناز کیا تھا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴾ [التوبة : ۲۵] ”بلاشبہ یقیناً اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے تمھیں خود پسند بنا دیا، پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔“

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر دریافت کیا کہ ایک آدمی مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے، ایک آدمی شہرت کے لیے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے کون اللہ کے راستے میں متصور ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، صرف وہی اللہ کے راستہ میں لڑنے والا ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا : ۲۸۱۰۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله : ۱۹۰۴]

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ ع

”اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے اور کہا آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب آنے والا نہیں اور یقیناً میں تمھارا حمایتی ہوں، پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور اس نے کہا بے شک میں تم سے بری ہوں، بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔“

شیطان نے مشرکین قریش کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ تمھارا ارادہ بہت ہی اچھا ہے، کیونکہ اس طرح

محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کی کمر ٹوٹ جائے گی اور یقین کر لو کہ آج تم غالب ہو کر رہو گے اور محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو بھاگنے کی بھی جگہ نہیں ملے گی، مزید یہ کہ میں تمھارا معین و مددگار ہوں گا۔ لیکن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور شیطان نے فرشتوں کو مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے اترتے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور کہنے لگا کہ میں تمھارے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان سے براءت کا اظہار کرتا ہوں، میں تو فرشتوں کو آسمان سے اترتے دیکھ رہا ہوں، جنھیں تم نہیں دیکھ رہے ہو اور مجھے ڈر ہے کہ اللہ اس عذاب میں مجھے بھی گرفتار نہ کر دے۔

وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ : شیطان نے کافروں سے یہ ساری باتیں کیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۰] ”وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔“

شیطان کا اعمال بد کو مزین کر کے دکھانے والا معاملہ صرف کافروں کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ مسلمانوں کو بھی ایسے جال میں پھنسانا اس کی فطرت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شیطان تم میں سے ہر ایک کی گردن کے پیچھے گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے کہ ابھی بہت رات باقی ہے، مزے سے سوئے رہو۔ پھر اگر وہ شخص بیدار ہوا اور اس نے اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے وضو کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر اس نے نماز پڑھ لی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور دل شاد ہوتا ہے، ورنہ صبح کو بد باطن اور سست مزاج اٹھتا ہے۔“ [بخاری، کتاب التهجد، باب عقد الشيطان على قافية ...... الخ : ۱۱٤۲]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا کہ وہ برابر صبح تک سوتا رہا، نماز کے لیے نہیں اٹھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔“ [بخاری، کتاب التهجد، باب إذا نام و لم يصل بال الشيطان فى أذنه : ۱۱٤٤]

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ : یعنی جب اسے فرشتوں کی صورت میں امداد الٰہی نظر آئی تو ایڑیوں کے بل بھاگ کھڑا ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ان لشکروں کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾ [الأنفال : ۹] ”جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴾ [الأنفال : ۱۲] ”جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ

ہوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان لائے ہیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دوں گا۔ پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ۔"

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾

"جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں ایک بیماری تھی، کہہ رہے تھے ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے۔ اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

مدینہ کے منافق اور یہودی کہتے تھے کہ مسلمان اپنے دینی جوش میں دیوانے ہو گئے ہیں، بھلا ان کی اس مٹھی بھر بے سروسامان جماعت کا قریش جیسی زبردست طاقت سے ٹکر لینے کے لیے تیار ہو جانا دیوانگی نہیں تو کیا ہے؟ یہ لوگ پتا نہیں کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، جب کہ ہمیں تو اس معرکہ میں تباہی یقینی نظر آ رہی ہے اور سب کچھ دیکھتے بھالتے یہ لوگ اپنی موت کو دعوت دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیوانے مسلمان نہیں، بلکہ یہ خود ہیں، جو یہ بات نہیں سمجھتے کہ جو شخص اللہ پر بھروسا کر لیتا ہے تو اللہ ضرور اس کی مدد کرتا ہے، وہ مدد کرنے پر غالب ہے اور ایسے سب طریقے خوب جانتا ہے۔

ممکن ہے کہ اس آیت میں غزوۂ احد یا غزوۂ احزاب یا کسی اور غزوہ کی طرف اشارہ ہو، کیونکہ غزوۂ بدر کے زمانہ میں منافقین نہیں تھے، بلکہ منافقین غزوۂ بدر کے بعد وجود میں آئے، جیسا کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، لمبی حدیث ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار کے ساتھ بدر کے مقام پر جنگ ہوئی اور اس جنگ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کرا دیا، تو عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور دیگر مشرکین و بت پرست، جو اس کے ساتھ تھے، آپس میں کہنے لگے، یہ معاملہ (یعنی اسلام) تو غالب آ گیا ہے (اب ایمان لے آنے ہی میں عافیت ہے)، لہٰذا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے (بظاہر) اسلام قبول کر لیا۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ لتسمعن من الذين ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٦]

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۙ ﴿۵۱﴾

"اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ اور جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اس کے بدلے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس لیے کہ یقیناً اللہ بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔"

اللہ نے فرمایا ہے کہ اے نبی (ﷺ)! اگر آپ اس حالت کو دیکھ لیں جب فرشتے کفار کی روحیں قبض کر رہے ہوتے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ ایک ہولناک اور دہشت ناک منظر ہے۔ یہ آیت کریمہ اگرچہ واقعۂ بدر کے سیاق میں ہے، لیکن یہ ہر کافر کے حق میں عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اسے اہل بدر کے ساتھ خاص نہیں کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ﴾ [الأنعام : ۹۳] ''اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں۔'' اور فرمایا: ﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ [محمد : ۲۷، ۲۸] ''تو کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے، ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا اور اس کی خوشنودی کو برا جانا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک تفصیلی حدیث مروی ہے، جس میں مومن و کافر کی جان کنی کا منظر پیش کیا گیا ہے، کافر سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''موت کے وقت ملک الموت جب کافر کے پاس آتا ہے تو اس کی روح سے کہتا ہے، اے خبیث نفس! نکل اپنے اللہ کی ناراضی اور غضب کی طرف، تو (یہ سن کر) روح اس کے جسم میں چھپتی پھرتی ہے۔ تو ملک الموت اسے اس کے جسم سے اس طرح نکالتا ہے جس طرح گیلی اون سے لوہے کی سلاخ کو نکال لیا جاتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۲۸۷/۴، ۲۸۸، ح : ۱۸۵٦۱]

وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ : یعنی وہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا، کیونکہ وہ تو عادل حاکم ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ غنی و حمید کی ذات بابرکات اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے، جیسا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام قرار دے رکھا ہے اور اسے تمھارے لیے بھی حرام ٹھہرایا ہے، لہٰذا تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝

''(ان کا حال) فرعون کی آل اور ان لوگوں کے حال کی طرح (ہوا) جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔ بے شک اللہ بہت قوت والا، بہت سخت عذاب والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے کافروں کا انجام بد بیان کرنے کے بعد اب یہاں یہ بتایا کہ کافر

قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ اور ہر دور میں یہی برتاؤ رہا ہے۔ جس طرح ان کافروں کا انجام بد ہوا اسی طرح ان سے پہلے فرعونیوں اور دوسرے کافروں کا انجام برا ہوتا رہا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ۝۵۳

”یہ اس لیے کہ بے شک اللہ کبھی وہ نعمت بدلنے والا نہیں جو اس نے کسی قوم پر کی ہو، یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے اور اس لیے کہ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم کفران نعمت کا راستہ اختیار کر کے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے اعراض کر کے اپنے احوال و اخلاق کو نہیں بدل لیتی، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کا دروازہ بند نہیں فرماتا، گویا وہ جو نعمت کسی کو دیا کرتا ہے تو اس سے کسی گناہ کے ارتکاب کے سبب محروم بھی کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴾ [الرعد: ۱۱] ”بے شک اللہ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے، یہاں تک کہ وہ اسے بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔“

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۵۴

”(ان کا حال) فرعون کی آل اور ان لوگوں کے حال کی طرح (ہوا) جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ہم نے فرعون کی آل کو غرق کیا اور وہ سب ظالم تھے۔“

اس کا تعلق اوپر کی آیت سے ہے، یعنی جیسا کہ فرعونیوں اور ان سے پہلے کے کافروں نے کیا، انھوں نے اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب کی اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کا غلط استعمال کر کے گناہوں کے مرتکب ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ نعمتیں چھین لیں، جو انھیں باغات، چشموں، کھیتیوں، خزانوں، نفیس مکانوں اور آرام کی ان چیزوں کی صورت میں عطا کی تھیں جن میں وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ انھیں ہلاک کر دیا اور فرعونیوں کو سمندر میں ڈبو دیا۔ اس کے بارے میں اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔

﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ۝۵۵

''بے شک سب جانوروں سے برے اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔''

''شَرُّ النَّاسِ'' (لوگوں میں سب سے بدتر) کے بجائے انھیں ''شَرُّ الدَّوَآبِّ'' (جانوروں میں سے بدتر) کہا گیا ہے۔ ''دَوَابٌّ'' کا لفظ اگرچہ لغوی معنی کے لحاظ سے انسانوں اور چوپایوں دونوں پر بولا جاتا ہے، لیکن عام طور پر اس کا استعمال چوپایوں کے لیے ہوتا ہے۔ گویا کافروں کا تعلق انسانوں سے ہے ہی نہیں، کفر کا ارتکاب کر کے وہ جانور، بلکہ جانوروں میں بھی سب سے بدتر جانور بن گئے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴾ [البينة : ٦، ٧] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔''

﴿ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴾ ۝۵۶

''وہ جن سے تو نے عہد باندھا، پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے۔''

یہ ان کافروں ہی کی ایک عادت بیان کی گئی ہے کہ ہر بار نقض عہد کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کے عواقب سے ذرا نہیں ڈرتے۔ بعض لوگوں نے اس سے یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ کو مراد لیا ہے جن سے رسول اللہ ﷺ کا یہ معاہدہ تھا کہ وہ کافروں کی مدد نہیں کریں گے، لیکن انھوں نے اس کی پاسداری نہیں کی۔

﴿ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ ۝۵۷

''پس اگر کبھی تو انھیں لڑائی میں پا ہی لے تو ان (پر کاری ضرب) کے ساتھ ان لوگوں کو بھگا دے جو ان کے پیچھے ہیں، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔''

یہود بنی قریظہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اگر یہ لوگ جنگ میں پکڑ لیے جائیں تو انھیں ایسی کاری ضرب لگایے اور ایسی سزا دیجیے کہ جو دوسرے دشمنانِ اسلام گھات لگائے بیٹھے ہیں وہ ڈر کے مارے بھاگ جائیں اور یہ یہود ان کے لیے نشانِ عبرت بن جائیں، رسول اکرم ﷺ نے اس حکم الٰہی پر کیسے عمل کیا، احادیثِ نبوی میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ خندق سے لوٹے اور ہتھیار اتار کر غسل کیا، تو اسی وقت جبریل علیہ السلام آن پہنچے، ان کا سر غبار آلود تھا، کہنے لگے: ''آپ نے ہتھیار اتار دیے؟

اللہ کی قسم! میں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے۔‘‘ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ’’اب کہاں کا ارادہ ہے؟‘‘ انھوں نے ایک طرف اشارہ کیا، یعنی بنو قریظہ کی طرف، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف نکلے۔ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب الغسل بعد الحرب والغبار : ۲۸۱۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب سے واپس آئے، تو آپ نے منادی کی: ’’تم میں سے کوئی شخص بھی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ کے محلہ میں۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب...... الخ : ۴۱۱۹]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنو قریظہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر راضی ہو کر قلعے سے نیچے اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ وہ گدھے پر بیٹھ کر تشریف لائے۔ جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: ’’اپنے سردار یا (فرمایا) اپنے بزرگ کو لو (یعنی اسے نیچے اتارو)۔‘‘ پھر آپ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ’’یہ بنو قریظہ تمھارے فیصلے پر راضی ہوئے ہیں (اب تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟)‘‘ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جو کا فر لڑائی کے قابل ہیں انھیں قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد اور عورتیں قید کی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تو نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ کا حکم تھا۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب...... الخ : ۴۱۲۱]

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝۵۸

’’اور اگر کبھی تو کسی قوم کی جانب سے کسی خیانت سے فی الواقع ڈرے تو (ان کا عہد) ان کی طرف مساوی طور پر پھینک دے۔ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔‘‘

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ کوئی بھی قوم جس سے تمھارا معاہدۂ امن ہو چکا ہو، خواہ وہ تمھاری ریاست کے اندر ہو یا باہر ہو اور اس قوم سے تمھیں عہد شکنی یا دغا بازی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو تم اس کے خلاف کوئی خفیہ کارروائی یا سازش نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت میں تمھیں علی الاعلان اس قوم پر واضح کر دینا چاہیے کہ اب ہمارا تمھارا معاہدہ ختم ہے، تاکہ وہ کسی دھوکے میں نہ رہیں اور تم پر عہد شکنی کا الزام نہ رہے۔ اس کی مثال یہ واقعہ ہے، جسے سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سرزمین روم کی طرف کوچ کر رہے تھے، جبکہ آپ کے اور ان کے مابین ایک معاہدہ تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ ان کے قریب پہنچ جائیں اور جب معاہدے کی مدت ختم ہو تو (اچانک) ان پر حملہ کر دیں، تو انھوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ایک سواری پر سوار ہیں اور کہہ رہے ہیں، اللہ اکبر، اللہ اکبر! وعدہ وفا کرنا ہے، بے وفائی نہیں کرنی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ’’جس کا کسی قوم کے ساتھ کوئی عہد ہو تو جب تک مدت گزر نہ جائے،

اس معاہدے کو ختم نہ کرے اور نہ کوئی نیا معاہدہ کرے، یہاں تک کہ اس وعدے کی مدت پوری ہو جائے، یا ان کا عہد برابری کی بنیاد پر انھی کی طرف پھینک دے۔'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ حدیث پہنچی تو واپس آ گئے، حدیث بیان کرنے والے یہ بزرگ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ [مسند أحمد : ۱۱۱/۴، ح : ۱۷۰۱۷۔ أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب في الإمام يكون بينه وبين العدو عهد فيسير نحوه : ۲۷۵۹۔ ترمذی، کتاب السير، باب ما جاء في الغدر : ۱۵۸۰]

البتہ اگر معاہدہ کی خلاف ورزی فریق ثانی کی طرف سے ہو تو پھر ایسے اعلان کی ضرورت نہیں، فریق ثانی کی بدعہدی ہی کو اعلانِ جنگ سمجھا جائے گا۔ اس کی مثال یہ واقعہ ہے کہ صلح حدیبیہ کی رو سے مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان میعادی معاہدۂ امن ہوا۔ بنو بکر مشرکین مکہ کے حلیف تھے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے۔ قریش مکہ نے بنو بکر کی حمایت کرتے ہوئے علانیہ بنو خزاعہ کی خوب پٹائی کی۔ بنو خزاعہ کے آدمی فریادی بن کر مدینہ پہنچے، اس عہد شکنی کا اعتراف قریش کو بھی تھا، کیونکہ اس کے بعد ابو سفیان تجدید عہد کے لیے مدینہ پہنچا، لیکن اس کی اس درخواست کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کیا اور بالآخر قریش کی یہی عہد شکنی اور غداری مکہ پر چڑھائی اور اس کی فتح کا سبب بنی۔

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ (بچ کر) نکل گئے، بے شک وہ عاجز نہیں کریں گے۔''

یہاں وہ کفار قریش مراد ہیں جو میدانِ بدر میں جان بچا کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ وہ ہرگز نہ سمجھیں کہ اللہ کی گرفت سے نکل گئے ہیں۔ اللہ کی گرفت سے کون نکل سکتا ہے، اسے کون عاجز بنا سکتا ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [النور : ۵۷] ''تو ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کر کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بلاشبہ وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔''

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾

''اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنھیں تم نہیں جانتے، اللہ انھیں جانتا ہے اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھاری طرف پوری لوٹائی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں مسلمانوں کو صریح طور پر حکم دیا ہے کہ وہ دشمنانِ دین کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری جنگی تیاری کریں اور اس بارے میں کبھی غافل نہ ہوں۔ اس کی عظیم حکمت یہ بتائی کہ جب دشمنانِ اسلام کو معلوم ہو گا کہ مسلمان پوری طرح تیار ہیں، اگر جنگ کی نوبت آ گئی تو وہ ہمارا صفایا کر دیں گے تو ان پر رعب طاری رہے گا اور مسلمانوں پر دست درازی سے باز رہیں گے اور چونکہ جنگی تیاری اور جدید ترین اسلحہ کی صفت بغیر زرِ کثیر کے وجود میں نہیں آ سکتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس راہ کے اخراجات کو ''انفاق فی سبیل اللہ'' سے تعبیر کیا اور بتایا کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ آج مسلمان ذلت و مغلوبیت کا شکار ہیں، تو اس کا سبب جہاں ایمان و عمل کی کمی ہے، وہاں یہ سبب بھی ہے کہ وہ اسلحہ سازی اور جنگی تیاریوں میں دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلے میں بہت ہی پیچھے ہیں۔ ہر مسلمان ملک ہتھیاروں کے لیے کاسۂ گدائی لے کر دوسری قوموں کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور وہ قومیں انھیں صرف دفاعی ہتھیار دینے پر راضی ہوتی ہیں۔ وہ کبھی نہیں چاہتیں کہ مسلمان اس پوزیشن میں آ جائیں کہ وہ اللہ اور رسول کے ان دشمنوں پر حملہ کر سکیں کہ جنھوں نے بہت سے ممالک میں مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ : سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ منبر پر تشریف فرما تھے، آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ﴾ پھر فرمایا: ''خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۵۷/۴، ح : ۱۷۴۴۲۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الرمی والحث علیه ...... الخ : ۱۹۱۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ''رَمْیٌ'' کا لفظ استعمال کیا ہے، جو اس زمانے کے ہر اس ہتھیار پر بھی صادق آئے گا، جسے دشمن کی طرف سیکڑوں میل کی مسافت سے پھینک کر دشمن کی صفوں اور اس کے شہروں میں تباہی لائی جاتی ہے، اس لیے مسلمانوں کو اس آیت کریمہ اور مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر جہادی تیاری پر پورا دھیان دینا چاہیے۔

مسلمانوں کی جہادی تربیت اور سامان حرب کے استعمال اور فراہمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلچسپیوں کا اندازہ درج ذیل احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، ایک تیر کو بنانے والا، جو اسے خیر (جہاد) کی نیت سے بنائے، دوسرا تیر چلانے والا اور تیسرا مجاہد کو تیر فراہم کرنے والا۔'' نیز آپ نے فرمایا: ''اور تم تیر انداز بنو، شہسوار بنو، تاہم تمھارا تیر اندازی کرنا شہسواری کی نسبت مجھے زیادہ پسند ہے۔ ہر وہ چیز جس سے انسان کھیل کود کرے وہ باطل و بے فائدہ ہے، سوائے اپنے گھوڑے کو تربیت دینے، اپنی بیوی سے دل لگی کرنے اور کمان سے تیر پھینکنے کے کہ یہ درست اور حق ہے اور جو شخص نشانہ بازی سیکھ کر اسے بھلا دیتا ہے وہ اپنے فن سے کفران نعمت کا ارتکاب کرتا ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی الرمی : ۲۵۱۳۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل الله : ۳۱۴۸]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''عنقریب کئی ملک تمھارے ہاتھ پر فتح ہوں گے اور اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی نصرتوں سے نواز دے گا، لہٰذا تم میں سے کوئی شخص اس چیز سے عاجز نہ آئے کہ اپنے تیروں سے کھیلے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الرمى والحث عليه ...... الخ : ۱۹۱۸]

عامر بن سعد اپنے باپ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سعد کو تیر پکڑاؤ، اللہ تیرے تیروں کو ہدف پر پہنچائے۔ سعد! تیر چلاؤ، تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔'' [مستدرك حاكم : ۹۶/۲، ح : ۲٤۷۲۔ ترمذی، كتاب المناقب، باب ارم فداك أبى و أمى : ۳۷۵۳۔ بخاری، كتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت...... الخ ﴾ : ٤۰۵۵]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کی جانب تشریف لے گئے، وہ لوگ (اس وقت سوق نامی جگہ میں) باہم تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ''اے اسماعیل (علیہ السلام) کے بیٹو! نشانہ بازی کا شغل جاری رکھو! تمھارے باپ بھی ماہر نشانہ باز تھے۔ نشانہ لگاؤ! میں بھی فریقین میں سے فلاں گروہ کی طرف سے نشانہ لگانے میں شریک ہوتا ہوں۔'' اس کے بعد دوسرے گروہ کے لوگ تیر اندازی کرنے سے رک گئے۔ آپ نے فرمایا: ''تیر کیوں نہیں چلاتے؟'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ فلاں گروہ کے ساتھ ہیں، اس حالت میں ہم کیسے تیر پھینکیں؟ آپ نے فرمایا: ''اچھا تیر اندازی جاری رکھو، میں دونوں کے ساتھ ہوں۔'' [بخاری، كتاب الجهاد، باب التحريض على الرمى ...... الخ : ۲۸۹۹]

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک تیر چلایا اور وہ دشمن کو لگا یا نہ لگا، تیر انداز کو بہر حال ایک گردن آزاد کرنے کے برابر اجر ملے گا، نیز جس نے مومن کو آزاد کیا تو وہ اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے بچانے کا باعث بنے گا اور جو شخص اللہ کے راستے میں بڑھاپے کو پہنچا تو قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگا۔'' [نسائی ، كتاب الجهاد، باب ثواب من رمى بسهم فى سبيل الله : ۳۱٤۷۔ ترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فى فضل من شاب شيبة فى سبيل الله : ۱٦۳۵۔ مسند أحمد : ۳۸٦/٤، ح : ۱۹٤۵٦]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے نشانہ بازی سیکھی، پھر اس کو بھلا دیا تو وہ ہم میں سے نہیں'' یا فرمایا: ''اس نے نافرمانی کی۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الرمى والحث عليه ...... الخ : ۱۹۱۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حبشی صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مسجد کے اندر) اپنے بھالوں سے کھیل رہے تھے، (وہ مختلف کرتب دکھا رہے تھے کہ) اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، وہ کنکریاں اٹھا کر ان کو مارنے

لگے، مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عمر! انھیں چھوڑ دو (یعنی کھیلنے دو)۔“ [مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب الرخصة في اللعب الذي لا معصية فيه في أيام العيد : ۸۹۳۔ بخاري، كتاب الجهاد، باب اللهو بالحراب و نحوها : ۲۹۰۱]

وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴾ [العاديات : ۱ تا ۵] ”قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پیٹ اور سینے سے آواز نکالتے ہوئے دوڑنے والے ہیں! پھر جو سم مار کر چنگاریاں نکالنے والے ہیں! پھر جو صبح کے وقت حملہ کرنے والے ہیں! پھر اس کے ساتھ غبار اڑاتے ہیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ بڑی جماعت کے درمیان جا گھستے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدۂ (ثواب) کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھوڑا پالا تو اس کے گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب و لید سب قیامت کے دن نیکیوں کے ترازو میں رکھ کر تولا جائے گا۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب من احتبس فرسًا في سبيل الله : ۲۸۵۳]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے مروڑتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت تک کے لیے خیر و برکت گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ بندھی ہوئی ہے، یعنی اجر و ثواب اور مال غنیمت۔“ [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الخيل و أن الخير معقود بنواصيها : ۱۸۷۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام ”عضباء“ تھا، تیز چلنے میں اس اونٹنی سے کوئی دوسری اونٹنی سبقت نہیں لے جا سکتی تھی، پھر ایک دیہاتی مدینہ میں آیا اور اس کے پاس ایک اصیل اونٹنی تھی اور یہ اونٹنی دوڑ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی سے آگے بڑھ گئی۔ مسلمانوں کو یہ بات بڑی ناگوار گزری، مگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا: ”یہ اللہ پر حق ہے کہ وہ دنیا میں جس چیز کو بھی عروج حاصل ہو، اسے زوال دے۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب ناقة النبي ﷺ ...... الخ : ۲۸۷۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑ دوڑ کرائی، جو گھوڑے سبک رفتار تھے انھیں آپ نے مقام حیفا، یا حفیا سے ثنیۃ الوداع تک دوڑایا اور جو سبک رفتار نہیں تھے، انھیں ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس مسابقت میں، میں بھی بطور ایک سوار شامل تھا اور میں تمام سواروں پر سبقت لے گیا اور میرا گھوڑا تو مسجد بنی زریق کی دیوار کو بھی پھاند کر آگے نکل گیا۔ [مسند أحمد : ۵/۲، ح : ۴۴۸۶۔ أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في السبق : ۲۵۷۵۔ نسائي، كتاب الخيل، باب إضمار الخيل للسبق : ۴۶۱۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گھوڑا تین قسم کے لوگ پالتے ہیں۔ ایک کے لیے یہ اجر کا ذریعہ ہے، دوسرے کے لیے باعث پردہ ہے اور تیسرے کے لیے باعث گناہ ہے۔ باعث اجر اس کے لیے جس

نے اسے اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے باندھا اور چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی دراز کیے رکھی۔ گھوڑے نے اپنی رسی کی اس درازی کے ساتھ چراگاہ یا باغ میں سے جو بھی کھایا، وہ اس گھوڑے کے مالک کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر اس نے اپنی رسی تڑوالی اور وہ ایک یا دو ٹیلوں پر چڑھ گیا، تو اس کے قدموں کے نشانات اور اس کی لید وغیرہ بھی اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر گھوڑے نے کسی نہر کے پاس سے گزرتے ہوئے پانی پی لیا، خواہ گھوڑے کے مالک نے اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو، تو بھی وہ اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی۔ الغرض، یہ گھوڑا اس شخص کے لیے باعث اجر ہے اور دوسرا وہ شخص جس نے لوگوں سے بے پروا رہنے اور لوگوں (کے سامنے سوال کرنے) سے بچنے کے لیے گھوڑا باندھا اور اس کی گردن اور پشت کے بارے میں وہ اللہ کے حق کو نہ بھولا تو یہ اس کے لیے باعث پردہ ہوگا اور اگر کسی نے اسے فخر، ریاکاری اور مسلمانوں کی دشمنی کے لیے باندھا تو ایسے شخص کے لیے باعث گناہ ہوگا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فمن يعمل مثقال ذرة خيرًا يره ﴾ : ٤٩٦٢۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب إثم مانع الزکوة : ٩٨٧]

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ : "وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ" سے مراد منافقین ہیں جو مدینہ میں پائے جاتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ﴾ [التوبة : ١٠١] "اور ان لوگوں میں سے جو تمھارے اردگرد بدویوں میں سے ہیں، کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑ گئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا، ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔"

وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ : یعنی جہاد کے لیے تم جو بھی خرچ کرو گے تو اس کا تمھیں پورا پورا ثواب دیا جائے گا، جیسا کہ قبل ازیں اس ارشاد باری تعالیٰ میں بھی یہ بات بیان ہو چکی ہے: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٢٦١] "ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾

"اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تو بھی اس کی طرف مائل ہو جا اور اللہ پر بھروسا کر۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

بھرپور جنگی تیاری کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن مرعوب ہو کر صلح کی پیش کش کریں گے، اگر ایسا موقع آئے تو جنگی

صلاحیت ہونے کے باوجود مسلمانوں کو صلح پر آمادہ ہونے کی نصیحت کی گئی ہے۔ اس لیے کہ ممکن ہے اس طرح وہ ایمان لانے کا سوچیں اور حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور مسلمان صلح کرتے ہوئے اللہ پر بھروسا کریں، تاکہ کافروں کے مکر و فریب سے اللہ مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کے وقت یہ شرط لگائی کہ تم میں سے جو کوئی ہمارے پاس آئے گا ہم اسے واپس نہیں کریں گے اور ہمارا کوئی آدمی تمھارے پاس آ جائے تو تم اسے ہمارے پاس واپس لوٹا دو گے۔ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم یہ لکھ لیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! جو شخص ہم میں سے ان کے پاس چلا جائے گا اسے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہے اور ان میں سے جو ہمارے پاس آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ضرور کشائش اور کوئی راستہ نکال دے گا۔'' [مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب صلح الحديبية : ۱۷۸٤۔ مسند أحمد : ۲٦۸/۳، ح : ۱۳۸۳٤]

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کے متعلق ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں، اس میں ہے کہ یہ وہ (دستاویز) ہے جس پر محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سہیل بن عمرو سے صلح کی ہے (کہ دس سال جنگ بند رہے گی)۔

[بخاری، كتاب الشروط، باب الشروط فى الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۶۲﴾

''اور اگر وہ ارادہ کریں کہ تجھے دھوکا دیں تو بے شک تجھے اللہ ہی کافی ہے۔ وہی ہے جس نے تجھے اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ قوت بخشی۔''

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر کافر صلح کے ذریعے مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہیں گے تو تب بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں، اللہ پر بھروسا رکھیں، یقیناً اللہ دشمن کے فریب سے بھی محفوظ رکھے گا اور وہ آپ کو کافی ہے، لیکن صلح کی یہ اجازت ایسے حالات میں ہے جب مسلمان کمزور ہوں اور صلح میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ہو۔ لیکن جب معاملہ اس کے برعکس ہو، مسلمان قوت و وسائل میں ممتاز ہوں اور کافر کمزور اور ہزیمت خوردہ تو اس صورت میں صلح کے بجائے کافروں کی قوت و طاقت کو توڑنا ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [الأنفال : ۳۹] ''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے۔''

وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

''اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان

الفت نہ ڈال سکتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مومنوں پر جو احسانات فرمائے، ان میں سے ایک بڑے احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ نبی ﷺ کی مومنین کے ذریعے سے مدد فرمائی، وہ آپ کے دست و بازو اور محافظ و معاون بن گئے۔ مومنوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے درمیان پہلے جو عداوت تھی، اسے محبت و الفت میں تبدیل کر دیا۔ پہلے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اب ایک دوسرے کے جاں نثار بن گئے۔ پہلے ایک دوسرے کے دلی دشمن تھے، اب آپس میں رحیم و شفیق ہو گئے۔ صدیوں پرانی باہمی عداوتوں کو اس طرح ختم کر کے باہم پیار اور محبت پیدا کر دینا، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور اس کی قدرت و مشیت کی کارفرمائی تھی، ورنہ یہ ایسا کام تھا کہ دنیا بھر کے خزانے بھی اس پر خرچ کر دیے جاتے تب بھی یہ گوہر مقصود حاصل نہ ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٠٣] ”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کی غنیمتوں میں سے جب رسول اللہ ﷺ نے انصار کو کچھ نہ دیا اور انھیں اس کا ملال ہوا تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا تھا: ”اے گروہ انصار! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری وجہ سے ہدایت بخشی؟ اور کیا تم اختلاف و انتشار میں مبتلا نہیں تھے، پھر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں متفق اور متحد کر دیا اور تم فقیر تھے تو میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں دولت مند بنا دیا؟“ آپ اس سلسلے میں جب بھی کوئی بات کرتے تو انصار جواب میں کہتے کہ یقیناً اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان : ٤٣٣٠۔ مسلم، کتاب الزکٰوة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم علی الإسلام وتصبر من قوی إیمانه : ١٠٦١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون ...... الخ : ٥٤]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن مومن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے کہ

اس کا بعض حصہ بعض کو تقویت دیتا ہے۔'' پھر آپ نے (تفہیم مثال کے لیے) ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔[بخاری، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضًا : ٦٠٢٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم و تعاضدهم : ٢٥٨٥]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دیکھو گے کہ مومن آپس میں رحم و کرم، محبت اور مہربانی کے معاملہ میں ایک جسم کے مانند ہیں۔ جب بدن کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، ایسے کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''[بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس و البهائم : ٦٠١١۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین ...... الخ : ٢٥٨٦]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام مسلمان ایک آدمی کی مانند ہیں کہ اگر اس کی آنکھ دکھتی ہے تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''[مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین ...... الخ : ٢٥٨٦/٦٧]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

''اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کو بھی جو تیرے پیچھے چلے ہیں۔''

یعنی اکیلا اللہ ہی آپ کے لیے اور آپ کے پیروکار مومنوں کے لیے کافی ہے۔ اب اللہ کے علاوہ آپ کو کسی اور کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بعض لوگوں نے اس آیت کی تفسیر میں ایک بڑی غلطی کھائی ہے اور کہا ہے کہ اللہ اور مومنین آپ کے لیے کافی ہیں۔ یہ معنی سراسر غلط ہیں، اس لیے کہ توکل، تقویٰ اور عبادت کی طرح ''کفایت'' بھی اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ جہاں تک تائید کا تعلق ہے تو اللہ اپنے نبی کی تائید کبھی خود کرتا ہے اور کبھی مومنوں کے ذریعے کراتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب اہل توحید اور متوکلین نے صرف اللہ کو اپنے لیے کافی مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ١٧٣] ''وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں جامع باتیں دے کر بھیجا گیا ہوں اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے اور میں سو رہا تھا کہ زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (اس حدیث کو بیان کر کے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو (دنیا سے) تشریف

لے گئے اور اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب قول النبی ﷺ : نصرت بالرعب مسيرة شهر : ۲۹۷۷]
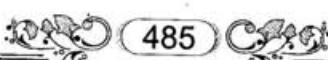
سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایک زمانہ آئے گا کہ مسلمانوں کی فوج جنگ کرے گی، ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا فوج میں ایسے بزرگ بھی ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اٹھائی ہو؟ کہا جائے گا کہ ہاں، تو ان سے فتح کی دعا کروائی جائے گی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا، پوچھا جائے گا کہ کیا ایسے بزرگ بھی ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی صحبت اٹھائی ہو (یعنی تابعی)؟ تو کہا جائے گا ہاں! تو ان سے فتح کی دعا کروائی جائے گی۔ اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں ایسے بزرگ بھی ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے شاگردوں کی صحبت اٹھائی ہو؟ کہا جائے گا کہ ہاں اور ان سے فتح کی دعا کروائی جائے گی۔“
[بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من استعان بالضعفاء والصالحين في الحرب : ۲۸۹۷]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

”اے نبی! ایمان والوں کو لڑائی پر ابھار، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں تو ان میں سے ہزار پر غالب آئیں جنھوں نے کفر کیا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔“

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ : ” تَحْرِيْضٌ “ کے معنی ہیں ترغیب میں مبالغہ کرنا، یعنی خوب رغبت دلانا اور شوق پیدا کرنا۔ چنانچہ اس آیت کے مطابق نبی ﷺ جنگ سے قبل صحابہ کو جنگ کی رغبت دیتے اور اس کی فضیلت بیان کرتے۔ ابوبکر بن ابوموسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، وہ اس وقت دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔“ یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا، اے ابوموسیٰ! کیا یہ بات تم نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے؟ انھوں نے جواب دیا، ہاں! اس پر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا، اس نے انھیں الوداعی سلام کہا اور پھر اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی، وہ ننگی تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اور

اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے، ایسی ہے جیسے (ہمیشہ) روزہ رکھنے والا اور (ہمیشہ رات کو) قیام کرنے والا آدمی اور اللہ نے اپنے راستہ میں جہاد کرنے والے کو اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اگر اس نے اسے (میدان جہاد میں) وفات دے دی تو وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا، یا اسے اجر یا غنیمت کے ساتھ صحیح سالم واپس لوٹائے گا۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه و ماله في سبيل الله ...... الخ : ۲۷۸۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میدانِ بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے، پھر بعد ازاں مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ”جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف پیش قدمی نہ کرے۔“ جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس جنت کی طرف لپکو جس کی پہنائیاں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔“ اس پر عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، بہت خوب! بہت خوب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے یہ کیوں کہا ہے کہ بہت خوب، بہت خوب؟“ انھوں نے عرض کی، اس امید سے کہ اللہ مجھے بھی اہل جنت میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا: ”تم اہل جنت میں سے ہو۔“ عمیر رضی اللہ عنہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر کہنے لگے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی تو لمبی ہو جائے گی، چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں انھوں نے وہ سب پھینک دیں اور پھر مشرکین سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ [مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ لہٰذا تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو۔ یہ سب جنتوں کے درمیان ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے اور اسی کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ۲۷۹۰]

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۶۶

”اب اللہ نے تم سے (بوجھ) ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ

﴿ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ﴾ ''اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں'' تو یہ آیت مسلمانوں پر بہت شاق گزری، (اس لیے کہ اس کے ذریعے) ان پر یہ فرض کر دیا گیا کہ ایمان والا ایک بھی ہو تو وہ دس کافروں کے مقابلہ میں بھی راہِ فرار اختیار نہ کرے۔ تاہم بعد ازاں تخفیف آ گئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ﴾ ''اب اللہ نے تم سے (بوجھ) ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ألئن خفف الله عنكم ...... الخ ﴾ : ٤٦٥٣]

وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ ١ۙ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ٣١] ''اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ١ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ١۫ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٥٥ تا ١٥٧] ''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرة : ٢١٤] ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٤٢] ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تا کہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔''

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ١ۖۗ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

’’کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

غزوۂ بدر میں ستر (۷۰) کافر مارے گئے اور ستر (۷۰) ہی قیدی بنا لیے گئے۔ یہ کفر و اسلام کا چونکہ پہلا معرکہ تھا اس لیے قیدیوں کے بارے میں کیا طرزِ عمل اختیار کیا جائے؟ ان کی بابت احکام پوری طرح واضح نہیں تھے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ان ستر (۷۰) قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ ان کو قتل کر دیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے؟ جواز کی حد تک دونوں باتوں کی گنجائش تھی۔ اسی لیے دونوں ہی باتیں زیرِ غور آئیں، لیکن بعض دفعہ جواز و عدمِ جواز سے قطع نظر حالات و ظروف کے اعتبار سے زیادہ بہتر صورت اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں بھی ضرورت زیادہ بہتر صورت اختیار کرنے کی تھی، لیکن جواز کو سامنے رکھتے ہوئے کم تر صورت اختیار کر لی گئی، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب نازل ہوا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ﴾ [محمد : ٤] ’’تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (غزوۂ بدر میں) جب قیدی گرفتار کر لیے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے مشاورت فرمائی: ’’ان قیدیوں سے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟‘‘ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! یہ ہمارے چچا زاد بھائی اور خاندان ہی کے لوگ ہیں، سو میری رائے تو یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے، تاکہ (اس رقم سے) کفار کے مقابلہ میں ہمیں قوت حاصل ہو اور کیا عجب کہ اللہ انھیں اسلام کی ہدایت دے دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اے ابن خطاب! تمھاری کیا رائے ہے؟‘‘ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میری رائے ابوبکر کی رائے کے موافق نہیں ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کیجیے، تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں، عقیل کو علی کے حوالے کیجیے، تاکہ وہ اس کی گردن اڑا دیں اور میرے حوالے فلاں کو کیجیے، تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں، اس لیے کہ یہ لوگ کفر کے سرغنے اور اس کے سردار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے لی اور میری رائے نظر انداز کر دی، پھر جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو میں آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے بھی بتایئے آپ اور آپ کے دوست کیوں رو رہے ہیں، تاکہ اگر مجھے رونا آئے تو میں بھی روؤں، وگرنہ کم از کم آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے والی صورت ہی بنا لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں اس فیصلے کی مشاورت کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمھارے ساتھیوں نے قیدیوں کے فدیہ لے کر چھوڑنے کے سلسلہ میں مجھے دی تھی۔ اب میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ

قریب تھا۔‘‘ اور آپ کے قریب ایک درخت تھا اور اللہ عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴾ [الأنفال: ٦٧ تا ٦٩] ’’کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو تمھیں اس کی وجہ سے جو تم نے لیا بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ سو اس میں سے کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی، اس حال میں کہ حلال، طیب ہے۔‘‘ الغرض، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم: ۱۷٦۳]

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

’’اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو تمھیں اس کی وجہ سے جو تم نے لیا بہت بڑا عذاب پہنچتا۔‘‘

یہاں ’’ كِتٰبٌ ‘‘ سے مراد لوح محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات پہلے سے تھی جو لوح محفوظ میں بھی لکھی ہوئی تھی کہ امت مسلمہ کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا جائے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، ورنہ فدیہ لے کر کفار قریش کو آزاد کرنے پر اللہ کا عذاب مسلمانوں پر آ ہی جاتا۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ع

’’سو اس میں سے کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی، اس حال میں کہ حلال، طیب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

جب قیدیوں کو بروقت میدانِ جنگ میں قتل نہ کرنے اور گرفتار کر کے ان کے عوض فدیہ لینے کی بنا پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شک پیدا ہوا کہ یہ مال جو بطورِ فدیہ لیا گیا ہے، شاید حلال و طیب نہ رہا ہو۔ اسی شبہ کو دور کرنے کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ کیونکہ فدیہ کی رقوم بھی اموال غنائم میں شامل تھیں اور فرمایا کہ یہ مال اللہ کا عطیہ ہے، اسے بطیبِ خاطر استعمال میں لاؤ۔ البتہ جہاد کے سلسلہ میں دنیا کے مال کو اس قدر اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ جہاد کا بلند تر مقصد ثانوی حیثیت اختیار کر جائے۔

گویا اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اس امت کے لیے غنیمتیں حلال ہیں، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ

سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئی تھیں: ① ایک مہینے کی مسافت سے دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ ② میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور ذریعۂ طہارت بنا دیا گیا ہے۔ ③ میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، جبکہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔ ④ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، جبکہ مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' [بخاري، كتاب التيمم، بابٌ : ۳۳۵۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب المساجد و مواضع الصلوة : ۵۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کیا، اس نبی نے اپنی قوم سے کہا، (اے میری قوم!) میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ جائے جس نے کسی عورت سے حال ہی میں نکاح کیا ہو اور وہ اس کے پاس جانا چاہتا ہو مگر ابھی گیا نہ ہو، نہ وہ شخص میرے ساتھ جائے جس نے مکان بنائے ہوں، لیکن ابھی ان کی چھتیں نہ ڈالی ہوں اور نہ وہ شخص میرے ساتھ جائے جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچہ جنم دینے کا منتظر ہو۔ الغرض، اس نبی نے جہاد کیا، وہ نماز عصر یا عصر کے وقت کے قریب ایک بستی کے پاس پہنچے۔ اس نبی نے سورج سے کہا، تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں، (پھر اس طرح دعا کی): ((اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا)) ''اے اللہ! سورج کو ہم پر روک دے۔'' سو سورج روک دیا گیا، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے نبی کو فتح عنایت فرمائی، پھر نبی نے مال غنیمت جمع کیا اور آگ لگائی کہ اسے جلا ڈالے، لیکن اس نے اسے نہیں جلایا۔ نبی نے کہا، تم میں خیانت (واقع) ہوئی ہے، لہٰذا ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے۔ تو اس دوران میں ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گیا۔ نبی نے کہا، خیانت تم میں (واقع) ہوئی ہے، لہٰذا تمھارا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے۔ (الغرض جب بیعت ہوئی تو) دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گئے۔ نبی نے کہا، خیانت تم میں (واقع) ہوئی ہے۔ پھر وہ لوگ گائے کے سر کے برابر سونے کا سر لائے اور اسے (مال غنیمت میں) رکھ دیا گیا، چنانچہ اب آگ آئی اور اسے جلا گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور ہمارے عجز کو دیکھا تو اموال غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم : أحلت لكم الغنائم : ۳۱۲۴۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب تحليل الغنائم لهذه الأمة خاصة : ۱۷۴۷]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''اے نبی! تمھارے ہاتھ میں جو قیدی ہیں ان سے کہہ دے اگر اللہ تمھارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا تو تمھیں اس سے بہتر دے دے گا جو تم سے لیا گیا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

یعنی جو فدیہ تم سے لیا گیا ہے، اس سے بہتر تمھیں اللہ تعالیٰ قبول اسلام کے بعد عطا فرما دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ جوان قیدیوں میں تھے، وہ مسلمان ہو گئے، تو اس کے بعد اللہ نے انھیں دنیوی مال و دولت سے بھی خوب نوازا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ انصاری اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔ فرمایا: ''اللہ کی قسم! تم ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب : ۴۰۱۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے مسجد میں رکھ دو۔'' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والا اب تک کا سب سے زیادہ مال تھا۔ آپ مسجد میں نماز کے لیے تشریف لائے، مگر مال کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، نماز سے فراغت کے بعد آپ مال کے پاس بیٹھ گئے اور جو مسلمان بھی نظر آیا اسے مال سے نواز دیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی آئے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! مجھے بھی مال دیجیے کہ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں! لے لو۔'' انھوں نے کپڑا بچھایا اور اسے مال سے اس قدر بھر لیا کہ جب اٹھانا چاہا تو اٹھا نہ سکے، اس پر انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کسی کو حکم دیجیے جو مال اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے عرض کی، آپ ہی اسے اٹھا کر میرے (کندھے) پر رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ بھی نہیں۔'' چنانچہ انھوں نے اس میں سے کچھ مال نکال دیا، اور باقی کو اٹھانے کی کوشش کی (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے)، پھر کہا، یا رسول اللہ! کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب بھی انکار کر دیا، تو انھوں نے عرض کی کہ پھر آپ ہی اٹھوا دیجیے، آپ نے اس سے بھی انکار کر دیا، تو عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ مال اور نکال دیا اور پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور چل دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مال کی حرص کی وجہ سے مسلسل انھیں دیکھتے رہے، حتیٰ کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین سے آنے والا یہ سارا مال تقسیم فرما دیا تھا اور جب آپ اٹھے تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا۔ [بخاری، کتاب الصلوة، باب القسمة وتعليق القنو فى المسجد : ۴۲۱۔ السنن الكبرىٰ للبيهقى : ۳۵۶/۶، ح : ۱۳۰۲۸]

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

''اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا ارادہ کریں تو بے شک وہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کر چکے ہیں، تو اس نے ان پر قابو دے دیا اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ اگر یہ مشرکین فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لیں اور بظاہر اسلام کا اعلان کر کے

آپ کو دھوکا دینا چاہیں اور مکہ پہنچ کر اپنے کفر کی طرف لوٹ جائیں تو آپ اس کی پروا نہ کیجیے۔ انھوں نے تو پہلے بھی کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی تو اللہ نے انھیں آپ کا قیدی بنا دیا، اگر انھوں نے پھر ایسا کیا تو دوبارہ ان کا انجام ایسا ہی ہوگا اور انھیں کفر کی ذلت کے ساتھ قید و بند کی ذلت سے بھی دو چار ہونا پڑے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ١ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا١ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ١ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۝۷۲

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ! ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمھارے لیے ان کی دوستی میں سے کچھ بھی نہیں، یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے، مگر اس قوم کے خلاف کہ تمھارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

معرکۂ بدر سے متعلق حالات و واقعات کے اختتام پذیر ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس دور کے مسلمانوں کو دینی مراتب کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، ایک تو وہ جنھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کے ذریعے جہاد کیا اور دوسرے انصارِ مدینہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین کو پناہ دی، ان دونوں قسموں کے مسلمانوں کا اللہ کے ہاں بہت اونچا مقام ہے۔ ان کے بارے میں اللہ نے کہا کہ یہ لوگ مدد، دوستی اور وراثت میں ایک دوسرے کے حق دار ہیں، بعد میں ﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ ﴾ کے ذریعے وراثت کا حکم منسوخ ہو گیا اور تیسرے وہ مسلمان ہیں جنھوں نے کافروں کے ساتھ مکہ ہی میں رہنا پسند کیا اور ہجرت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا وہ مقام و مرتبہ نہیں جو مہاجر و انصار کا ہے، ان کے اور مہاجر و انصار کے درمیان کوئی دوستی اور وراثت اللہ نے ثابت نہیں کی، جب تک کہ ہجرت کر کے مدینہ نہ آ جائیں۔ ہاں، اگر یہ لوگ ان کافروں کے خلاف اپنے دین کی حفاظت کے لیے مدد طلب کریں اور مسلمانوں اور ان کافروں کے درمیان پہلے سے کوئی معاہدہ نہ ہو تو مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ : یعنی ان میں سے ہر ایک، دوسرے کا زیادہ حق دار ہے اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مؤاخات قائم فرما دی تھی، یعنی مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا تھا، حتیٰ کہ وراثت میں وہ حقیقی رشتہ داروں سے مقدم سمجھے جاتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میراث

کے احکام نازل فرما کر اسے منسوخ فرما دیا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (قرآن مجید کی آیت) ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ﴾ کے متعلق فرمایا کہ (موالی کے معنی) ورثا کے ہیں اور ﴿ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ (کا قصہ یہ ہے کہ) مہاجرین جب مدینہ آئے تو مہاجر انصار کا وارث بنتا تھا اور انصاری کے رشتہ داروں کو کچھ نہ ملتا تھا۔ یہ اس مؤاخات کی وجہ سے تھا جو نبی کریم ﷺ نے قائم کی تھی، پھر جب آیت: ﴿ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ﴾ نازل ہوئی تو پہلی آیت: ﴿ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ منسوخ ہوگئی، سوائے تعاون اور خیر خواہی کے (یعنی وراثت نہیں ملے گی)۔ البتہ میراث کا حکم (جو انصار و مہاجرین کے درمیان مؤاخات کی وجہ سے تھا) وہ منسوخ ہوگیا اور وصیت جتنی چاہے (تہائی ترکہ میں سے، جسے نافذ کیا جائے گا) کی جا سکتی ہے۔[بخاری، کتاب الكفالة، باب قول الله عزوجل : ﴿ والذين عقدت أيمانكم فآتوهم نصيبهم ﴾ : ٢٢٩٢]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مہاجرین و انصار کی تعریف کی ہے، مثلاً ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۘ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ۚ أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة : ٧١] ”اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهٰجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة : ١٠٠] ”اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ ۚ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [الحشر : ٨، ٩] ”(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان

(مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔''

سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قریش میں سے وہ لوگ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور ثقیف میں سے وہ لوگ جو آزاد کر دیے گئے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے دنیا و آخرت میں دوست ہیں اور مہاجرین و انصار بھی آپس میں ایک دوسرے کے دنیا و آخرت میں دوست ہیں۔'' [مسند أحمد : ۴/ ۳۶۳، ح : ۱۹۲۴۰۔ ابن حبان : ۷۲۶۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر بار چھوڑ کر مدینہ آنے والے مہاجرین یعنی) قریش اور (مدینہ کے مقامی لوگوں یعنی) انصار کے درمیان (باہم بھائی چارے کا) عہد و پیمان میرے گھر میں کروایا۔ [بخاري، كتاب الكفالة، باب قول الله عزوجل ...... الخ : ۲۲۹۴۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب مؤاخاة النبي ﷺ ...... الخ : ۲۵۲۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کروا دیا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بہت مال دار تھے۔ وہ اپنے (بھائی) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، انصار جانتے ہیں کہ میں ان میں سب سے زیادہ مال دار ہوں، اس لیے میں اپنا مال آدھا آدھا تقسیم کر دینا چاہتا ہوں (نصف آپ کے لیے اور نصف اپنے لیے)، اسی طرح میری دو بیویاں ہیں، ان دونوں میں سے آپ کو جو اچھی لگے، میں اس کو طلاق دے دوں گا، پھر جب اس کی عدت (کے دن) گزر جائیں، تو آپ اس سے شادی کر لیں۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال و دولت میں برکت فرمائے، مجھے یہ بتلائیے کہ تمھارا بازار کدھر ہے؟ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إخاء النبي ﷺ بين المهاجرين والأنصار : ۳۷۸۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو مہاجرین کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہم جن لوگوں کے پاس آئے ہیں ہم نے آج تک ان جیسی قوم نہیں دیکھی کہ ان میں سے جن کے پاس مال زیادہ ہے وہ ہم پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور جن کے پاس دولت تھوڑی ہے وہ ہماری ہمدردی اور خبر گیری میں کمال دکھاتے ہیں۔ انھوں نے مشکل میں ہمارا ساتھ دیا اور آسانی میں ہمیں اپنے ساتھ شریک کیا۔ اس قدر کہ اب تو ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں آخرت کا سارا ثواب وہی نہ لے جائیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تک تم انصار کی تعریف اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو گے، تم سب ان کے اجر میں شریک رہو گے۔'' [ترمذي، كتاب صفة القيامة، باب ثناء المهاجرين على صنيع الأنصار معهم : ۲۴۸۷۔ أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في شكر المعروف : ۴۸۱۲]

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ؕ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۝ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴾ [النساء : ۹۷ تا ۱۰۰] ”بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ مگر وہ نہایت کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔ تو یہ لوگ، اللہ قریب ہے کہ انھیں معاف کر دے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔ اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پا لے تو بے شک اس کا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی سریہ یا لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اسے یہ وصیت فرماتے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور اپنے ہمراہ مسلمانوں سے خیر و بھلائی کا سلوک کرے، آپ فرماتے: ”اللہ کے راستے میں اللہ کے نام پر جہاد کرو، جو اللہ کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑائی کرو۔ تم جہاد کرو، لیکن غنیمت کے مال میں سے چوری نہ کرنا، عہد نہ توڑنا، نہ مثلہ کرنا اور نہ (نابالغ) بچوں کو قتل کرنا اور جب اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو انھیں دعوت دو کہ وہ تین باتوں میں سے کوئی ایک قبول کر لیں، پھر وہ ان میں سے جونسی بات بھی قبول کر لیں تو تم بھی اسے تسلیم کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے رک جاؤ۔ انھیں اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اسے قبول کر لیں تو اسے تسلیم کر لو، پھر انھیں دعوت دو کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کر کے مہاجرین و مسلمانوں کے ملک میں آ جائیں اور انھیں بتاؤ کہ ایسا کرنے سے انھیں بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں۔ اگر وہ انکار کریں اور اپنے ملک ہی میں رہنا پسند کریں تو انھیں بتاؤ کہ اس صورت میں ان کی حیثیت مسلمان اعراب کی سی ہو گی۔ ان پر بھی اللہ کا وہ حکم نافذ ہو گا جو مومنوں پر نافذ ہے۔ اس صورت میں مال فے اور مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہو گا، مگر یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انھیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو، اگر وہ اسے قبول کر لیں تو تم بھی اسے تسلیم کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے باز رہو اور اگر وہ جزیہ

دینے سے بھی انکار کر دیں، تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور ان کے خلاف جہاد کرو۔“ [مسلم، كتاب الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث ...... الخ : ۱۷۳۱۔ مسند أحمد : ۳۵۲/۵، ح: ۲۳۰۴۲]

﴿ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ﴾ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ اعرابی جنھوں نے ہجرت نہیں کی، جہاد کے لیے اگر تم سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر واجب ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۷۵] ”اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی مسلمان کی دنیا کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی آخرت کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور فرما دے گا۔“ [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن : ۲۶۹۹]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ظلم ہونے دے اور جو شخص اپنے بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔“ [بخاري، كتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم : ۲۴۴۲۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۰]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”باہمی محبت و مودت، لطف و کرم اور رحم و ہمدردی میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا بدن بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم : ۲۵۸۶۔ بخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ۶۰۱۱]

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾

”اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔“

اس آیت میں مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کافروں کو اپنا دوست بنائیں، چاہے وہ قریبی رشتہ دار

ہی کیوں نہ ہوں، اس لیے کہ کافر کا دوست کافر ہی ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو دوست نہیں رکھیں گے اور کافروں سے قطع تعلق نہیں کریں گے تو بہت بڑے فتنہ وفساد کا دروازہ کھل جائے گا۔ جو مسلمان کمزور ہوں گے وہ کافروں سے مل جائیں گے اور ممکن ہے کہ مرتد ہو جائیں اور اگر مرتد نہ بھی ہوں تو بھی عقیدہ وعمل اور عادات واطوار میں کافروں کا اثر قبول کر لیں گے۔ اسی طرح اگر مسلمان اس آیت کے بموجب آپس میں متحد نہیں ہوں گے تو کفار ان کے خلاف سازش کر کے ان پر حملہ آور ہو جائیں گے اور ان کے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر آپس میں متحد رہیں گے تو ان کی قوت بڑھتی جائے گی، دوسرے مذاہب کے لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے جائیں گے اور فتنہ وفساد کے بہت سے دروازے از خود بند ہوتے جائیں گے۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔“ [بخاری، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر ...... الخ : ٦٧٦٤۔ مسلم، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر ...... الخ : ١٦١٤]

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۷۴﴾

”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، انھی کے لیے بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔“

یہ مہاجرین وانصار کے انھی دو گروہوں کا تذکرہ ہے، جو پہلے بھی گزرا ہے، یہاں دوبارہ ان کا ذکر ان کی فضیلت کے سلسلے میں ہے، تاکہ اللہ کے نزدیک ان کا مقام ومرتبہ بیان کیا جائے اور اللہ کی طرف سے انھیں جو اجر عظیم ملے گا اس کی انھیں خوش خبری دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے مومن بندوں کو اچھی جزا دے گا، انھیں مغفرت سے نوازے گا اور ان کے گناہ معاف فرما کر رزق کریم سے نوازے گا، یعنی ایسے رزق سے جو بہت اچھا، بہت زیادہ، بہت پاکیزہ اور دائمی وابدی ہوگا، جو کبھی ختم نہ ہوگا اور نہ کبھی اس کے حسن وتنوع کی وجہ سے اس سے اکتاہٹ محسوس ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۚ اُولٰٓىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۝ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ۝ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِیْقَ ۙ۬ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۝ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا یُنْزِفُوْنَ ۝ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ ۝ وَ لَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴾ [الواقعة : ١٠ تا ٢١] ”اور جو پہل کرنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی لوگ قریب کیے ہوئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ بہت بڑی جماعت پہلوں سے۔ اور تھوڑے سے پچھلوں سے ہوں گے۔ سونے اور جواہر سے بُنے ہوئے

تختوں پر (آرام کر رہے ہوں گے)۔ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھنے والے (ہوں گے)۔ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔وہ نہ اس سے درد سر میں مبتلا ہوں گے اور نہ بہکیں گے۔اور ایسے پھل لے کر جنھیں وہ پسند کرتے ہیں۔اور پرندوں کا گوشت لے کر جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَاۡ ۟ قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۟ وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۟ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۟ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۟ وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴾ [الدھر : ۱۵ تا ۲۰] "اور ان پر چاندی کے برتن اور آبخورے پھرائے جائیں گے، جو شیشے کے ہوں گے۔ایسا شیشہ جو چاندی سے بنا ہوگا، انھوں نے ان کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا۔اور اس میں انھیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملی ہوگی۔وہ اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔اور ان کے ارد گرد لڑکے گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت اور بہت بڑی بادشاہی دیکھے گا۔"

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ مِنْكُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۟ ع

"اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی سے ہیں، اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ مِنْكُمْ : یعنی جو لوگ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ بھی سابق مہاجرین و انصار کی طرح مناصرت و موالات کے مستحق ہیں۔وہ بھی حقیقی مومن ہیں اور آخرت میں ان پر بھی اللہ تعالیٰ عفو و مغفرت کی چادر ڈال دے گا اور انھیں جنت کی نعمتوں سے نوازے گا۔ارشاد فرمایا: ﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبۃ : ۱۰۰] "اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ

﴿ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [الحديد : ۱۰] ”تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب علامة الحب فی اللہ لقوله تعالٰی : ﴿ إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ﴾ : ٦١٦٨۔ مسلم، كتاب البر والصلة ، باب المرء مع من أحب : ٢٦٤٠]

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ : حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ” اُولُوا الْاَرْحَامِ “ سے مراد وہ رشتے دار نہیں ہیں جو علمائے میراث کی اصطلاح میں ” أُولُوا الْأَرْحَامِ “ ہیں، یعنی جن کے لیے میراث میں سے کوئی حصہ فرض نہیں ہے اور نہ انھیں عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ ملتا ہے، بلکہ اصحاب الفروض اور عصبات سے جو کچھ بچ جائے وہ انھیں ملتا ہے، مثلاً خالہ، ماموں، پھوپھی، نواسے اور بھانجے وغیرہ۔ بعض علماء اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اسے اس مسئلے میں صریح قرار دیتے ہیں، لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ اس سے مراد وہ تمام رشتہ داریاں ہیں جو رحم کے ذریعے قائم ہوتی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲٦] ”اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو میں نے اور ایک اور عورت نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، میں نے پوچھا کہ اگر میں اپنے شوہر اور اپنی زیر پرورش یتیم بچوں پر (اپنا روپیا) خرچ کروں تو کیا یہ میری طرف سے کافی ہوگا؟ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، اس کو دو اجر ملیں گے، ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقے کا۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الزوج والأیتام فی الحجر : ١٤٦٦۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین والزوج ...... الخ : ١٠٠٠]

سورۃ التوبۃ مدنیۃ

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ﴾ [النساء : ١٧٦] اور (سورتوں میں سے) سب سے آخر میں سورۂ براءت نازل ہوئی ہے۔

[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ براءة من الله و رسوله...... الخ ﴾ : ٤٦٥٤۔ مسلم، کتاب الفرائض، باب آخر آية أنزلت آية الكلالة : ١٦١٨/١١]

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱

”اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں کی طرف بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان تمام معاہدوں کی تنسیخ کا اعلان فرمایا ہے جو مسلمانوں نے مشرکوں سے کیے تھے۔ تنسیخ کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین ان عہد ناموں کو بار بار توڑ دیا کرتے تھے اور ان کی شرائط کو پورا نہیں کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة : ١٣] ”کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انھوں نے ہی پہلی بار تم سے ابتدا کی؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔“ معاہدہ کو توڑنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴾ [الأنفال : ٥٨] ”اور اگر کبھی تو کسی قوم کی جانب سے کسی خیانت سے فی الواقع ڈرے تو (ان کا عہد) ان کی طرف مساوی طور پر پھینک دے۔ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“

قرآن کے اس اعلان براءت کے بعد تمام مسلمانوں پر کافروں کے ساتھ اپنے سابقہ معاہدوں سے براءت کا اظہار ضروری ہو گیا، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول ان معاہدوں سے، مشرکوں کی طرف سے نقض عہد کی وجہ سے، جب بری

ہو گئے تو مسلمانوں کے لیے ہرگز جائز نہیں رہا کہ مشرکوں کے ساتھ کیا گیا کوئی سابقہ معاہدہ باقی رکھیں۔

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝٢

”تو اس سرزمین میں چار ماہ چلو پھرو اور جان لو کہ بے شک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔“

مشرکوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار ماہ کی مہلت دی گئی، جس کی ابتدا ۱۰ ذی الحجہ سے ہوئی اور ۱۰ ربیع الثانی کو ختم ہو گئی۔ ان سے کہا گیا کہ اس مدت میں چاہیں تو اسلام لے آئیں، جو ان کے لیے ہر طرح سے بہتر ہے، یا چاہیں تو جزیرۂ عرب سے نکل جائیں اور اگر اس عرصہ میں نہ نکلے تو انھیں پکڑ لیا جائے گا اور قتل کر دیے جائیں گے۔ یہ چار ماہ کی مدت انھیں دی گئی جن سے غیر مؤقت معاہدہ تھا، یا چار مہینے سے کم تھا، یا جن سے چار مہینے سے زیادہ ایک خاص مدت تک معاہدہ تھا، لیکن ان کی طرف سے عہد کی خلاف ورزی کی گئی تھی، لیکن جن قبائل نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چار ماہ سے زیادہ مدت کے لیے معاہدہ کیا تھا اور وہ مدت ابھی باقی تھی تو انھیں ان کی پوری مدت دی گئی؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ﴾ [التوبة : ٤] ”تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔“ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ مہلت مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے نہیں دی گئی، بلکہ اس میں حکمت یہ ہے کہ تم توبہ کر کے صدق دل سے اسلام قبول کر لو، ورنہ تم لوگ کبھی اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور اگر تم لوگ اپنے کفر پر باقی رہے تو اللہ تمھیں رسوا کر کے رہے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴾ [الأنفال : ٥٩] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ (بچ کر) نکل گئے، بے شک وہ عاجز نہیں کریں گے۔“

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٣

”اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور جنھوں نے کفر کیا انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کو اس جزیرۃ العرب کی مشرکین سے تطہیر مطلوب ہے اور تمھاری کوئی بھی کوشش اللہ تعالیٰ کے اس ارادہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ گویا اس اعلان سے صرف بیت اللہ ہی کو شرک کی نجاست سے بچانا مقصود نہ تھا، بلکہ پورے جزیرۂ عرب کو ان ناپاک مشرکوں سے پاک کرنا مقصود تھا۔

﴿ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ١ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ﴾ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں بھیجا جو اعلان (براءت) کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ہم نے منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ رہ کر لوگوں کو سورۂ براءت سنائی اور یہ اعلان بھی کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے اور نہ کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و أذان من الله ورسوله ...... الخ ﴾ : ٤٦٥٦۔ مسلم، كتاب الحج، باب لا يحج البيت مشرك ولا يطوف ...... الخ : ١٣٤٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بھی قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا اور ہم نے یہ اعلان کیا کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی عریاں ہو کر طواف کرے۔ حج اکبر کے دن سے مراد قربانی کا دن ہے۔ لوگ چونکہ (عمرے کو) حج اصغر کہتے تھے، اسی وجہ سے اس دن کو حج اکبر کہا گیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے یہ اعلان کرا دیا اور اس کے نتیجے میں اگلے سال، یعنی جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج (یعنی حجۃ الوداع) کیا تھا، کسی مشرک نے حج نہ کیا۔ [بخاری، كتاب الجزية والموادعة، باب كيف ينبذ إلى أهل العهد ؟ : ٣١٧٧۔ مسلم، كتاب الحج، باب لا يحج البيت مشرك ...... الخ : ١٣٤٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں کی طرف براءت کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ کسی نے پوچھا تم کیا اعلان کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے پکار پکار کر منادی کی کہ جنت میں صرف ایمان دار ہی جائیں گے، نیز بیت اللہ کا طواف آئندہ سے کوئی شخص عریاں حالت میں نہیں کر سکے گا اور جن سے ہمارے عہد و پیمان ہیں ان کی مدت آج سے چار ماہ تک کی ہے، اس مدت کے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے بری الذمہ ہیں اور اس سال کے بعد کسی مشرک کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ منادی کرتے کرتے میرا گلا بیٹھ گیا۔ [مسند أحمد : ٢٩٩/٢، ح : ٧٩٩٦۔ السنن الكبرىٰ للنسائي : ١١٢/١٠، ح : ١١١٥٠۔ مستدرك حاكم : ٣٣١/٢، ح : ٣٢٧٥]

﴿ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ١ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ [فاطر : ٤٤] ”اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے

بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٥٩] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ (بچ کر) نکل گئے، بے شک وہ عاجز نہیں کریں گے۔''

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

''مگر مشرکوں میں سے وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا، پھر انھوں نے تم سے عہد میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! اس اعلان براءت سے وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا اور انھوں نے اس معاہدے کو خوب نبھایا، اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور نہ انھوں نے تمھارے مقابلے میں آنے والی کسی قوم کی مدد کی ہے تو ان سے طے شدہ مدت تک عہد پورا کرو، بے شک اللہ عہد نبھانے والے متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ یہاں پرہیز گاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں۔ درج ذیل آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے عہد پورا کرنا متقین کی صفت بتائی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٧٧] ''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔''

اسلام نے معاہد قوم کے جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دی ہے اور دغا بازی کو حرام قرار دیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی ایسے کافر کو قتل کیا جس سے معاہدہ ہو گیا ہو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب إثم من قتل ذميا بغير جرم : ٦٩١٤]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن ہر دغا باز کے لیے ایک جھنڈا ہوگا، جسے (اس کے پیچھے) نصب کیا جائے گا، یا (فرمایا) قیامت کے دن اسے دکھایا جائے گا (یعنی سب لوگ اسے دیکھیں گے)، جس سے پہچان لیا جائے گا (کہ یہ بندہ دغا باز تھا)۔“ [بخاری، کتاب الجزیۃ، باب إثم الغادر للبر و الفاجر : ۳۱۸۶، ۳۱۸۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب تحریم الغدر : ۱۷۳۷]

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

”پس جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

چونکہ مشرکین مکہ بدر اور احد میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے، خندق میں مدینے کا محاصرہ کر چکے تھے اور پھر صلح کا عہد بھی توڑ چکے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ دی گئی مہلت ختم ہوتے ہی بلا تاخیر مشرکین کے خلاف چار قسم کی کارروائیاں شروع کر دیں: ① مہلت ختم ہوتے ہی جہاں کہیں ملیں انھیں قتل کر کے ان کے ناپاک جسم سے اللہ تعالیٰ کی زمین کو پاک کر دیں۔ ② کافر و مشرک جان بچانے کے لیے بھاگنے کی کوشش میں ہو تو تعاقب کر کے گرفتار کر لو۔ ③ کافر و مشرک بھاگ کر کسی علاقے یا قلعہ میں چھپ جائے تو اس کا محاصرہ کر لو۔ ④ تمام راستوں، دروں، گھاٹیوں، بندرگاہوں اور خفیہ سرنگوں کی خوب نگرانی کے لیے گھات لگا کر بیٹھ جاؤ۔ آگے اسلام کے ازلی اور ابدی دشمن قریش مکہ کو پیغام دیا جا رہا ہے کہ اگر وہ باوقار طریقے سے اپنی جان بچانا چاہیں تو شرکیہ عقائد سے توبہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، تو ان کی جان محفوظ و مامون ہے۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لینے کے قابل ہے کہ صرف زبانی توبہ کافی نہیں، بلکہ ظاہری عمل سے ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی گواہی دے دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ یہ (تین) کام کر لیں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانیں اور مال محفوظ کر لیے، سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب

اللہ کے ذمے ہے۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلٰوة ...... الخ ﴾ : ۲۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس ...... الخ : ۲۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ "لا الٰہ الا اللہ" کی گواہی دیں۔ جب وہ اس کا اقرار کر لیں اور ہماری طرح نماز ادا کریں، ہمارے قبلے کی طرف منہ کر لیں اور ہمارے ذبح کرنے کی طرح ذبح کرنے لگیں، تو ہم پر ان کے خون اور ان کے مال حرام ہیں، سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔" [بخاری، کتاب الصلٰوة ، باب فضل استقبال القبلة : ۳۹۲۔ أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب علی ما یقاتل المشرکون : ۲٦٤١]

درج بالا کام کرنے والا شخص ہر لحاظ سے مامون و محفوظ ہے، ملتِ اسلامیہ کا ایک فرد ہے اور مسلمانوں کو ملنے والے تمام حقوق کا مستحق ہے، اگرچہ اس کے دل میں نفاق اور نیت میں فتور بدستور موجود ہے۔ مسلمانوں کو اس کے خلاف تلوار استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں، الا یہ کہ وہ ارتداد یا ناحق قتل کے جرم کا مرتکب ہو، ایسی صورت میں بدلے اور قصاص میں اس کا قتل جائز ہے، یا وہ شادی شدہ زانی ہو، تو ان صورتوں کے علاوہ کسی کلمہ گو مسلمان کے خلاف تلوار کا استعمال ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ جیسا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا...... پھر جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا اور میں نے ایک شخص پر حملہ کرنا چاہا، تو وہ "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرنے لگا، مگر میں نے نیزے کے زبردست وار سے اسے قتل کر دیا، تاہم اس بات سے میرے دل میں کھٹکا پیدا ہوا، سو جب میں واپس آیا تو میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے اس شخص کو "لا الٰہ الا اللہ" کہنے کے باوجود قتل کر دیا؟" میں نے کہا، اس نے تو تلوار کے خوف سے "لا الٰہ الا اللہ" کہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا، یا ڈر کی وجہ سے؟" پھر آپ نے فرمایا: "تم نے "لا الٰہ الا اللہ" کے بعد اسے قتل کر دیا؟" آپ بار بار یہی جملہ فرما رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے تھے: "جب وہ شخص قیامت کے دن "لا الٰہ الا اللہ" کے ساتھ آئے گا تو تم کیا کرو گے (اس قتل کا حساب کیسے دو گے)؟" میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے لیے بخشش اور مغفرت کی دعا کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: "قیامت کے دن جب وہ مقتول "لا الٰہ الا اللہ" کے ساتھ آئے گا تو تم کیا کرو گے؟" جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے بار بار یہی بات سنی تو میں نے بڑی حسرت سے یہ آرزو کی کہ کاش! میں نے آج ہی اسلام قبول کیا ہوتا۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا إله إلا الله : ۹٦، ۹۷]

فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ : یعنی اگر مشرکین اسلام قبول کر لیں، نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر انھیں قتل نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ وہ مسلمان ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی آیت

سے استدلال کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، مانعین زکوٰۃ کے خلاف اعلانِ جہاد کیا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں سے قتال اس شرط کے ساتھ ہی حرام تھا کہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس کے عائد کردہ واجبات کو ادا کریں۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ ع

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دے۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔''

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایک استثنائی حکم دیا جا رہا ہے کہ قبل ازیں جن مشرکین سے جہاد کا حکم دیا گیا تھا ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن کی درخواست کرے تو آپ اس کی خواہش کو پورا کر دیں۔ پھر اس کو قرآن سنائیں، سوچنے کا موقع دیں اور کلام اللہ کے ذریعے دین کی تعلیم دیں۔ ممکن ہے اس کی قسمت جاگ جائے اور وہ دین حق کو دل کی گہرائیوں سے قبول کر لے، کیونکہ مشرک بے علم اور جاہل ہوتا ہے۔ ممکن ہے قرآن کریم کے دلائل سے اس کا دل منور ہو جائے، یا دوسری صورت یہ ہے کہ آپ فریضۂ دعوت سے سرخرو ہوں اور اس پر حجت قائم ہو جائے۔ اچھی طرح فریضۂ تعلیم دین ادا کرنے کے بعد ایسے لوگوں کو پر امن مقام تک بحفاظت پہنچا دو، تاکہ بے خوفی کے ماحول میں پہنچ کر اسے مزید سوچنے سمجھنے کا موقع میسر آ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کو امان دے دیتے تھے جو آپ کے پاس راہنمائی حاصل کرنے کے لیے، یا کوئی پیغام لے کر آتا، جیسا کہ حدیبیہ کے دن آپ کے پاس قریش کے قاصدوں کی ایک جماعت آئی تھی۔ مثلاً عروہ بن مسعود، مکرز بن حفص اور سہیل بن عمرو وغیرہ، یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس یکے بعد دیگرے اس قضیے کے سلسلے میں آئے تھے جو آپ کے اور مشرکین کے مابین تھا۔ انھوں نے جب دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی بے پناہ تعظیم بجا لاتے ہیں تو وہ اس سے مبہوت ہو گئے، کیونکہ انھوں نے اس طرح کی تعظیم نہ روم کے بادشاہ قیصر کی دیکھی تھی اور نہ دنیا کے کسی اور بڑے سے بڑے بادشاہ کی اور انھوں نے واپس جا کر اپنی قوم کو بھی اس کے بارے میں بتلایا اور یہی باتیں ان میں سے اکثر کی ہدایت کا بڑا سبب ثابت ہوئیں۔

سیدنا نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ (کذاب) کے دو ایلچی اس کا خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، جب آپ ﷺ نے اس کا خط پڑھا تو ان دو ایلچیوں سے پوچھا: ''تم دونوں (اس کے بارے میں) کیا کہتے ہو؟'' انھوں نے کہا، ہم وہی کہتے ہیں جو اس نے کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سفیر اور قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا، تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔'' [مستدرك حاكم : ۱۴۲/۲، ۱۴۳، ح : ۲۶۳۲۔ أبوداؤد، كتاب الجهاد، باب في الرسل : ۲۷۶۱۔ مسند أحمد : ۴۸۷/۳، ۴۸۸، ح : ۱۵۹۹۵]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس نے فتح مکہ کے روز ایک مشرک کو پناہ دی تھی، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''ہم نے پناہ دی اسے جس کو تو نے پناہ دی، ہم نے امان دی اسے جس کو تو نے امان دی۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في أمان المرأة : ٢٧٦٣۔ مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة ...... الخ : ٣٣٦/٨٢، بعد الحديث : ٧١٩]

ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ : یعنی اگر مسلمانوں کے درمیان رہنے، قرآن کریم سننے، سمجھنے اور اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد مشرف بہ اسلام ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے اس کے امان کی جگہ پہنچا دیا جائے، تاکہ کفار مسلمانوں کو خائن نہ کہیں، تاہم اس کے دارالکفر پہنچ جانے کے بعد اگر مسلمان اس علاقے پر حملہ کریں اور وہ مارا جائے تو مسلمانوں کو کوئی گناہ لاحق نہیں ہوگا۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۝

''ان مشرکوں کا اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیسے ممکن ہے، سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا۔ سو جب تک وہ تمھارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

اس آیت میں مشرکین سے اعلانِ براءت اور انھیں صرف چار ماہ کی مہلت دیے جانے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین کو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے امان کس بنیاد پر دیا جائے؟ نہ تو وہ ایمان لائے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا رکھی، حق کے خلاف جنگ کی، باطل کی تائید کی اور زمین میں فساد برپا کیا، اس لیے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔ ہاں! بنو بکر بن کنانہ کے جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر حرم کے پاس معاہدہ کر لیا تھا ان کے معاہدہ کا خیال کیا جائے، اگر وہ بھی اس کی پاسداری کریں، اس لیے کہ اللہ غدر و خیانت کو پسند نہیں کرتا۔

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قریشیوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کیا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی رغبت ڈال دی گئی۔ پس میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں تو اب اللہ کی قسم! کبھی ان کی طرف نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا: ''میں عہد کو نہیں توڑتا اور نہ قاصدوں کو قید کرتا ہوں، تمھیں چاہیے کہ واپس جاؤ، پھر اگر تمھارے دل میں وہی بات رہے جو اب ہے تو واپس آ جانا۔'' کہتے ہیں کہ میں واپس چلا گیا اور دوبارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ [أبوداوٗد، كتاب الجهاد، باب في الإمام يستجن به في العهود : ٢٧٥٨]

كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۞

’’کیسے ممکن ہے جبکہ وہ اگر تم پر غالب آجائیں تو تمھارے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد کا، تمھیں اپنے مونہوں سے خوش کرتے ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔ انھوں نے اللہ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لی، پھر انھوں نے اس کے راستے سے روکا۔ بے شک یہ لوگ برا ہے جو کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ کسی مومن کے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔‘‘

ان آیات میں کفار و مشرکین ایسے عہد شکن اور بدکردار لوگوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے تمھیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، عہد نبھانے کی یقین دہانیاں کراتے ہیں، مگر دل سے وہ اس کے انکاری ہیں۔ تمھاری دشمنی میں دانت پیتے، ناپاک منصوبے بناتے اور بغض و عداوت کی انتہائی حدوں کو پار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ یہ بدکردار اور فاسق ہیں، تم پر غلبہ پالیں تو بے بس عورتوں اور نہتے قیدیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالیں اور مسلم آبادیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ مسلمانوں پر بدترین مظالم ڈھا کے خوشیوں کے شادیانے بجائیں۔ نہ تو ان کو قرابت داری کا کوئی لحاظ ہے اور نہ کسی عہد کی پروا۔ ایسی بدعہد اور دغاباز قوم سے اللہ اور اس کے رسول کا عہد کیا ہو سکتا ہے؟ یہ آیات یہود مدینہ کے رویہ اور عادات کی وضاحت میں نازل ہوئیں۔ جو شرمناک رویہ مشرکین مکہ کا تھا وہی ناپسندیدہ طرزِ عمل یہودیوں کا بھی تھا۔ اس مکروہ عمل میں تمام کافر برابر ہیں۔ یہ لوگ اسلام دشمنی میں ایک ہی قسم کا رویہ رکھتے ہیں، یہ بداخلاقی اور دشمنی کی انتہا تک پہنچتے ہیں۔ انھوں نے اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی بجائے دنیا کی حقیر متاع کو ترجیح دی اور خود کو اور دوسروں کو اللہ کی سیدھی راہ پر چلنے سے روکا۔ اللہ اور رسول کے ساتھ اسی عداوت کی وجہ سے وہ کسی مسلمان کے سلسلہ میں کسی معاہدہ وغیرہ کا کوئی خیال نہیں رکھتے۔

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن سب سے برا اس شخص کو پاؤ گے جو دو رخا ہو کہ ان کے پاس ایک منہ لے کر آئے اور ان کے پاس دوسرا منہ لے کر آئے۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب ما قیل فی ذی الوجهین : ۶۰۵۸۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب ذم ذی الوجهین و تحریم فعله : ۲۵۲۶/۱۰۰]

﴿ فَإِنْ تَابُوا وَ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۱۱ ﴾

’’پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں، اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔‘‘

کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی بری عادات کے ذکر کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ توبہ کرلیں، یعنی اسلام قبول کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو مسلمانو! یہ لوگ دین میں تمھارے بھائی ہیں۔ ان کی پہلی غلطیاں، ظلم وتشدد، قتل و غارت گری، گھروں سے نکالنے اور دیگر تمام دشمنیاں اب تمام ہو چکیں، اب یہ تمھارے بھائی ہیں اور اخوت اسلامی میں تمھارے ساتھ شریک ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تین چیزوں سے اخوت اسلامی قائم ہوتی ہے: ① کفر سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنا۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ایک شخص کلمہ تو پڑھے لیکن نماز کا تارک ہو، بلکہ اس کا مذاق اڑائے، اسی طرح زکوٰۃ سے بچنے کے لیے تاویلیں کرے تو یہ شخص حقیقت میں اخوت اسلامیہ میں شامل نہیں۔ اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو ایسے لوگوں پر حد لگتی ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھائی تھی تو وہ اسی اصول پر اٹھائی تھی کہ زکوٰۃ کا انکار کرنے والے دائرۂ اسلام سے خارج اور نماز کا انکاری دائرۂ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے، اسی لیے ایسے لوگوں پر حد لگانے کا حکم ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، جب انھوں نے ایسا کیا تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا، سوائے اسلام کے حق کے اور (اگر وہ دل سے ایمان نہیں لاتے تو) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔‘‘ [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا وأقاموا الصلوة ...... الخ ﴾ : ۲۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کا اقرار کریں، پھر جب وہ ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہہ دیں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے اور ان (کے دل) کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔‘‘ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیة : ۲۱، ۲۲] ’’پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس ...... الخ : ۲۱/۳۵]

سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کی وفات کے وقت

ان سے فرمایا تھا: ''اے میرے چچا! ''لا الٰہ الا اللہ'' کہیے۔ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس کی بنیاد پر میں اللہ کے ہاں آپ کے لیے گواہی دے سکوں گا۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت : لا إله إلا الله : ۱۳۶۰]

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو، وہ مجھ سے لڑے اور تلوار مار کر میرا ایک ہاتھ کاٹ دے، پھر جب میں اسے قتل کرنے کے لیے جھکوں تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھے اور کہے کہ میں اسلام لایا اور میری زد سے بچنے کے لیے ایک درخت کی پناہ لے، تو اے اللہ کے رسول! کیا میں اسے یہ کہنے کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرو۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا اور کاٹنے کے بعد یہ بات کہی تو کیا (ایسی صورت) میں میں اسے قتل نہ کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، قتل نہ کرنا، ورنہ وہ اس درجے پر پہنچ جائے گا جس درجے پر تم اسے قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اس درجے پر پہنچ جاؤ گے جس درجے پر وہ یہ بات کہنے سے پہلے تھا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله : لا إله إلا الله : ۹۵]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان سے فرمایا: ''تم اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جا رہے ہو، لہٰذا جس چیز کی تم سب سے پہلے انھیں دعوت دو گے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کریں، جب وہ توحید کو سمجھ لیں تو پھر انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ نماز پڑھیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے مال دار طبقہ سے لی جائے گی اور ان کے محتاج لوگوں کو لوٹا دی جائے گی۔ جب وہ یہ تسلیم کر لیں تو ان سے زکوٰۃ لے لینا، لیکن ان کے بہترین مال لینے سے پرہیز کرنا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ أمته إلی توحید الله تبارك و تعالى : ۷۳۷۲]

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

''اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمھارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ بے شک یہ لوگ، ان کی کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آ جائیں۔''

یعنی جن لوگوں کی حالت یہ ہو کہ وہ نہ صرف تم سے معاہدہ کر کے اسے توڑتے ہوں، بلکہ تمھارے دین کا بھی مذاق اڑاتے ہوں تو سمجھ لو کہ ایسے ہی لوگ ''ائمۃ الکفر'' (کفر کے سردار) ہیں۔ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا تم ایسے لوگوں کو کسی قسم کا موقع دیے بغیر برسر پیکار ہو جاؤ۔ شاید تمھاری تلواریں ہی انھیں ان کے کرتوتوں سے باز رکھ سکیں۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

''کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انھوں نے ہی پہلی بار تم سے ابتدا کی؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔''

مسلمانوں کو بار بار مشرکین مکہ کے خلاف جنگ پر ابھارا جا رہا ہے اور ان کے وہ اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں جنھیں سن کر مسلمانوں کا غیظ و غضب بھڑکے اور وہ کفر کے خلاف جنگ میں اور سخت ہوں۔ اللہ نے کہا، یہ وہی مشرکین ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے گئے اپنے معاہدے کا پاس نہیں رکھا تھا اور اپنے حلیف بنو بکر کی بنو خزاعہ کے خلاف مدد کی تھی، جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے اور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہر مکہ سے نکالنے کی دار الندوہ میں سازش کی تھی۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ لوگ اللہ کے رسول کا احترام کرتے اور آپ کا مقام پہچانتے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر قتال کی ابتدا انھی کی طرف سے ہوئی کہ تجارتی قافلہ کو بچانے مکہ سے چلے تھے اور قافلہ بچ کر نکل بھی گیا، لیکن انھوں نے کبر و غرور میں آ کر مسلمانوں سے جنگ کی ٹھانی۔ مقام حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدۂ صلح کو توڑنے میں بھی پہل کی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی سرکوبی کے لیے مکہ پر چڑھائی کرنا پڑی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ مکہ فتح کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے نکلے، رمضان کا مہینا تھا، آپ کے ہمراہ دس ہزار کا لشکر تھا۔ آپ کو مدینہ تشریف لائے ہوئے ساڑھے آٹھ سال ہونے کو تھے۔ آپ نے جب مکہ کی طرف کوچ فرمایا، تو آپ بھی روزہ رکھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ جب مقام کدید پر، جو عسفان و قدید کے درمیان ایک چشمہ ہے، پہنچے تو آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے روزہ کھول لیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح فی رمضان : ٤٢٧٦۔ مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر ...... الخ : ١١١٣]

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو قریش کو اس روانگی کا علم ہو گیا تھا، چنانچہ ابو سفیان بن حرب اپنے ساتھیوں حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا کے ہمراہ مکہ سے باہر نکلا۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے نکلے تھے، چلتے چلتے یہ ''مر الظہران'' میں آن نکلے۔ وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ ہر جانب آگ کے الاؤ جل رہے ہیں، آگ کے یہ الاؤ ایسے ہی تھے جیسے عرفہ میں (حاجی لوگ قیام کے دوران میں) آگ جلاتے ہیں، یہ آگ دیکھ کر ابو سفیان کہنے لگا، یہ آگ کیسی ہے؟ یہ آگ تو ایسی ہے جیسی عرفات میں ہوتی ہے۔ بدیل بن ورقا جواباً کہنے لگا، بنی عمرو قبیلے کی آگ لگتی ہے۔ ابو سفیان کہنے لگا، وہ اس قابل کہاں، وہ بہت

تھوڑے لوگ ہیں۔ اتنے میں ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے پہرے داروں نے دیکھ لیا، لہٰذا انھوں نے انھیں فوراً قابو کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ ابوسفیان نے یہاں اسلام قبول کر لیا، جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ یہاں سے جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ”ابوسفیان کو ایسی جگہ روک رکھو جہاں جاتے وقت گھوڑوں کا ہجوم ہو، تاکہ وہ مسلمانوں کی فوجی قوت کا نظارہ کرے۔“ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ ایسی ہی ایک جگہ ابوسفیان کو لے کر کھڑے ہو گئے۔ اب وہ قبائل جو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پابرکاب تھے، وہ ایک ایک دستہ (رجمنٹ) کی شکل اختیار کرتے ہوئے ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگے۔ ایک دستہ گزرا تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے، اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے بتلایا، یہ قبیلۂ غفار ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے غفار سے کیا سروکار، پھر ”جہینہ“ کا دستہ گزرا تو ابوسفیان نے وہی جملہ دہرایا، پھر سعد بن ہزیم قبیلہ گزرا تو بھی ابوسفیان نے ایسا ہی کہا، پھر قبیلہ سلیم گزرا تو بھی ابوسفیان نے ایسا ہی کہا۔ آخر گزرتے گزرتے ایک ایسا عسکری دستہ گزرنے لگا کہ اس شان کا دستہ پہلے نہ گزر پایا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں، ان کے امیر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں، انھی کے پاس جھنڈا ہے۔ پھر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابوسفیان! آج کا دن کفار کے قتل کا دن ہے، آج کے دن کعبہ حلال ہو جائے گا (یعنی کفار کا قتل اس میں جائز ہو جائے گا)۔ یہ سن کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عباس! یہ تو قریش کی تباہی اور بربادی کا دن آ گیا ہے۔ پھر ایک سب سے چھوٹا دستہ گزرا، جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ تھے اور آپ کا جھنڈا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو جب رسول اللہ ﷺ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، تو اس نے کہا (اے اللہ کے رسول!) کیا آپ کے علم میں ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہا؟ آپ نے پوچھا: ”کیا کہا؟“ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہنے لگے، وہ تو یہ یہ کہہ گئے ہیں (کہ آج قریش کا قصہ تمام ہو جائے گا)۔ آپ نے فرمایا: ”سعد نے غلط کہا، آج کا دن تو وہ دن ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو چار چاند لگائے گا اور یہ وہ دن ہے جس میں کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔“ [بخاري، کتاب المغازي، باب أين ركز النبي ﷺ الراية يوم الفتح ؟ : ٤٢٨٠]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ اس چھڑی سے انھیں مارتے جا رہے تھے اور یہ آیات پڑھتے جا رہے تھے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بني إسرائيل : ٨١] ”حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔“ اور یہ آیت: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴾ [سبا : ٤٩] ”حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔“ [بخاري، کتاب المغازي، باب أين ركز النبي ﷺ الراية يوم الفتح؟ : ٤٢٨٧۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب إزالة الأصنام : ١٧٨١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود پہنے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے، جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص آیا، اس نے کہا یا رسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردے پکڑے لٹک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے وہیں قتل کر دو۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب قتل الأسير و قتل الصبر : ۳۰۴۴]

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

''ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ تو قادر ہے کہ آن واحد میں دشمنانِ دین کو ہلاک کر دے، لیکن اس نے ایسا نہ کر کے جہاد کا حکم دیا، اس لیے کہ وہ اپنے مومن بندوں کے ہاتھوں ان مشرکین کو سزا دینا چاہتا ہے، انھیں رسوا کرنا چاہتا ہے اور ان کے خلاف مومنوں کی مدد کر کے کافروں کو بتانا چاہتا ہے کہ اللہ مومن بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ مشروعیت جہاد کی دوسری علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندوں کے ہاتھوں ان کافروں کا صفایا کروا کر ان کے دلوں کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے، اس لیے کہ انھیں ان مشرکین کے ہاتھوں بڑی اذیتیں پہنچی ہیں اور انھوں نے بڑا غم اٹھایا ہے، جب اپنے ہاتھوں سے انھیں قتل کریں گے تو ان کے دلوں کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ع ۸

''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ اللہ کے اور نہ اس کے رسول کے اور نہ ایمان والوں کے سوا کسی کو راز دار بنایا اور اللہ اس سے پورا باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دینے کے بعد مسلمانوں سے بطور تاکید فرمایا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمھیں ایسی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا جس کے ذریعے صادق و کاذب اور مومن و منافق کے درمیان تمیز ہو جائے؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جاننا چاہتا ہے جو اللہ کا حکم بلند کرنے کے لیے جہاد کرتے ہیں اور جو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے علاوہ کسی کافر کو اپنا دوست

نہیں بناتے۔ قرآن حکیم کی کئی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ مشروعیت جہاد کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ کے فرماں بردار اور نافرمان بندے پہچانے جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ۲] ”کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرة : ۲۱۴] ”یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۴۲] ”یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۱] ”اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔“

وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً : جو لوگ جہاد سے پہلوتہی کریں گے، یا کافروں کو اپنا دوست اور راز داں بنائیں گے وہ آزمائش میں ناکام ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [الممتحنة : ۱] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [المجادلة : ۲۲] ''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔'' اور فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴾ [النساء : ۱٤٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنا لو۔''

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَن يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿۱۷﴾

''مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

یعنی کعبہ یا کسی بھی مسجد کی تولیت و آباد کاری مشرکوں کے لیے مناسب ہی نہیں، کعبہ خالصتاً اللہ کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا اور ایسے ہی دوسری مساجد بھی اسی غرض کے لیے بنائی جاتی ہیں، لیکن یہ مشرک بیت اللہ میں بھی اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے تھے۔ چنانچہ مشرکوں نے اللہ کے اس گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ دیواروں پر اپنے بزرگوں اور دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بنا رکھی تھیں اور ان ظالموں نے سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام کے مجسمے بنا کر ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر پکڑا رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد بیت اللہ کو ان سب چیزوں سے پاک کیا۔ پھر بیت اللہ میں ایسی فحاشی روا رکھی جاتی تھی کہ کیا مرد کیا عورت، سب ننگے طواف کرتے تھے۔ ان کی نظروں میں سرے سے بیت اللہ کے احترام کا تصور ہی نہ تھا، حتیٰ کہ انھوں نے اپنی عبادت کو سیٹیوں، تالیوں اور گانے بجانے کی محفلیں بنا رکھا تھا۔ پھر کیا ایسے لوگ مساجد کی آباد کاری اور سرپرستی کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ آگے فرمایا کہ اعمال کی جزا کا انحصار اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہے اور مشرک تو روز آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے تھے اور اللہ پر ایمان کے معاملہ میں ان کا تصور ہی غلط تھا۔ انھوں نے سب خدائی اختیارات و تصرفات اپنے دیوی دیوتاؤں اور بزرگوں کو دے رکھے تھے،

لہٰذا ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کے اچھے اعمال ضائع ہوں گے اور شرک اور بداعمالی کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہوگا۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کرنے والوں کو یہ بات زیبا نہیں کہ وہ اس کی مسجدوں کو آباد کریں، کیونکہ یہ مسجدیں تو اسی وحدہ لاشریک لہ کے پاک نام پر بنائی گئی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن : ۱۸] ”اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔“

شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین یوں تلبیہ کہتے: « لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ ...... اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ » ”ہم حاضر ہیں! اے اللہ! ہم حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، ہاں نیک ہستی تیری شریک ہے، جس کا تو مالک ہے اور وہ تیری مالک نہیں۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها : ۱۱۸۵]

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸

”اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔“

آباد کرنے سے مراد مساجد میں نمازوں کے لیے آنا جانا، مساجد کی صفائی، ان میں روشنی کا انتظام، مساجد کی تعمیر، ان کی مرمت اور تولیت وغیرہ سب کچھ شامل ہے اور یہ صرف ان لوگوں کا کام ہے جن میں بالخصوص چار باتیں پائی جائیں، اللہ اور روز آخرت پر ایمان، پھر اسی ایمان کی ظاہری شہادت کے لیے نماز کا قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا۔ مساجد کی آباد کاری اور ان کا ادب و احترام نہایت اعلیٰ درجے کا عمل ہے، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مسجد بنائے اور محض اللہ کی رضا کے لیے بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہشت میں ویسا ہی گھر بنا دیتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الصلوة، باب من بنى مسجدًا : ۴۵۰۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث عليها : ۵۳۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاه بعد الصبح وفضل المساجد : ۶۷۱]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے (مسجد کی طرف) جاتا ہے تو اسے حج کا احرام باندھنے والے حاجی کے مانند ثواب ملتا ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الصلوة، باب ما جاء فی فضل المشی إلی الصلوة : ٥٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے شخص ایسے ہیں جنھیں اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن سوائے اس کے سائے کے کوئی سایہ نہیں ہوگا، (پہلا) عادل حاکم۔ (دوسرا) وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں جوان ہوا۔ (تیسرا) وہ شخص کہ جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو (وہ جس وقت نماز پڑھ کر نکلتا ہے تو مسجد کی طرف دوبارہ آنے کے لیے بے تاب رہتا ہے)۔ (چوتھے) وہ دو شخص جو (صرف) اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں، جب ملتے ہیں تو اسی محبت میں اور جدا ہوتے ہیں تو اسی محبت میں۔ (پانچواں) وہ شخص کہ جسے کسی خاندانی و خوبصورت عورت نے (برائی کے لیے) بلایا، پھر اس شخص نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (چھٹا) وہ شخص کہ جس نے اللہ کے نام پر کچھ دیا، پھر اس کو چھپایا، یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (ساتواں) وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوة وفضل المساجد : ٦٦٠۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١۔ ابن حبان : ٧٣٣٨]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے رہنے والے ان دو آدمیوں سے (جو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے) کہا، اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب رفع الصوت فی المساجد : ٤٧٠]

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں روئے سخن مسلمانوں اور مشرکوں سب کے لیے عام ہے۔ مشرکوں کے لیے اس لحاظ سے کہ وہ بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے، انھیں پانی پلاتے اور انھیں کھانا اور کپڑا مہیا کرتے ہیں، نیز ہم مسجد حرام کی مرمت، غلاف کعبہ اور اس میں روشنی وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں، اگر مسلمان اپنے جہاد و ہجرت کو افضل اعمال سمجھتے ہیں تو ہمارے پاس بھی عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔ انھیں تو یہ جواب دیا گیا کہ جب تمھارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہی نہیں تو تمھارے سب اعمال رائیگاں جائیں گے اور اگر اس آیت کا روئے سخن مسلمانوں کی طرف سمجھا جائے تو

اس سے مراد ان کے اعمال کا باہمی موازنہ ہوگا۔ یعنی صرف اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والے مسلمان اللہ کے نزدیک ان مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو ایمان بھی لائے اور انھوں نے جہاد بھی کیا۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا (کہ کچھ لوگ بحث وتکرار میں مصروف تھے)ایک شخص کہنے لگا، اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ میں کوئی اور کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی فکر نہیں۔ دوسرا بولا، اسلام قبول کرنے کے بعد میں مسجد حرام کی خدمت کے علاوہ اور کوئی کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ تیسرا کہنے لگا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ان دونوں کاموں سے بہتر اور افضل عمل ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بلند آوازیں اور بحث وتکرار سنی تو انھیں ڈانٹا اور فرمایا، جمعہ کے دن منبر رسول ﷺ کے پاس بیٹھ کر آوازیں بلند نہ کرو، میں نماز جمعہ سے فارغ ہوکر رسول اللہ ﷺ سے اس معاملہ کے متعلق دریافت کروں گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴾ ''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى : ١٨٧٩]

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ : حاجیوں کو پانی پلانا نیک کام ہے، اسی کام کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر رات کے وقت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو منیٰ کی حاضری سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے منیٰ کی راتوں میں پانی پلانے کی وجہ سے مکہ میں رہنے کی اجازت طلب کی، تو رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی۔[بخاری، كتاب الحج، باب هل يبيت أصحاب السقاية أو غيرهم بمكة ليالي منى؟ : ١٧٤٥۔ مسلم، كتاب الحج، باب وجوب المبيت بمنى ليالي أيام التشريق ...... الخ : ١٣١٥]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے اسامہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے پانی طلب کیا تو ہم نے آپ کو نبیذ کا ایک پیالہ پیش کیا۔ آپ نے وہ نبیذ خود بھی

پیا اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا۔ پھر ہم سے فرمایا: ”تم اچھا اور عمدہ کام کر رہے ہو، سو اسی طرح کرتے رہو۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب فضل القيام بالسقاية ...... الخ : ١٣١٦]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پلانے کو صرف اچھا کام ہی نہیں کہا، بلکہ اس کام کی خود تمنا کی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم پر تشریف لائے۔ لوگ پانی پلا رہے تھے اور اس سلسلہ میں (ضروری) خدمت انجام دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ کام کیے جاؤ، اس لیے کہ تم اچھے عمل پر (قائم) ہو، اگر یہ (اندیشہ) نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو میں (سواری سے) اترتا اور رسی کو اپنے کندھے پر رکھتا اور پانی کھینچ کھینچ کر حاجیوں کو پلاتا۔“ [بخاری، كتاب الحج، باب سقاية الحاج : ١٦٣٥]

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : دوسرا نیک کام جس کا ذکر اس آیت میں ہے وہ ہے مسجد حرام کی تعمیر و آباد کاری کرنا۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری مسجد میں نماز مسجد حرام کے سوا دیگر مساجد کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے اور مسجد حرام کی نماز دیگر مساجد کی ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔“ [مسند أحمد : ٣/ ٣٩٧، ح : ١٥٢٧٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایسے شخص کے لیے فرشتے دعائیں کرتے ہیں جو (مسجد میں) نماز ادا کرنے کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے، جہاں اس نے نماز ادا کی تھی، تو جب تک (وہ وہاں بیٹھا ہے اور) وہ بے وضو نہیں ہوتا، تو فرشتے اس کے لیے یہ دعا کرتے رہتے ہیں، یا اللہ! اسے بخش دے، یا اللہ! اس پر رحم فرما۔“ [بخاری، كتاب الصلوة، باب الحدث في المسجد : ٤٤٥]

مسجدوں کا تعمیر کرنا بڑے ثواب کا کام ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مساجد تعمیر کرنے اور انھیں پاک صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب اتخاذ المساجد في الدور : ٤٥٥]

كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، افضل عمل کون سا ہے؟ فرمایا: ”وقت پر نماز ادا کرنا۔“ میں نے عرض کی، اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: ”والدین سے اچھا سلوک کرنا۔“ میں نے عرض کی، اس کے بعد؟ فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب فضل الجهاد والسير ...... الخ : ٢٧٨٢۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال : ٨٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا، مجھے ایسا عمل بتائیے! جو جہاد کے برابر ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا (جو جہاد کے برابر ہو)۔“ پھر ارشاد فرمایا: ”کیا تم میں اتنی ہمت و استطاعت ہے کہ مجاہد کے جہاد پر جانے کے فوراً بعد تم اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ اور (اس کے لوٹ

آنے تک) مسلسل قیام کرتے رہو اور کبھی نہ تھکو اور روزہ رکھتے رہو اور کبھی افطار نہ کرو؟'' پھر آپ نے خود ہی فرمایا: ''یہ طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل الجهاد ...... الخ : ٢٧٨٥]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مومن جو اللہ کے راستہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله : ٢٧٨٦۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط : ١٨٨٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل عمل کے متعلق سوال کیا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' عرض کیا گیا، اس کے بعد؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔'' عرض کیا گیا، اس کے بعد؟ فرمایا: ''مقبول حج۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب من قال إن الإیمان هو العمل ...... الخ : ٢٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان بالله تعالٰی أفضل الأعمال : ٨٣]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل عمل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا۔'' [بخاری، کتاب العتق، باب أی الرقاب أفضل ؟ : ٢٥١٨۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان بالله أفضل الأعمال : ٨٤]

سیدنا معاذ بن انس جہنی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا تو آپ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا، یا رسول اللہ! آپ نے لشکر روانہ کیا ہے اور میرا خاوند جہاد پر چلا گیا ہے۔ (بات یہ ہے کہ) جب وہ یہاں تھا تو میں اس کی نماز، روزہ میں اقتدا کرتی اور اس کے ساتھ ہر نیکی کا کام کرتی تھی، اب مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو میں کرتی رہوں اور مجھے اس کے جہادی عمل کے برابر ثواب ملے، حتیٰ کہ وہ واپس پلٹ آئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کہ تو مسلسل قیام کرے اور بیٹھی نہ رہے اور روزے رکھے اور کبھی افطار نہ کرے اور مسلسل اللہ کا ذکر کرے اور کبھی غافل نہ ہو (حتیٰ کہ وہ واپس آ جائے)۔'' اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! کیا میں یہ طاقت رکھتی ہوں؟'' فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تجھ میں اتنی طاقت ہو بھی تو پھر بھی تو اپنے خاوند کے جہادی اجر کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔'' [مستدرك حاكم : ٧٣/٢، ح : ٢٣٩٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ کے راستے (یعنی جہاد) میں گھڑی بھر کھڑا ہونا حجر اسود کے سامنے لیلۃ القدر کے قیام سے بہتر ہے۔'' [ابن حبان : ٤٦٠٣]

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ

دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

’’جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔‘‘

اوپر جو ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اسی کو مزید صراحت کے ساتھ اللہ نے اس آیت میں بیان کر دیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانا، اس کی رضا کی خاطر ملک و وطن اور مال و دولت چھوڑ کر ہجرت کرنا اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ اونچا مقام رکھتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے راستہ میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، اس سب سے بہتر ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الجهاد، باب الغدوة والروحة في سبيل الله ...... الخ : ۲۷۹۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک جنت میں سو درجے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔ سو تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو، یہ تمام جنتوں کے درمیان سب سے عالی شان جنت ہے۔ اسی کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله ...... الخ : ۲۷۹۰]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے ابو سعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو جائے، اسلام کو دین تسلیم کر لے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی جان کر راضی ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔‘‘ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے تعجب کیا اور درخواست کی، اے اللہ کے رسول! ذرا اپنی بات دہرا دیجیے۔ آپ نے دوبارہ وہی کلمات ارشاد فرمائے، پھر فرمایا: ’’ایک اور چیز جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے بندے کے سو درجے بلند کر دیتا ہے اور ہر درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔‘‘ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔‘‘ [مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالى للمجاهد في الجنة من الدرجات : ۱۸۸۴]

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

’’ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضا مندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے

ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

یعنی اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا، ان سے ہمیشہ کے لیے خوش ہو جائے گا اور انھیں لازوال نعمتوں والی جنتوں میں داخل کرے گا جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [الصف : ۱۰ تا ۱۲] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے گا، سوائے شہید کے۔ وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب تمنی المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ۲۸۱۷۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة فی سبيل الله : ۱۸۷۷]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا کر لے گئے اور ہم ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں داخل ہو گئے، جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا، ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہیدوں کا گھر ہے۔“ [بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله : ۲۷۹۱]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں حکم دیا ہے کہ کفار سے علیحدگی اختیار کر لی جائے، خواہ وہ تمھارے باپ یا بیٹے ہی کیوں نہ ہوں، وہ ایمان کی بجائے کفر کو پسند کرتے ہوں تو ان سے دوستی ممنوع ہے اور ایسا کرنے پر دھمکی دی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلة : ٢٢] ''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الممتحنة : ١ تا ٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ اگر وہ تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمھاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے اور چاہیں گے کاش! تم کفر کرو۔ قیامت کے دن ہرگز نہ تمھاری رشتہ داریاں تمھیں فائدہ دیں گی اور نہ تمھاری اولاد، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾

"اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔" [الممتحنة : ۸، ۹]

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ا۟قْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

"کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دھمکی دی ہے جو اللہ کے مقابلہ میں اہل وعیال اور رشتہ داروں کو ان کے کفر وشرک کے باوجود ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول سے حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی محبت کو ہر شے کی محبت پر مقدم رکھا جائے۔ باپ ہو یا بیٹا، بھائی ہو یا بیوی، یا خاندان کا کوئی فرد، یا مال و دولت جسے آدمی اپنی کدو کاوش سے حاصل کرتا ہے، یا انواع و اقسام کے اموال تجارت، یا بلند و بالا محلات اور کوٹھیاں، ان سب کی اللہ اور رسول کے مقابلہ میں مومن کے دل میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جس کے نزدیک یہ چیزیں اللہ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں گی وہ فاسق اور اپنے حق میں ظالم ہو گا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ ...... مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین چیزیں جس شخص میں ہوں اس نے ایمان کی مٹھاس پا لی، وہ یہ کہ جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو اور جو کسی بندے سے محبت کرے تو صرف اور صرف اللہ کے لیے کرے اور وہ کفر میں لوٹنے کو، جبکہ اللہ اسے کفر سے نجات دے چکا ہو، اتنا ہی برا سمجھے جتنا برا وہ آگ میں ڈالے جانے کو جانتا ہے۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب من کرہ أن یعود فی الکفر ...... الخ : ۲۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإیمان : ۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول ﷺ من الإيمان : ١٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول ﷺ من الإيمان : ١٥ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ أكثر من الأهل : ٤٤/٧٠]

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، بجز میری اپنی جان کے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک کہ میں تجھے تیرے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فی الفور عرض کی، اللہ کی قسم! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اب اے عمر! (معاملہ درست ہوا)۔'' [بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ ؟ : ٦٦٣٢]

وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [التوبة : ٣٨، ٣٩] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٥٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا،

سب کچھ جاننے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں فوت ہو کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ کیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب ذم من مات و لم یغز و لم یحدث نفسه بالغزو : ۱۹۱۰]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تم پر ہر طرف سے (کفار) قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانا کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' ہم نے کہا، یا رسول اللہ! کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہو گی؟ فرمایا: ''تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تمھاری حیثیت سمندر کی جھاگ کی سی ہو گی۔ تمھارے دشمن کے سینے سے تمھارا رعب نکل جائے گا اور تمھارے دلوں میں وہن پیدا ہو جائے گا۔'' ہم نے عرض کی، وہن کیا ہے؟ فرمایا: ''زندگی سے محبت اور (جہاد کی) موت سے نفرت۔'' [مسند أحمد : ۲۷۸/۵، ح : ۲۲۴۵۹۔ أبو داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الأمم علی الإسلام : ۴۲۹۷]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نہ جہاد کیا، نہ کسی مجاہد کو کوئی سامان مہیا کیا اور نہ کسی مجاہد کے اہل و عیال کی نیک نیتی سے دیکھ بھال کی، تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے کسی شدید آفت سے دو چار کرے گا۔'' [أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب کراهیة ترك الغزو : ۲۵۰۳۔ ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب التغلیظ فی ترك الجهاد : ۲۷۶۲۔ " الأربعین فی الحث علی الجهاد " لابن عساکر : ۲۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مجھے تلوار دے کر بھیجا ہے، حتیٰ کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت ہونے لگے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنا دی گئی ہے جو میرے طریقہ کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہو جائے گا۔'' [مسند أحمد : ۵۰/۲، ح : ۵۱۱۳]

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ: ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴾ [هود : ۷۶] ''بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا حکم آ چکا اور یقیناً یہ لوگ! ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [النحل : ۳۳، ۳۴] ''وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں، یا تیرے رب کا حکم آ جائے۔ ایسے ہی ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے۔ پس ان کے پاس اس کے برے نتائج آ پہنچے جو انھوں نے کیا اور انھیں اس

چیز نے گھیر لیا جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔“

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝٢٥ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝٢٦ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٢٧

”بلاشبہ یقیناً اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے تمھیں خود پسند بنا دیا، پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کو سزا دی جنھوں نے کفر کیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ توبہ کی توفیق دے گا جسے چاہے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

ان آیات میں غزوۂ حنین کا ذکر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب رمضان ۸ھ میں مکہ فتح کر لیا تو انھیں معلوم ہوا کہ قبیلۂ ہوازن کے لوگ آپ سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں، تو آپ شوال ۸ھ میں بارہ ہزار مجاہدین لے کر (جن میں دس ہزار مدینہ سے آئے ہوئے مجاہدین تھے اور دو ہزار فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں میں سے تھے) ان سے نمٹنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ بعض مسلمانوں کو اس موقع پر اپنی کثرتِ تعداد پر فخر ہوا۔ جب دونوں فوجیں جمع ہوئیں تو ہوازن نے اپنی کمین گاہوں سے نکل کر یک بارگی ایسا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف سو (۱۰۰) کے قریب مجاہدین رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد رہ گئے جو مشرکین سے جنگ کرتے رہے۔ نبی ﷺ نے عباس بن عبد المطلب کو، جن کی آواز بہت اونچی تھی، حکم دیا کہ وہ انصار اور باقی مسلمانوں کو آواز دیں۔ جب انھوں نے آواز سنی تو وہ پلٹے اور مشرکین پر ایسے جھپٹے کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں نے ان کی عورتوں، بچوں اور مال و دولت ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ تقریباً چھ ہزار آدمی پابند سلاسل ہوئے جنھیں رسول اللہ ﷺ نے بعد میں آزاد کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے اکثر و بیشتر لوگ مسلمان ہو گئے۔ غزوۂ حنین کے انھی واقعات و احوال کو ان آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ آیات زیر تفسیر سے معلوم ہوا کہ ① اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر ایمان والوں کی مدد کی۔ ② اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین میں بھی ایمان والوں کی مدد کی۔ ③ غزوۂ حنین میں ایمان والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ④ ایمان والوں کو اپنی کثرتِ تعداد پر ناز ہو گیا اور اسی پر بھروسا کر بیٹھے۔ ⑤ اللہ تعالیٰ کو یہ ناز پسند نہیں آیا، نتیجہ یہ

نکلا کہ غزوۂ حنین میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ایمان والوں کے قدم اکھڑ گئے اور انھوں نے پیٹھ پھیر لی۔ ان کی کثرتِ تعداد ان کے کچھ کام نہ آئی۔ ⑥ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین میں ایسے لشکر بھیج دیے جو ایمان والوں کو نظر نہیں آتے تھے۔ ⑦ غزوۂ حنین میں کافروں کو سخت شکست ہوئی اور انھیں اس جنگ میں زبردست سزا ملی۔ ⑧ اللہ تعالیٰ کافروں کو سرکشی کی بنیاد پر سزا دیتا ہے اور پھر اگر چاہے تو بعد میں انھیں توبہ کی توفیق بھی عنایت فرما دیتا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ : حنین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کن کن مواقع پر ایمان والوں کی مدد کی؟ ان میں غزوۂ بدر، احد، احزاب، بنوقریظہ، بنونضیر، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ اور دیگر غزوات شامل ہیں، درج ذیل آیات میں اسی طرف اشارہ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ﴾ [آل عمران : ۱۲۳] ”اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی، جب کہ تم نہایت کمزور تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾ [الأنفال : ۹] ”جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴾ [الأنفال : ۱۲] ”جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان لائے ہیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دوں گا۔ پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۹] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے خوب دیکھنے والا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۵۲] ”اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا، جب تم انھیں اس کے حکم سے کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے ہمت ہار دی اور تم نے حکم کے بارے میں آپس میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اس نے تمھیں وہ چیز دکھا دی جسے تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے، پھر اس نے تمھیں ان سے پھیر دیا، تاکہ تمھیں آزمائے اور بلاشبہ یقیناً اس نے تمھیں معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر بڑے فضل والا ہے۔“

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ : غزوۂ حنین کے حالات و واقعات اور اسباب و نتائج کا تفصیلاً تذکرہ احادیث میں موجود ہے، چند احادیث کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کی فتح سے

فارغ ہوئے اور حنین کی طرف بڑھے، تو مالک بن عوف نے مختلف قبائل کو اکٹھا کیا، ان کے مال مویشی، عورتوں اور بچوں کو ہمراہ لیا اور لڑائی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف چل کھڑا ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس خبر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے عبد الرحمٰن بن ابو حدرد رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ ان کی طرف جا، ان کی قوم میں داخل ہو جا اور دیکھ کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور سب حالات کا جائزہ لے کر آ۔ چنانچہ عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں داخل ہو گئے، ان میں ایک یا دو دن ٹھہرے، پھر واپس پلٹے اور آ کر تمام صورت حال سے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا۔[مستدرك حاكم : ۳ / ۴۸، ۴۹، ح : ۴۳۶۹۔ مسند أحمد : ۳ / ۱۹۰، ح : ۱۲۹۸۲، عن أنس رضی الله عنه]

سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکہ سے حنین کی طرف نکلے۔ راستے میں ایک ایسی جگہ آئی کہ وہاں بیری کا ایک درخت تھا، یہ درخت کافروں کا ایک متبرک مقام تھا۔ وہ اس کے گرد اپنی مرادیں پوری کروانے کے لیے بیٹھا کرتے اور اس پر اپنا اسلحہ لٹکایا کرتے تھے۔ اس مقام کو ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا۔ چنانچہ جب ہم بیری کے اس بہت بڑے سبز درخت کے پاس سے گزرے تو ہم میں سے بعض لوگ کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایسا ہی کوئی آستانہ بنا دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگوں نے بھی وہی بات کہہ ڈالی جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہی تھی: ﴿ اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۸] ''(اے موسیٰ!) ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو۔'' حقیقت یہ ہے کہ تم نادان لوگ ہو، یہ ایسے چلن ہیں جو تم سے پہلے لوگوں نے بھی اختیار کیے تھے سو تم بھی ایک ایک کر کے ان کو اختیار کرتے چلے جاؤ گے۔''[مسند أحمد : ۵ / ۲۱۸، ح : ۲۱۹۵۶۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لتركبن سنن من كان قبلكم : ۲۱۸۰]

سیدنا سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجاہدین غزوۂ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے اور ایک بہت لمبی مسافت طے کی، حتیٰ کہ پچھلا پہر ہو گیا، سو میں نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا کہ ایک گھڑ سوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! میں حسب حکم آپ کے درمیان سے نکلا اور تیزی سے چلتا ہوا فلاں فلاں پہاڑ سے ہو کر واپس آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ میں ''ہوازن'' کے لوگوں کو دیکھ آیا ہوں، وہ اپنی عورتوں، چوپایوں، بکریوں اور اموال سمیت وہاں خیمہ زن ہیں، سب حنین میں جمع ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''اللہ نے چاہا تو یہ سارا مال کل مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت ہو گا۔''[أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل الله عزوجل : ۲۵۰۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ فتح کرنے کے بعد حنین کے میدان میں جنگ کے لیے چل رہے تھے، میں دیکھ رہا تھا کہ مشرک بھی اپنی صفیں کمال انداز سے باندھ کر آئے ہیں۔ سب سے آگے گھڑ سواروں کی صفیں تھیں، اس کے

بعد پیدل جنگجوؤں کی، پھر عورتوں کی صفیں تھیں، عورتوں کے پیچھے بکریوں کے ریوڑ تھے اور ان کے پیچھے دیگر چوپائے اونٹ وغیرہ تھے۔[مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ١٣٦۔ مسند أحمد : ٣/ ١٩٠، ح : ١٢٩٨٢]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تہامہ کی وادیوں میں سے حنین کی وادی میں ہم جا رہے تھے، وادی بڑی وسیع و عریض تھی۔ اس میں اوپر نیچے ٹیلے اور چھوٹی چھوٹی ڈھلوانی پہاڑیاں تھیں، ہم اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے ہوئے آگے کی جانب بڑھتے اور لڑھکتے جا رہے تھے اور ابھی صبح کا اندھیرا قدرے باقی تھا۔ دشمن ہمارے اردگرد کی گھاٹیوں میں چھپ کر بیٹھا تھا۔ وہ لوگ اس وادی کی ہر سمت موجود اور ہر تنگ مقام پر مورچہ زن تھے۔ وہ چاروں طرف جمع ہو چکے تھے اور حملے کے لیے پر تول رہے تھے، جبکہ ہم اردگرد سے بے خبر اپنے دھیان میں چلے جا رہے تھے کہ دشمن کے دستوں نے بڑی شدت سے یک بارگی ایسا زوردار حملہ کر دیا جیسے ایک ہی آدمی نے حملہ کیا ہو، اب سب مجاہدین شکست کھاتے ہوئے واپس پلٹنے لگے۔ کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی اور سب بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر دائیں جانب کو جھکے ہوئے تھے اور آواز دے رہے تھے: ”لوگو! میری طرف توجہ کرو، میری طرف پلٹو، میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔“ بھگدڑ میں کہیں سے جواب نہیں آ رہا تھا۔ اونٹ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے۔ لوگ چلے جا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد مہاجرین اور انصار کا گروہ تھا، کچھ آپ کے خاندان کے لوگ تھے۔ تب آپ کے گرد جم کر ٹھہرنے والوں میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ کے خاندان والوں میں سے سیدنا علی، سیدنا عباس اور ان کے بیٹے فضل رضی اللہ عنہم تھے۔ سیدنا ابوسفیان بن حارث اور ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہما بھی استقامت سے کھڑے تھے۔ سیدہ ام ایمن کے بیٹے سیدنا ایمن اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم پامردی سے کھڑے تھے۔“[مسند أحمد : ٣/ ٣٧٦، ح : ١٥٠٣٧۔ ابن حبان : ٤٧٧٤۔ مسند أبي يعلى : ٣/ ٣٨٨، ٣٨٩، ح : ١٨٦٣]

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے قبیلہ قیس کے ایک آدمی نے پوچھا، اے ابوعمارہ! تم لوگ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انھوں نے کہا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے تھے، قبیلہ ہوازن کے لوگ ان دنوں زبردست تیرانداز تھے۔ جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ پسپائی اختیار کر گئے تھے اور ہم مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کے تیر و تفنگ نے ہمارا استقبال کیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید خچر پر سوار دیکھا، ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے اس کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور آپ فرما رہے تھے: ((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ)) ”میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔“[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ٨٠/ ١٧٧٦]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے ...... اب

کے میں نے آپ کے خچر کی لگام تھام لی تھی اور ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے رکاب پکڑ رکھی تھی۔[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷۵]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میری آواز بڑی بلند تھی، اس وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا: ”اے عباس! کیکر کے درخت والوں کو آواز دو۔“ چنانچہ میں نے بلند آواز سے پکارا، وہ کیکر کے درخت (تلے بیعت رضوان کرنے والے کہاں ہیں؟ اللہ کی قسم! ان لوگوں نے جب میری آواز سنی تو وہ ”ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں“ کہتے ہوئے اس طرح دوڑے جس طرح گائے اپنے بچے کی جانب دوڑتی ہے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پکڑے اور دشمنوں کی طرف پھینکے۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم! وہ شکست کھا گئے۔“[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷۵]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنا سر اونچا کر کے میدان جنگ پر نگاہ ڈالی اور فرمایا: ”اب جنگ کا تندور بھڑکا ہے۔“[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنين ۱۷۷۵]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب جنگ کا میدان بھڑک کر سرخ ہو جاتا تو ہم آپ کو ڈھال بنا کر اپنے آپ کو بچاتے تھے۔ اللہ کی قسم! ہم میں سے بہادر تو وہی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تھے جو میدان جنگ میں دشمن کے سامنے ڈٹ جاتے تھے۔[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین کے موقع پر سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا بیس مشرکوں کو قتل کیا۔[أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في السلب يعطى القاتل : ۲۷۱۸]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ میں جدھر بھی نظر اٹھتی، کفار کی طاقت دم توڑتی نظر آتی، وہ لوگ پیٹھ دکھا کر بھاگ رہے تھے۔[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷۵]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں اور کافروں کو اللہ تعالیٰ نے شکست سے دوچار کیا اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے تو تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم فرما دیا۔[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنين ۱۷۷۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین کی جنگ کے دوران میں ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس خنجر تھا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ خنجر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر کرتے ہوئے کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! یہ دیکھیے، ام سلیم کے پاس تو خنجر ہے۔ آپ نے ام سلیم سے پوچھا: ”تم یہ خنجر کیوں لیے پھرتی ہو؟“ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس لیے کہ اگر کسی مشرک نے میرے قریب آنے کی جسارت کی تو میں اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ کے رکھ دوں گی۔ اس

رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔[مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال : ۱۸۰۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہوازن کا مال اپنے رسول کو عطا فرمایا تو آپ نے یہ مال تقسیم فرما دیا، کچھ انصار نے تقسیم پر اپنے رنج کا اظہار کیا کہ آپ نے کئی لوگوں کو سو سو کی تعداد میں اونٹ عطا فرما دیے تھے۔ چنانچہ انصار کہنے لگے، اللہ اپنے رسول ﷺ کو معاف فرمائے، آپ قریش کو عطا فرما رہے ہیں اور ہمیں محروم کر رہے ہیں، حالانکہ ابھی تک ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، انصار کی یہ بات جب اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچی تو آپ نے انھیں بلایا اور چمڑے سے بنے ایک خیمے میں جمع کیا۔ آپ نے ان انصار کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلایا تھا۔ جب سارے لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور انصار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”اے انصار کے گروہ! تمھاری طرف سے ایک بات مجھ تک پہنچی ہے (کیا وہ صحیح ہے)؟“ انصار کے دانشور لوگ کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمارے ذمہ دار سردار لوگوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی، ہاں البتہ کچھ نوعمر لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ اپنے رسول کو معاف فرمائے، وہ قریش کو عطا کر رہے ہیں اور ہمیں محروم کر رہے ہیں، جبکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے ان سے فرمایا: ”سنو! میں ایسے لوگوں کو دے رہا ہوں جو اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے ہیں۔ میں محض ان کے دل جیتنے کے لیے ایسا کر رہا ہوں، کیا تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ لوگ اپنے گھروں میں یہ دنیا اور مال و دولت لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ کے رسول ﷺ کو لے جاؤ؟ اللہ کی قسم! جو نعمت تم لے کر اپنے گھروں میں جاؤ گے، وہ اس سے کہیں بہتر ہے جس کو یہ لوگ اپنے گھروں میں لے کر جائیں گے۔“ یہ سنتے ہی انصار کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہم اس پر خوش ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے انصار سے ارشاد فرمایا: ”میرے بعد دوسرے لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے گی، ایسے حالات میں صبر کرنا، حتیٰ کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جا ملو اور میں اس وقت حوض (کوثر) پر ہوں گا۔“ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”اگر لوگ ایک وادی میں سفر کر رہے ہوں اور انصار کسی دوسری گھاٹی میں جا رہے ہوں تو میں انصار والی گھاٹی میں (ان کے ساتھ) سفر کروں گا۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف ...... الخ : ۴۳۳۱، ۴۳۳۲]

سیدنا مروان بن حکم اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہوازن کے رؤسا کا وفد مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے درخواست کی کہ ان کے اموال اور قیدی ان کو واپس لوٹا دیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ”میرے ساتھ اس وقت جو لوگ ہیں (وہ نئے نئے مسلمان ہونے والے ہیں) ان کو تم دیکھ ہی رہے ہو۔ (سچی اور کھری بات یہ ہے کہ) مجھے تو یہ بات پسند ہے کہ میں تمھارے اموال اور قیدی واپس کر دوں، تاہم تم دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کر لو، یا مال لے لو یا قیدی لے لو۔ میں نے تو تم لوگوں ہی کے خیال سے تقسیم میں بھی تاخیر کی تھی۔“

سیدنا مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپس آنے کے بعد دس دن تک ان لوگوں کا انتظار کیا۔ بہرحال ہوازن کے وفد کے سامنے جب یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ دو چیزوں میں سے ایک ہی واپس کریں گے تو انھوں نے کہا، ہمارے قیدی ہمیں واپس کر دیجیے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و یوم حنین ...... الخ ﴾ : ۴۳۱۸، ۴۳۱۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کو بخشے گا۔'' [مسلم، کتاب التوبۃ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ : ۲۱۴۹]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۲۸

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں، پس وہ اپنے اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تم کسی قسم کے فقر سے ڈرتے ہو تو اللہ جلد ہی تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اگر اس نے چاہا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس وجہ کا ذکر فرمایا ہے جس کی بنیاد پر مشرکین کو حج کی ممانعت کی گئی۔ وجہ یہ ہے کہ مشرکین ناپاک ہیں اور ناپاکی کی حالت میں مشرکین مسجد الحرام میں داخل نہیں ہو سکتے۔ چونکہ بغیر مسجد الحرام میں داخل ہوئے طواف نہیں ہو سکتا اور بغیر طواف کیے حج نہیں ہو سکتا، لہٰذا مشرکین کو حج کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ : مشرکین کی ناپاکی ان کے ناپاک اور مشرکانہ عقائد کی وجہ سے ہے۔ مومن مشرکانہ عقائد سے مبرا ہوتا ہے، لہٰذا وہ عقیدتاً ناپاک نہیں ہوتا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ میں جنبی تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ساتھ چلتا رہا، یہاں تک کہ آپ ایک جگہ بیٹھ گئے اور میں وہاں سے کھسک گیا اور اپنے گھر آ گیا۔ میں نے غسل کیا اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! تم کہاں چلے گئے تھے؟'' میں نے کہا، میں جنبی تھا اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں ناپاکی کی حالت میں آپ کے پاس بیٹھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! اے ابو ہریرہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔'' [بخاری، کتاب الغسل، باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق وغیرہ : ۲۸۵، ۲۸۳۔ مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی أن المسلم لا ینجس : ۳۷۱]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد پر جاتے تھے تو ہمیں مشرکوں کے برتن اور مشکیزے مل جاتے تو ہم انھیں استعمال کر لیتے تھے اور آپ ﷺ اس میں کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔ [أبو داوٗد، كتاب الأطعمة، باب في استعمال آنية أهل الكتاب : ٣٨٣٨۔ مسند أحمد : ٣/ ٣٧٩، ح : ١٥٠٦٣]

یہ اس وقت ہے جب وہ اپنے برتن حرام چیزوں کے لیے استعمال نہ کریں، جیسا کہ سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم اہل کتاب کی ہمسائیگی میں رہتے ہیں، جبکہ وہ اپنی ہنڈیوں میں خنزیر پکاتے اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمھیں اور برتن مل جائیں تو ان میں کھاؤ اور پیو اور اگر ان کے علاوہ اور برتن نہ ملیں تو انھیں پانی سے اچھی طرح دھو کر ان میں کھا پی لیا کرو۔'' [أبو داوٗد، كتاب الأطعمة، باب في استعمال آنية أهل الكتاب : ٣٨٣٩]

فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں جو حج کے دوران میں اعلان کے لیے بھیجے گئے تھے، بھیجا۔ ہم نے منیٰ میں منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی شخص بیت اللہ کا طواف ننگا ہو کر نہ کرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ رہ کر لوگوں کو سورۂ براءت سنائی اور یہ اعلان بھی کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور نہ کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و أذان من الله و رسوله ﴾ ...... الخ : ٤٦٥٦۔ مسلم، كتاب الحج، باب لا يحج البيت مشرك ولا يطوف ...... الخ : ١٣٤٧]

وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ : رزق کی تنگی اور فراخی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، ذرائع اور وسائل کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر وہ ایک ذریعہ کو ختم کرتا ہے تو دوسرے ذریعہ سے دیتا ہے۔ مفلسی سے نہ ڈرو، بلکہ اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ کا خوف کشائش رزق کے بہت سے وسائل کی فراہمی کا ذریعہ بن جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ [الطلاق : ٢، ٣] ''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴾ [الرعد : ٢٦] ''اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾

[الفتح : ۲۰] ''اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ جلدی عطا کر دی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ﴾ [النساء : ۹۴] ''تو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔''

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن مجھ سے) فرمایا: ''اگر تمھاری عمر لمبی ہوئی تو تم ضرور کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔'' ...... سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کیے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳۵۹۵]

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

''لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔''

قبل ازیں مشرکین کی اصلیت اور پلیدی بیان کر کے انھیں حرم کی مقدس سرزمین کے قریب نہ آنے کا حکم دیا گیا تھا، تو اس آیت میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جہاد و قتال کا حکم دیا جا رہا ہے اور دلائل سے سمجھایا جا رہا ہے کہ ان میں چار خرابیاں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ان سے لڑنا فرض ہے۔ اس لیے اب ان سے کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں، بلکہ اہل اسلام کی ان سے کھلی جنگ ہے۔ خرابیاں یہ ہیں: ① اللہ رب العالمین پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ بھی نجس مشرک ہیں، اس لیے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا ہے۔ ② آخرت کے دن پر ان کا ایمان نہیں ہے۔ ③ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اس کو حرام نہیں مانتے، بلکہ ان کے علماء و صوفیا جس چیز کو حلال کہیں اس کو حلال اور جس چیز کو وہ حرام کہہ دیں اس کو حرام مان کر گویا انھوں نے انھیں رب بنایا ہوا ہے اور ④ دین حق کو بھی قبول نہیں کرتے، بلکہ خود ساختہ دین پر عمل پیرا ہیں۔ یہ چار جرم ایسے ہیں کہ ان کے مرتکبین سے لڑنا فرض ہے۔ مسلمانو! ان سے لڑو، قتال کرو، ان کو اتنا مارو، اتنا زچ کرو کہ یہ از خود اپنے ہاتھ سے جزیہ اور ٹیکس دینے کی پیش کش کرنے لگیں، ہاتھ کھڑے کر دیں، شکست مان لیں، چھوٹے اور ذلیل بن کر رہیں اور ان میں تمھارے سامنے آنکھ اٹھانے کی جرأت بھی باقی نہ رہے۔ آیت زیر تفسیر کے حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ترتیب دیا اور اس پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ اس لشکر نے موتہ کے مقام پر اہل کتاب سے جنگ کی اور فتح پائی۔ ذیل میں ہم جنگ موتہ سے متعلق چند صحیح احادیث درج کرتے ہیں، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ موتہ کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور پھر فرمایا: ”اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر کمان سنبھال لے اور اگر جعفر شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ کمان سنبھال لے۔“ [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة مؤتة من أرض الشام : ٤٢٦١]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ موتہ میں جنگ کے روز سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا، میں نے زخموں کی گنتی شروع کی تو ان کے جسم پر نیزوں اور تلواروں کے پچاس زخم شمار کیے۔ لطف کی بات یہ تھی کہ ان زخموں میں سے کوئی ایک بھی زخم ان کی کمر پر نہ تھا۔ [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة مؤتة من أرض الشام : ٤٢٦٠]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: ”لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا جائے۔“ اہل مدینہ جمع ہو گئے تو آپ فرمانے لگے: ”مسلمانو! اللہ کی طرف سے مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمھارے لشکر کے مجاہدین اپنے سفر پر گامزن رہے، تا آنکہ وہ دشمن کے خلاف معرکہ آرا ہوئے، اس دوران میں زید (رضی اللہ عنہ) شہید ہو گئے، سو تم ان کے لیے بخشش طلب کرو۔“ لوگوں نے ان کے لیے بخشش کی دعا کی اور آپ نے فرمایا: ”زید کے بعد ابو طالب کے بیٹے جعفر (رضی اللہ عنہ) نے پرچم تھاما، وہ دشمن کے خلاف جواں مردی سے خوب لڑے، یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے، میں ان کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں۔ لوگو! ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو، اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑا اور ثابت قدمی سے جمے رہے، حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کا سوال کرو، اب کے خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے پرچم کو پکڑ لیا ہے، گو وہ مقرر کیے گئے کمانڈروں میں سے نہ تھے، مگر انھوں نے اپنے دل کو اس مشکل وقت میں مشکل ذمہ داری سنبھالنے کا حکم دیا۔“ اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو بلند فرمایا اور اللہ کے حضور دعا کرنے لگے: ”اے اللہ! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، اس کی مدد فرما۔“ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اس طرح بھی فرمایا: ”(اے اللہ!) خالد کے ذریعے مدد فرما۔“ [مسند أحمد : ٢٩٩/٥، ح : ٢٢٦١٢۔ السنن الکبرٰی للنسائی : ٤٨/٥، ح : ٨١٥٩۔ ابن حبان : ٧٠٤٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لشکر کے بارے میں ابھی کوئی خبر نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت سے لوگوں کو آگاہ فرما دیا۔ آپ نے بتلایا: ”زید نے پرچم تھاما، وہ شہید کر دیے گئے تو جعفر نے پرچم پکڑ لیا، وہ شہید ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا اٹھا لیا اور پھر وہ بھی شہید ہو گئے۔“ آپ خبر سنا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے متواتر آنسو جاری تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”آخر اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پرچم تھام لیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں رومیوں کے خلاف فتح سے ہمکنار کر دیا۔“ [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة مؤتة من أرض الشام : ٤٢٦٢]

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے، موتہ کی جنگ

میں میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ میرے ہاتھ میں اب کوئی تلوار نہ رہی، صرف یمن کا بنا ہوا چوڑے پھل کا تیغہ باقی رہ گیا (تو میں اسی سے لڑتا رہا)۔[بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة مؤتة من أرض الشام : ٤٢٦٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جعفر بن ابی طالب کو (جنت میں) بادشاہ (کی صورت میں) دیکھا کہ وہ دو پروں کے ساتھ فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔'' دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جعفر تو جبریل اور میکائیل کے ہمراہ پرواز کر رہا ہے، اس کے دو پر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دو ہاتھوں کے بدلے اسے عطا فرمائے ہیں۔'' [مستدرك حاكم : ٢٠٩/٣، ٢١٠، ح : ٤٩٣٥، ٤٩٣٧۔ طبراني كبير : ١٠٧/٢، ح : ١٤٦٧]

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ : ''جِزْيَةٌ'' اس مال کو کہتے ہیں جو اہل کتاب اور دیگر کفار سالانہ مسلمانوں کو اس عوض میں دیتے ہیں کہ مسلمان ان سے قتال نہیں کریں گے، مسلمانوں کے درمیان انھیں رہنے کی اجازت دی جائے گی اور ان کی جانیں اور ان کے مال محفوظ رہیں گے، اس کی مقدار مال دار، متوسط اور فقیر کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی ہے، جس کی تعیین مسلمان حاکم یا اس کا نمائندہ کرے گا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال قبل اہل بصرہ کی طرف ایک خط لکھا کہ اگر کسی مجوسی نے اپنی کس محرم عورت سے نکاح کیا ہے تو ان دونوں کو جدا کر دو اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیا، یہاں تک کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس امر کی شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقام) ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔[بخاري، كتاب الجزية، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة ...... الخ : ٣١٥٦]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ کے موقع پر کسریٰ کے ایک سپہ سالار سے کہا، ہم عرب لوگ ہیں، ہم سخت بدبختی اور شدید مصیبت میں مبتلا تھے، بھوک میں چمڑے اور کھجور کی گٹھلیاں چوسا کرتے تھے، چمڑے اور بالوں کی پوشاک پہنتے تھے، درختوں اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے، ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمین کے مالک نے، جس کا ذکر بلند ہے، جس کی عظمت جلیل ہے، ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا، جس کے باپ اور ماں سے ہم اچھی طرح واقف تھے۔ ہمارے نبی، ہمارے رب کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے جنگ کریں، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ کی عبادت کرو، یا جزیہ ادا کرو۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے رب کا یہ پیغام بھی ہمیں پہنچایا کہ جو شخص ہم میں سے قتل ہوگا وہ جنت میں ایسی نعمتوں میں رہے گا کہ ایسی نعمتیں اس نے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی اور جو ہم میں سے باقی رہے گا وہ تمھاری گردنوں کا مالک ہوگا۔[بخاري، كتاب الجزية، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة ...... الخ : ٣١٥٩]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خاص طور پر اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہوتے ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتے۔ پھر

آپ فرماتے: ''اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے راستے میں لڑو، ان لوگوں سے لڑو جو اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں، لڑائی کرو مگر خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، کسی کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا اور بچوں کو قتل نہ کرنا اور جب مشرکین میں سے ان لوگوں سے تمھارا مقابلہ ہو جو تمھارے دشمن ہیں تو انھیں تین باتوں کی دعوت دینا اور وہ ان میں سے جس بات کو بھی قبول کر لیں تم بھی اسے قبول کر لینا اور لڑنے سے باز رہنا۔ انھیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ تمھاری دعوت قبول کر لیں تو تم ان کے ایمان قبول کر لینا اور لڑائی سے باز رہنا۔ پھر ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر مہاجر مسلمانوں کے ملک میں ہجرت کر جائیں اور انھیں یہ بھی خبر دینا کہ اگر وہ ایسا کر لیں تو جو حقوق مومنوں کے ہوں گے وہی ان کے بھی ہوں گے۔ اگر وہ اپنا ملک چھوڑنے سے انکار کریں تو انھیں خبر دینا کہ پھر وہ دیہاتی مسلمانوں کے مانند ہوں گے۔ ان پر اللہ کا وہی حکم جاری ہوگا جو (عام) مسلمانوں پر جاری ہوتا ہے۔ ان کو مال غنیمت اور مال فے میں سے کچھ نہیں ملے گا، سوائے اس صورت کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرنا، اگر وہ جزیہ دینا قبول کر لیں تو تم ان سے جزیہ قبول کر لینا اور جنگ سے باز رہنا، لیکن اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ کرنا۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث ...... الخ : ۱۷۳۱/۳]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ایسے کافر کو قتل کرے جس سے معاہدہ ہو گیا ہو تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔'' [بخاری، كتاب الجزية ، باب إثم من قتل معاهدًا بغير جرم : ۳۱٦٦]

وَهُمْ صٰغِرُوْنَ : یعنی ذلیل و خوار اور رسوا ہو کر۔ یہی وجہ ہے کہ ذمیوں کی عزت کرنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ انھیں مسلمانوں پر کوئی فوقیت دی جائے، بلکہ وہ تو ذلیل و حقیر اور بد بخت ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہود و نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کرو اور جب راستے میں ان میں سے کسی سے ملاقات ہو تو اسے تنگ حصے کی طرف مجبور کر دو۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام ...... الخ : ۲۱٦۷]

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰

''اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔''

یہود و نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد بیان کیے جا رہے ہیں، تاکہ مسلمان انھیں جان کر ان کے خلاف جنگ پر آمادہ

ہوں۔ جاہل اور غلو کرنے والے یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور نصرانیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا بنا لیا۔ یہ بہت بڑا ظلم اور بہت بڑا شرک ہے۔ انھوں نے اسی عقیدے کو اپنے مذہب کی بنیاد بنا کر اس کی دعوت دینا شروع کر دی۔ یہ اللہ کی بغاوت ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان پر سخت غصہ ہے۔ مشرک اور اہل مکہ بھی اسی قسم کے شرکیہ اور ناپاک عقائد رکھتے تھے۔ کوئی کہتا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، کسی نے اللہ کے برگزیدہ بندوں کو اللہ کے بیٹے قرار دے دیا۔ یہ کتنے ظالم ہیں، حالانکہ اہل کتاب کے پاس تو اللہ تعالیٰ نے شریعت بھیجی، کتابیں نازل کیں، انبیائے کرام نے انھیں بہت سمجھایا مگر یہ بد بخت تھے کہ سچی ہدایت، صراط مستقیم اور اللہ کی کتاب چھوڑ بیٹھے، اس لیے اللہ کے غضب اور غصے کے حق دار ٹھہرے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندوں کو ان سے لڑنے کے لیے تیار کر رہا ہے، مدد کے وعدے دے رہا ہے اور کافروں کی ذلت و رسوائی کی یقین دہانیاں کروا رہا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا پکارے گا، اے لوگو! تم میں سے جو آدمی جس کو پوجتا تھا اسی کے ساتھ ہو جائے۔ (الغرض) اللہ کی پرستش چھوڑ کر بتوں یا آستانوں کی پرستش کرنے والوں میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا، سب جہنم میں گر جائیں گے اور صرف وہی باقی رہ جائیں گے جو اللہ اکیلے کی عبادت کرتے تھے، ان میں اچھے برے سب ہی ہوں گے اور کچھ اہل کتاب باقی رہ جائیں گے۔ پھر یہودی بلائے جائیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا، تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے، ہم عزیر (علیہ السلام) کی عبادت کرتے تھے، جو اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان سے کہا جائے گا، تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا۔ ان سے پوچھا جائے گا، تم کیا چاہتے ہو؟ تو وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم پیاسے ہیں، بس ہم کو پانی پلا دے، پھر انھیں (جہنم کی طرف) اشارہ کیا جائے گا کہ کیا تم ادھر نہیں جاتے۔ پھر وہ جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے، جو سراب کی طرح ہوگی، اس کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا ہوگا اور وہ جہنم میں گرا دیے جائیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا، پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم عیسیٰ (علیہ السلام) کی عبادت کرتے تھے، جو اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان سے (بھی یہی) کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا۔ ان سے پوچھا جائے گا، تم کیا چاہتے ہو؟ اور ان کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو یہود کے ساتھ ہوا تھا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ إن الله لا يظلم مثقال ذرة ﴾ : ٤٥٨١]

قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس زمانے (یعنی اب سے لے کر قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کسی اور دین کا پیروکار) اگر میرے بارے میں سنے اور پھر وہ اس چیز پر ایمان لائے بغیر مر گیا جو میں دے کر بھیجا گیا

ہوں (یعنی شریعت) تو وہ جہنم میں جائے گا۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس ...... الخ : ١٥٣]

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

"انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

ان اہل کتاب کا دوسرا شرک یہ تھا کہ حلت وحرمت کے اختیارات انھوں نے اپنے علماء و مشائخ کو سونپ رکھے تھے، حالانکہ یہ اختیار صرف اللہ کو ہے۔ وہ کتاب اللہ کو دیکھتے تک نہ تھے، بس جو کچھ ان کے علماء و مشائخ کہہ دیتے اسے اللہ کا حکم سمجھ لیتے تھے۔ جبکہ ان کے علماء و مشائخ کا یہ حال تھا کہ تھوڑی سی رقم لے کر ان کی مرضی کے مطابق فتویٰ دے دیا کرتے تھے۔ اس طرح انھوں نے اپنے علماء و مشائخ کو رب کا درجہ دے رکھا تھا۔ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ کے بجائے اپنا معبود بنا لیا، حالانکہ انھیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ نہیں مانتا مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جانیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی ایک اور قسم کی گمراہی کو بیان کیا ہے، یعنی وہ لوگ اپنے جھوٹے اقوال اور باطل مناظروں کے ذریعے اللہ کے آخری دین، دینِ اسلام کی تکذیب کرتے ہیں اور لوگوں کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ اللہ کا دین نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے آخری نبی نہیں ہیں، تو ان کی مثال اس آدمی کی ہے جو آفتاب یا چاندکی روشنی کو اپنی پھونکوں سے ختم کرنا چاہتا ہو۔ جس طرح اس آدمی کی یہ حرکت مجنونانہ ہے اور وہ آفتاب یا مہتاب کی روشنی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، اسی طرح یہ یہود و نصاریٰ اپنی پھونکوں سے اسلام کی شمع کو نہیں بجھا سکتے۔ اس لیے کہ اللہ چاہتا ہے کہ چہار دانگِ عالم میں اس دین کی روشنی پھیل جائے اور کافروں کے ہزار نہ چاہنے کے باوجود ایسا ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آیت زیر تفسیر میں واضح الفاظ میں اعلان کر دیا تھا کہ وہ اس نورِ ہدایت کی تکمیل فرمائے گا اور بالآخر اس نے اس کی تکمیل فرما دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ : ٣] "آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے

اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔''

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔''

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا۔ دینِ اسلام غالب اور نافذ ہوگا اور دوسرے تمام ادیان مغلوب ہو جائیں گے اور اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں گے۔ جہاں جہاں اسلام پہنچے گا دوسرے ادیان ان مقامات سے عملاً مٹ جائیں گے۔ اس حقانیت کو واضح کرنے والی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں، سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی، یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب دیکھ لیے اور عنقریب میری امت کا اقتدار اس زمین تک پہنچے گا جو میرے لیے لپیٹ دی گئی۔'' [مسلم، كتاب الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض : ٢٨٨٩]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے لڑے گا۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد : ٢٤٨٤۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٤٤٩، ٤٥٠، ح : ٨٣٩٠]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة من أمتي ...... الخ : ١٩٢٢]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''یہ دین وہاں وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں جہاں دن اور رات ہے۔ اللہ تعالیٰ معزز کو عزت اور ذلیل کو ذلت دے کر شہر اور دیہات کے ہر ہر گھر میں اس دین کو داخل کر دے گا۔ عزت سے مراد وہ عزت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اسلام کو معزز کر دے گا اور ذلت سے مراد وہ ذلت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کو ذلیل کر دے گا۔'' سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس بات کا خود اپنے اہل خانہ میں مشاہدہ کر لیا کہ ان میں سے جو مسلمان ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے خیر و بھلائی اور عزت و شرف سے نوازا اور جو حالت کفر پر رہا، اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت و رسوائی سے دو چار کر کے جزیہ ادا کرنے پر مجبور کر دیا۔'' [مسند أحمد : ٤/ ١٠٣، ح : ١٦٩٥٩۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٤٣٠، ٤٣١، ح : ٨٣٢٦۔ السنن الكبرى للبيهقي : ٩/ ١٨١، ح : ١٨٦١٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوا، اس کے بعد کوئی دوسرا کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر (شاہ روم) ضرور مرے گا، اس کے بعد پھر دوسرا قیصر نہیں ہوگا (روم و ایران دونوں مسلمانوں کے زیر نگیں ہوں گے) اور وہاں کے خزانے تم اللہ کے راستہ میں تقسیم کرو گے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب الحرب خدعة : ٣٠٢٧]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳۴﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو علماء اور مشائخ سے متنبہ کیا ہے کہ تمام عالم اور تمام بزرگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ اکثر عالم اور بزرگ اللہ کو ناراض کر لیتے ہیں، لیکن حق کو ظاہر کر کے اپنی جماعت کو ناراض نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ اگر وہ اپنی جماعت کو ناراض کر لیں تو ان کے وظیفے اور نذرانے وغیرہ بند ہو جائیں، وہ مساجد اور مدارس سے نکال دیے جائیں، ان کی تنخواہیں بند ہو جائیں، تقاریر، خطبات اور دروس کی فیسیں ختم ہو جائیں۔ الغرض حق کو چھپا کر وہ اللہ کے بندوں کو راہِ راست سے روکتے ہیں۔ حق کو چھپا کر وہ اپنی روزی کما رہے ہیں، ان کی یہ روزی قطعاً حرام ہے۔ یہ چیز جس طرح یہود و نصاریٰ میں پائی جاتی تھی، اس امت میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس امت کے علماء و مشائخ بھی یہود و نصاریٰ کے علماء اور مشائخ کی پیروی کر رہے ہیں۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم یقیناً اپنے سے پہلی امتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ذراع میں پیروی کرو گے (یعنی ان کی ایک ایک روش کو اپناؤ گے) حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھس جائیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے پیچھے (بل میں گھس) جاؤ گے۔'' ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا (ان لوگوں سے آپ کی) مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تو اور کون؟'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ : لتتبعن سنن من كان قبلكم : ٧٣٢٠]

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ : علماء و مشائخ کے حالات بیان کرنے کے بعد آیت کے اس حصہ میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے، جو سونا اور چاندی اکٹھا کرتے ہیں اور اسے

اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ جہنم کا دردناک عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔ یہ حکم عام ہے، اس میں یہود و نصاریٰ کے وہ علماء اور مشائخ بھی شامل ہیں جو سونا اور چاندی جمع کرتے تھے، لیکن اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تھے اور وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ابھی فرضیت زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، پھر جب فرضیت زکوٰۃ کا حکم آ گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اموال کو زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے پاک صاف کر دیا۔ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب ما أدی زکاته فلیس بکنز : ۱٤۰٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو روز قیامت اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں (اس کے پاس لایا جائے گا)، جس کی پیشانی پر کشمش کی طرح کے دو سیاہ نشان ہوں گے۔ قیامت کے دن وہ سانپ اس کے لیے طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کے دونوں جبڑوں کو کاٹے گا اور کہے گا، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۰] ”اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ ...... الخ : ۱٤۰۳]

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝۳۵

”جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر کوئی سونے یا چاندی کا مالک اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ سے (اس کی چاندی و سونے کے) تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انھیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے، اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی۔ (مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا) بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ : ۹۸۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کنز (یعنی خزانہ) جمع کرنے والوں کو (پتھروں کے ذریعے) ایسے داغ کی بشارت دو جو ان کی پیٹھوں پر لگائے جائیں گے تو ان کے پہلوؤں سے نکل جائیں گے اور ان کی گدیوں میں لگائے جائیں گے تو ان کی پیشانیوں سے نکل جائیں گے۔'' [مسلم، کتاب الزکوة، باب فی الکنازین للأموال والتغلیظ علیهم : ۹۹۲/۳۵]

زید بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مقام ربذہ میں ملا اور دریافت کیا کہ اس جنگل میں آپ نے کیوں قیام پسند کیا؟ آپ نے فرمایا، ہم شام میں تھے (کہ مجھ میں اور وہاں کے حاکم معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہو گیا، وہ اس طرح کہ) میں نے یہ آیات تلاوت کیں: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴾ تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ آیات ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں (جب تک وہ زکوۃ دیتے رہیں)، یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہیں، میں نے کہا، نہیں بلکہ ہمارے اور ان کے، سب کے بارے میں ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ والذین یکنزون ...... الخ ﴾ : ٤٦٦٠]

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ : یعنی یہ انھیں رلانے، ڈانٹ پلانے اور مذاق کے طور پر کہا جائے گا، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴾ [الدخان : ٤٨، ٤٩] ''پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔'' یعنی یہ ہے تمھارا وہ مال جسے تم جمع کر کے رکھتے تھے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾

''بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔''

یہود اور مشرکین کی بری عادات تقریباً ایک جیسی ہیں، یہود کی بری خصلت کے بیان کے ساتھ ہی مشرکین کی ہیرا پھیری کا ذکر ان آیات میں آیا ہے۔ عرب مشرکین کے نزدیک بھی چار حرمت والے مہینے بڑی ہی عزت و احترام والے تھے۔ ان مہینوں میں ہر قسم کی لڑائی جھگڑا، جنگ و جدال، قتل و خون ریزی، لوٹ مار اور چوری ڈاکے کو وہ قطعی حرام

سمجھتے تھے۔ان مہینوں میں ان جرائم کے ارتکاب کو کبیرہ گناہ سمجھتے تھے، یہ حرمت والے مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ہیں۔ پہلے دو مہینے حج کے مہینے ہیں، ان کے متصل بعد محرم کا مہینا ہے، ان میں ہر طرف سے تجارتی قافلے اور حج بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے قافلے بے خطر چلتے رہتے، وہ مکہ کا سفر امن واطمینان سے طے کرتے۔ چوتھا مہینا رجب کا تھا، اس میں بھی عمرہ اور ہر قسم کے قافلے آتے جاتے تھے۔قدیم زمانہ سے طے شدہ ان حرام مہینوں میں مشرکین محض اپنے مفاد کے لیے رد و بدل کر کے سال میں چار مہینوں کی گنتی پوری کر لیتے تھے، مثلاً ایک قبیلہ جب اپنے دشمن قبیلہ سے انتقام، یا کسی اور غرض سے جنگ چھیڑنا چاہتا تو اعلان کر دیتا کہ اس سال محرم کی بجائے صفر کا مہینا حرمت والا ہے۔اس اچانک اعلان سے دوسرا قبیلہ جنگی تیاری کے بغیر مقابلہ کی ہمت نہ رکھتے ہوئے شکست کھا کر شدید نقصان سے دو چار ہو جاتا۔اس طرح طے شدہ اصول میں ہیرا پھیری اور رد و بدل کو اللہ تعالیٰ نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ : سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ”زمانہ گردش کرتا ہوا اپنی اسی حالت پر آ گیا ہے جس پر وہ اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین لگاتار ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور (چوتھا) رجب مضر ہے، جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔ (پھر آپ نے پوچھا) یہ کون سا مہینا ہے؟“ ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔اس پر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، ہم کو خیال ہوا کہ آپ اس مہینے کا نام کوئی اور رکھیں گے۔آپ نے فرمایا: ”کیا یہ ذوالحجہ کا مہینا نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کی، جی ہاں! پھر آپ نے پوچھا: ”یہ کون سا شہر ہے؟“ عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، ہم نے خیال کیا کہ آپ اس شہر کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔آپ نے فرمایا: ”کیا اس کا نام بلدہ (یعنی مکہ) نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کی، ہاں! پھر آپ نے پوچھا: ”آج کون سا دن ہے؟“ ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ پھر خاموش رہے، ہم کو خیال ہوا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔آپ نے فرمایا: ”کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کی، جی ہاں! اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”خوب سن لو! تمھاری جانیں، تمھارے مال اور تمھاری آبروئیں تم پر اسی طرح محترم ہیں جس طرح اس مہینا اور اس شہر میں آج کا دن محترم ہے۔تم ایک روز اپنے رب سے ملاقات کرو گے، وہ تم سے تمھارے اعمال کے متعلق پوچھے گا، لہٰذا یہ نہ کرنا کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو اور گمراہ ہو جاؤ۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب حجة الوداع : ٤٤٠٦]

وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اجازت دی ہے کہ وہ حرمت والے مہینے میں بھی مشرکوں سے لڑائی کر سکتے ہیں، بشرطیکہ لڑائی کی ابتدا ان کی طرف سے ہو، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا

تُقْتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ﴾ [البقرة : ۱۹۱] ''اور انھیں قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور انھیں وہاں سے نکالو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو، یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں، پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح حنین کے بعد ہم طائف کی طرف گئے اور چالیس دن تک ان کا محاصرہ کیے رکھا، پھر ہم مکہ کی طرف لوٹ آئے۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ۱۳۶ / ۱۰۵۹]

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

''حقیقت یہی ہے کہ مہینوں کو پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے، جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ایک سال اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام کر لیتے ہیں، تاکہ ان کی گنتی پوری کر لیں جو اللہ نے حرام کیے ہیں، پھر جو اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے گئے ہیں اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی مذمت فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی شریعت میں اپنی فاسد آراء کے ساتھ تصرف کرتے، اپنی بے ہودہ خواہشات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدل دیتے اور اللہ تعالیٰ نے جسے حرام قرار دیا ہے، اسے حلال اور جسے حلال قرار دیا اسے حرام ٹھہرا دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی لڑائیوں میں نخوت اور حمیت کی وجہ سے ان تین مہینوں کی مدت کو بہت طویل سمجھتے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں رکاوٹ سمجھتے تھے، جیسے دشمنوں سے لڑائی کرنا وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے ایک عرصہ تک انھوں نے محرم کو حلال قرار دے لیا تھا اور اس کی بجائے صفر کو حرمت والا مہینا قرار دے دیا تھا، تاکہ حرمت والے چار مہینوں کی تعداد کو پورا کر لیں۔ یہ لوگ کبھی محرم کو حلال قرار دے لیتے تھے، اس کے بدلے میں صفر کو حرمت والا مہینا قرار دے دیتے تھے اور کبھی محرم ہی کو حرمت والا مہینا رہنے دیتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے

مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے مخاطب ہے کہ ایمان والو! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دے رہا ہے اور تم ہو کہ زمین کی طرف بوجھل ہو کر بچھتے اور گرتے جا رہے ہو؟ اللہ کے رسول تمھیں جہاد کے میدان کی طرف نکلنے کا حکم دے رہے ہیں، مگر تمھارے قدم بوجھل، سست اور زمین کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔ تمھیں جہاد کے لیے نکلنا اتنا سخت اور دشوار کیوں معلوم ہو رہا ہے؟ تم پر یہ شدید پریشانی اور بزدلی کی کیفیت کیوں طاری ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمھیں دنیا فانی سے پیار ہو گیا ہے اور دشمن کے مقابلہ میں اٹھنے والے قدموں میں اب سکت اور ہمت باقی نہیں رہی؟ یاد رکھو! آخرت کے ابدی گھر اور نعمتوں بھری جنت کے مقابلہ میں یہ سامانِ دنیا بہت قلیل اور بہت ہی بے حیثیت اور حقیر ہے۔ یہاں سے ان لوگوں کو سرزنش کا آغاز ہوتا ہے، جو غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے اور جہاد میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ یاد رہے! غزوۂ تبوک سخت گرمی کے موسم میں اس وقت پیش آیا تھا جب پھل پک چکے تھے اور گھنے سائے بہت فرحت بخش معلوم ہوتے تھے۔ یہاں ہم غزوۂ تبوک کے حوالے سے چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں، تاکہ قاری کے لیے سارا منظر واضح ہو جائے۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب بھی کسی جنگی مہم کے لیے نکلتے تو اپنے ہدف کے بارے میں مبہم الفاظ استعمال فرماتے، تاہم اب کے (تبوک کے لیے) آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ وجہ واضح تھی کہ گرمی بڑی شدید تھی، سفر بہت لمبا تھا، راستہ بیابانوں، صحراؤں اور جنگلوں پر مشتمل تھا اور دشمن کی فوجی تعداد اور استعداد بہت زیادہ تھی، لہٰذا آپ نے دشمن کے بارے میں واضح طور پر تفصیل سے بیان فرما دیا، تاکہ مجاہدین اس کے مطابق اپنی تیاری بخوبی کر لیں۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك : ٤٤١٨]

سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب (تبوک کے لیے) تنگی کی حالت میں لشکر تیار کرنا شروع کیا تو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس تیاری میں حصہ ڈالنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، اپنے کپڑے میں انھوں نے ایک ہزار دینار ڈال رکھے تھے۔ انھوں نے یہ ساری رقم رسول اللہ ﷺ کی جھولی میں ڈال دی۔ اب رسول اللہ ﷺ ان دیناروں کو ہاتھ میں لے کر الٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ”آج کے بعد عفان کا بیٹا جو بھی عمل کرے گا وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔“ رسول اللہ ﷺ یہ جملہ بار بار دہرا رہے تھے۔ [مسند أحمد : ٥/ ٦٣، ح : ٢٠٦٥٧۔ مستدرك حاكم : ٣/ ١٠٢، ح : ٤٥٥٣]

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں جہاد فنڈ دینے کا حکم ہوا تو ہم بوجھ اٹھاتے (اور مزدوری جہاد فنڈ میں دینے لگے)۔ چنانچہ ابو عقیل رضی اللہ عنہ (اسی مزدوری سے) نصف صاع (ایک کلو کے قریب) کھجوریں لے کر آئے، جبکہ ایک اور صحابی (جو مال دار تھے) وہ کہیں زیادہ لے کر آئے۔ (دونوں کے جہاد فنڈ کا منظر) منافقوں نے

دیکھا تو کہنے لگے، اس (یعنی عقیل کے) صدقے کی بھلا اللہ کو کیا ضرورت تھی؟ اور (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہنے لگے) اس نے اتنا بڑا صدقہ کر کے دکھلاوا کرنا چاہا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۷۹] ”وہ لوگ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ الذين يلمزون المطوعين ...... الخ ﴾ : ٤٦٦٨]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن مدینہ منورہ سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن نکلنا پسند کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب من أراد غزوة فورّى بغيرها ...... الخ : ٢٩٥٠]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے غزوہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کے لیے ہارون (علیہ السلام) تھے۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك و هى غزوة العسرة : ٤٤١٦]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ”ان شاء اللہ کل تم لوگ تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے۔ جب تک دن نہ چڑھ جائے تم وہاں نہیں پہنچو گے۔ آگاہ رہو! جو شخص بھی اس چشمے پر پہنچے، جب تک میں نہ پہنچ جاؤں وہ پانی کے چشمے کو ہاتھ بھی نہ لگائے۔“ پھر جب (اگلے روز دن چڑھے) ہم اس چشمے کے پاس پہنچے تو دو آدمی اس چشمے کے پاس پہنچ چکے تھے، چشمے کے پانی کا حال یہ تھا کہ جوتی کے تسمے کے برابر پانی کی دھار ٹپک رہی تھی، آپ نے ان دو آدمیوں سے پوچھا: ”تم نے اس پانی کو ہاتھ تو نہیں لگایا؟“ انھوں نے کہا، جی ہاں! لگایا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کو منظور تھا ان کی سرزنش کی۔ اس کے بعد آپ کے حکم سے مجاہدین نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی ایک برتن میں جمع کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ اس پانی میں دھوئے، پھر وہی پانی اس چشمہ میں ڈال دیا، اب تو وہ چشمہ جوش مار کر بہنے لگا۔ پھر لوگوں نے پانی پیا اور (جانوروں کو) پلانا شروع کر دیا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ”اے معاذ! اگر تیری زندگی رہی تو تو دیکھے گا کہ اس پانی کی وجہ سے یہاں باغات ہی باغات ہو جائیں گے۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب فى معجزات النبى صلی اللہ علیہ وسلم : ٧٠٦، بعد الحديث : ٢٢٨١]

سیدنا ابو حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم تبوک پہنچے تو (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج رات کو سخت

آندھی چلے گی، لہٰذا تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو اسے چاہیے کہ اسے باندھ دے۔'' الغرض ہم نے اونٹوں کو باندھ دیا، (پیشین گوئی کے مطابق) سخت آندھی آئی، ایک شخص کھڑا ہو گیا تو ہوا نے اسے اٹھا کر جبل طیئ پر پھینک دیا۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب خرص التمر : ۱۴۸۱۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ : ۱۳۹۲/۱۱، بعد الحدیث : ۲۲۸۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ تبوک میں لوگوں کو بھوک لگی تو انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹوں کو نحر کر لیں، تاکہ کھائیں اور تیل کی مالش کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا کر لو۔'' اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی، آپ ایسا کیجیے کہ لوگوں کو اپنے بچے ہوئے کھانے کے ساتھ بلائیے، پھر آپ اللہ سے ان کے لیے برکت کی دعا کیجیے، شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' پھر آپ نے ایک دستر خوان منگوایا اور اسے بچھا دیا، پھر آپ نے بچا ہوا کھانا منگوایا، کوئی ایک مٹھی جو لایا، کوئی ایک مٹھی کھجور لایا، کوئی روٹی کے ٹکڑے لایا، یہاں تک کہ دستر خوان پر کچھ کھانا جمع ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا کی، پھر فرمایا: ''اپنے برتن بھر لو۔'' چنانچہ تمام برتن بھر لیے گئے۔ اتنی برکت ہوئی کہ سب کے پیٹ بھر کر بھی (بہت کچھ) بچ گیا۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعًا : ۲۶/۴۵]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ''دومۃ الجندل'' کے حکمران ''اکیدر'' کی طرف لشکر روانہ کیا، تو اکیدر (مغلوب ہوا اور اس) نے ریشم سے بنا ہوا ایک جبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، اس جبے میں سونے کی باریک تاروں کو استعمال کیا گیا تھا۔ آپ نے اسے زیب تن کیا (کیونکہ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ نے ابھی ریشم پہننا منع نہیں فرمایا تھا)۔[مسند أحمد : ۱۲۱/۳، ۱۲۲، ح : ۱۲۲۳۱۔ ابن حبان : ۷۰۳۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور جب مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: ''مدینہ میں ایسے لوگ ہیں کہ جب تم کوئی راستہ طے کرتے ہو، یا کسی وادی کو پار کرتے ہو تو وہ تمھارے ساتھ ہوتے ہیں۔'' صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ مدینہ ہی میں موجود ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگرچہ وہ مدینہ ہی میں ہوتے ہیں، ان کو عذر نے روک رکھا ہے۔''[بخاری، کتاب المغازی، باب : ۴۴۲۳۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثواب من حبسہ العذر عن الغزو ...... الخ : ۱۹۱۱]

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے، تو میں اور دوسرے بچے رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرنے ثنیۃ الوداع تک گئے تھے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ إلی کسریٰ و قیصر : ۴۴۲۷]

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ :ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [الأعلى : ۱٦، ۱۷] ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ﴾ [النساء : ۷۷] ''کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے۔''

سیدنا قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مستورد رضی اللہ عنہ جو بنی فہر سے تھے، ان کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس (انگلی کو لگے پانی) کے مثل ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈالے، پھر دیکھے کہ وہ کتنا پانی لے کر لوٹتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها ، باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیمة : ۲۸۵۸]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب تم پر ہر طرف سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانا کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' ہم نے کہا، یا رسول اللہ! کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہوگی؟ فرمایا: ''تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے، لیکن تمھاری حیثیت سمندر کی جھاگ کی سی ہوگی۔ تمھارے دشمن کے سینے سے تمھارا رعب نکل جائے گا اور تمھارے دلوں میں وہن پیدا ہو جائے گا۔'' ہم نے عرض کی، وہن کیا ہے؟ فرمایا: ''زندگی سے محبت اور (جہاد کی) موت سے نفرت۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۲۷۸، ح : ۲۲۴۵۹۔ أبو داود، کتاب الملاحم ، باب فی تداعی الأمم علی الإسلام : ۴۲۹۷]

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ۬ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹

''اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے بالخصوص شدید وعید ہے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوئے اور بالعموم ان تمام لوگوں کے لیے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ۵۴] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی

ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۸] "اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد فرمایا: "اب (مکہ سے مدینہ) ہجرت نہیں رہی، لیکن جہاد اور (جہاد یا ہجرت کی) نیت باقی ہے اور جب تم سے کہا جائے کہ جہاد کے لیے نکلو تو نکل پڑا کرو۔" [بخاری، كتاب الجهاد، باب لا هجرة بعد الفتح : ٣٠٧٧۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب تحريم مكة و تحريم صيدها...... الخ : ١٣٥٣]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے نہ جہاد کیا، نہ کسی مجاہد کو سامان مہیا کیا اور نہ کسی مجاہد کے اہل و عیال کی نیک نیتی سے دیکھ بھال کی، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت (یعنی موت) سے پہلے شدید آفت سے دوچار کرے گا۔" [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو : ٢٥٠٣۔ ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب التغليظ في ترك الجهاد : ٢٧٦٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ کیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔" [مسلم، كتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم يغز ولم يحدث نفسه بالغزو : ١٩١٠]

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

"اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

جہاد سے پیچھے رہنے یا اس سے جان چھڑانے والوں سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد اس وقت بھی کی تھی جب ہجرت کے وقت مشرکوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ

آپ کو قتل کر دیں، یا قید کر دیں، یا جلا وطن کر دیں، مگر آپ اپنے دوست ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے نکل کر پہلے غارِ ثور میں تین دن مقیم رہے تھے، تاکہ آپ کے تعاقب میں نکلنے والے لوگ واپس چلے جائیں اور آپ پھر مدینہ کی طرف تشریف لے جائیں۔ اس وقت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ فکر لاحق تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی جھانک کر غار میں دیکھ لے اور نبی کو ان کی طرف سے کوئی گزند پہنچے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دیکھ کر آپ انھیں تسلی دے رہے تھے اور ثابت قدم رکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ابو بکر! ان دو آدمیوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے؟'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر سکون و اطمینان نازل کیا اور فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد کی جو غار میں آپ کی حفاظت کرتے رہے اور کفر و شرک مغلوب ہوا اور توحید و اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ ...... لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا: اس آیت سے پہلے اور بعد والی آیات میں سفر تبوک کا ذکر ہے، مگر ان کے درمیان اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مدد کا ذکر کیا ہے جو نو سال پہلے اپنے رسول ﷺ کی ہجرت کے وقت کی تھی۔ ہجرت کے سفر کے اہم واقعات و احوال احادیث کی روشنی میں ملاحظہ کیجیے، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو کھجوروں والی ہے، اس خواب کے بعد میرا وہ خیال جاتا رہا کہ ہجرت کی جگہ یمامہ یا ہجر ہوگی، اب پتا چلا کہ وہ یثرب یعنی مدینہ ہے۔'' [بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ٣٦٢٢]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ اپنے گھر میں ظہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ آگاہ کرنے والے نے سیدنا ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو بتلایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو اپنا سر ڈھانپے ہوئے آ رہے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا کہ ایسے وقت میں تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نہیں آیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اللہ کی قسم! آپ جو اس وقت تشریف لائے ہیں تو ضرور کوئی خاص بات ہے۔ اتنے میں رسول کریم ﷺ دروازے پر پہنچ گئے اور انھوں نے داخلے کی اجازت طلب کی۔ آپ کو تشریف لانے کے لیے کہا گیا تو آپ اندر داخل ہوئے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''یہ جو تمھارے پاس ہیں، ان کو ذرا الگ کر دو۔'' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میرا باپ آپ پر قربان ہو! یہ تو آپ کے گھر والے ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے تو یہاں سے ہجرت کر جانے کی اجازت مل گئی ہے۔'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر فدا ہو! میں آپ کی ہمراہی کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرا باپ آپ پر قربان ہو! میری دو اونٹنیوں میں سے ایک لے لیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''درست ہے، لیکن میں اس کی ادائیگی کروں گا۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بتلایا، جب میں غار میں تھا تو میں نے آپ سے کہا، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے قدموں کی طرف نگاہ کر لے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تمھارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ ، باب مناقب المهاجرین وفضلهم ...... الخ : ۳٦٥۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تین راتیں (جمعہ، ہفتہ، اتوار) وہاں (غار میں) چھپے رہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) جو ہوشیار اور معاملہ فہم نوجوان تھے، رات کو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہر کر منہ اندھیرے ہی مکہ میں قریش کے پاس آ جاتے، وہ قریش کے درمیان اپنی صبح یوں کرتے جیسے رات انھوں نے مکہ ہی میں گزاری ہو، اب وہ دن بھر قریش کی وہ باتیں اور منصوبے سنتے جو وہ رسول اللہ ﷺ کی تلاش کے لیے بناتے اور پھر جونہی رات پڑتی عبد اللہ رضی اللہ عنہ غار میں آ جاتے اور دن بھر کی کارروائی سے رسول اللہ ﷺ اور اپنے والد گرامی کو آگاہ کرتے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے لیے) غار کے قریب ہی دودھ دینے والی بکریاں چرایا کرتے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو وہ بکری کو غار میں لے آتے اور آپ اسی دودھ پر رات گزارتے۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تین راتیں ایسا ہی کرتے رہے۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ ...... الخ : ۳۹۰۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیل قبیلے کے ایک شخص (عبد اللہ بن اریقط) کو رقم دے کر پہلے ہی معاملہ طے کر لیا تھا کہ وہ تین راتیں گزارنے کے بعد دونوں اونٹنیوں کو لے کر غار ثور میں آ جائے گا۔ یہ شخص بے شک کافر تھا، لیکن قابل اعتماد اور راستوں کا ماہر تھا۔ چنانچہ تیسری رات کی صبح وہ دونوں سواریاں لے کر آ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے ان دونوں سواریوں کو اچھی طرح تیار کر دیا۔ سفر خرچ کو توشہ دان میں لٹکانے لگے (تو بندھن ہی نہیں تھا)، چنانچہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے، جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، اپنا کمر بند کھولا، دو حصوں میں پھاڑا اور ایک کے ساتھ توشہ دان باندھ دیا (اور دوسرے کو کمر کے ساتھ باندھ لیا)، اسی لیے ان کا لقب ''ذات النطاق'' (پٹکے والی) پڑ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت کے مطابق، قافلہ چل پڑا، عامر بن فہیرہ بھی ہمراہ تھے اور راستے کے ماہر (عبد اللہ بن اریقط) نے سمندر کے ساحل والا راستہ اختیار کیا۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ و أصحابه إلی المدینة : ۳۹۰۵]

سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس قریشی کافروں کے قاصد آئے اور پیش کش کی کہ اگر کوئی شخص محمد (ﷺ) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دے، یا قید کر کے لے آئے، تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے بدلے میں اسے سو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ میری قوم بنی مدلج تھی۔ میں ان کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اسی قوم کا ایک آدمی سامنے

سے آیا اور ہمارے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں بیٹھا تھا کہ وہ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا، اے سراقہ! میں ساحل پر ابھی ابھی چند لوگوں کو دیکھ کر آیا ہوں، میرا خیال یہی ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہیں۔ میں سمجھ تو گیا کہ یہ لوگ واقعی وہی ہیں، لیکن میں نے کہا، نہیں، نہیں، یہ وہ نہیں ہو سکتے، دراصل تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے، وہ ابھی ہمارے سامنے سے اپنی گم شدہ چیز ڈھونڈنے کے لیے گئے ہیں۔ پھر میں مجلس میں تھوڑی دیر بیٹھا اور کھڑا ہوتے ہی سیدھا گھر گیا۔ اپنی لونڈی سے کہا، میرا گھوڑا تیار کر دے اور اسے لے کر ٹیلے کے پیچھے چلی جا، وہیں میرا انتظار کر۔ اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور مکان کی پچھلی جانب سے باہر نکلا۔ گھر سے گھوڑے تک میں نیزے کی نوک سے زمین پر لکیر کھینچتا ہوا بڑھتا گیا، اس طرح سے میں نے نیزے کی بلندی کو پست رکھا (تاکہ کسی کو خبر نہ ہو کہ نیزہ لے کر کدھر جا رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی میرے پیچھے چلا آئے اور وہ بھی انعام میں شامل ہو جائے)، یوں جب میں گھوڑے کے پاس آیا تو اس پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے کو میں نے خوب دوڑایا، تاکہ وہ مجھے جلد از جلد اپنے ہدف کے قریب کر دے۔ آخر کار، جب میں قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے زمین پر گرا دیا۔ میں اٹھا اور میں نے اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا۔ ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی کہ جن کا میں پیچھا کر رہا ہوں ان کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں۔ فال وہی نکلی جو مجھے ناپسند تھی، لیکن میں نے فال کی کوئی پروا نہ کی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے نے اب کے دوسری بار پھر مجھے رسول کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب کر دیا۔ اتنا قریب کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی تلاوت کو سن لیا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے، جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار میری طرف مڑ کر دیکھتے تھے۔ اس دوران میں میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑے کو جھڑکا کہ وہ کھڑا ہو، لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا۔ بڑی مشکل سے جب اس نے پوری طرح کھڑے ہونے کی جدوجہد کی تو اس کے سامنے والے قدموں سے غبار سا اٹھا اور وہ دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ میں نے اب دوبارہ تیروں کی فال نکالی، لیکن اس مرتبہ بھی وہی فال نکلی جو مجھے پسند نہ تھی۔ چنانچہ میں نے (شکست خوردہ ہو کر ہار مان لی اور) امان طلب کرتے ہوئے انھیں آواز دی تو وہ ٹھہر گئے۔ اب میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بآسانی ان کے پاس جا پہنچا، گویا ان تک برے ارادے سے پہنچنے سے مجھے روک دیا گیا تھا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ محمد (ﷺ) کی دعوت غالب آ کر رہے گی۔ اب میں نے آپ کو بتایا کہ آپ کی قوم نے آپ کو شہید کرنے کے لیے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے۔ مزید برآں! ان لوگوں کے ارادوں کے بارے میں بھی آپ کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں کچھ توشہ اور سامان سفر پیش کیا، لیکن آپ نے مجھ سے قبول نہیں فرمایا، مجھ سے رسول کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ بھی طلب نہیں کیا، صرف اتنی بات کہی: ''ہمارے بارے میں رازداری سے کام لینا۔'' اب میں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ میرے لیے امن کی ایک تحریر لکھ دیجیے، اس پر آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور عامر نے چمڑے کے

کاغذ پر امن کی تحریر لکھ دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ و أصحابه إلى المدينة ...... الخ : ٣٩٠٦]

﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کے گھر میں گھوڑا بندھا ہوا تھا، تو اچانک گھوڑا بدکنا شروع ہو گیا۔ وہ صحابی باہر نکلے، ادھر ادھر دیکھا، کچھ نظر نہ آیا، حالانکہ گھوڑا بدک رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو انھوں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ سکینت ہے جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوتی ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ هو الذی أنزل السكينة ...... الخ ﴾ : ٤٨٣٩۔ مسلم، کتاب صلوة المسافرين ، باب نزول السكينة لقراءة القرآن : ٧٩٥]

﴿ وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ﴾ : کافروں کے کلمہ سے مراد شرک اور اللہ کے کلمہ سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ اس چھڑی سے انھیں مارتے جا رہے تھے اور یہ آیات پڑھتے جا رہے تھے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٨١] ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔'' اور یہ آیت: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ ﴾ [سبا : ٤٩] ''حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب أين ركز النبی ﷺ الراية يوم الفتح؟ : ٤٢٨٧۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب إزالة الأصنام : ١٧٨١]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! کوئی آدمی لڑتا ہے غنیمت کے لیے، کوئی ناموری کے لیے اور کوئی اپنا مرتبہ و بہادری دکھانے کے لیے، ان میں سے فی سبیل اللہ لڑنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے، وہ فی سبیل اللہ ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هی العليا : ٢٨١٠۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هی العليا فهو فی سبيل الله : ١٩٠٤]

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

''نکلو ہلکے اور بوجھل اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے کا صریح حکم ہے کہ مسلمان جس حال میں بھی ہوں، قوی ہوں

یا ضعیف، مال دار ہوں یا فقیر، جوان ہوں یا بوڑھے، سوار ہوں یا پیدل جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں۔ بہت سے صحابہ کرام اسی آیت کے پیش نظر کسی بھی غزوہ سے غیر حاضر نہیں رہے، لیکن جہاد کے اس حکم عام میں کمزور اور مریض شامل نہیں۔ اس کے بعد اللہ کی راہ میں جان و مال کے ذریعے جہاد کی ترغیب دلائی گئی ہے، تاکہ فقرا اپنی جانوں کے ذریعے اور مال دار اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعے جہاد کریں۔ اس لیے کہ جہاد اسلام کا ایک عظیم ترین فریضہ ہے۔ اس آیت نے ہتھیار نہ ہونے کے عذر کو کلیتاً مسترد کر دیا۔ ہتھیار نہ ہوں تو بھی امیر کے حکم کی تعمیل میں جہاد کے لیے نکل آنا ضروری ہے۔ یہ امیر کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ہتھیار فراہم کرے اور وہ ضرور اپنے فرائض کو پورا کرے گا۔ مسلمانوں کا فرض امیر کی اطاعت کرنا ہے، عذر پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴾ [النساء : ۷۱] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے بچاؤ کا سامان پکڑو، پھر دستوں کی صورت میں نکلو، یا اکٹھے ہو کر نکلو۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا: ”اب کوئی ہجرت نہیں (یعنی فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو ہجرت کر کے مدینہ آنے کی ضرورت نہیں رہی) لیکن جہاد اور نیتِ (جہاد) برقرار ہے اور جب تمھیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل پڑو۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب لا هجرة بعد الفتح : ۳۰۷۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب تحريم مكة و تحريم صيدها ...... الخ : ۱۳۵۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے تو جب سورۂ توبہ کی اس آیت پر پہنچے: ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ﴾ تو فرمایا، ہمارا رب تو ہمیں جوانی اور بڑھاپے دونوں حالتوں میں جہاد کا حکم فرماتا ہے، اے میرے بیٹو! مجھے سامان دے کر جہاد کے لیے رخصت کرو۔ بیٹوں نے کہا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہ کر جہاد کیا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، پھر آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، یہاں تک کہ ان کی وفات بھی ہو گئی، پھر آپ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، حتیٰ کہ وہ بھی فوت ہو گئے۔ اب آپ جہاد پر جانے کو رہنے دیجیے، اب ہم لوگ آپ کی طرف سے جہاد کریں گے۔ (فرمانے لگے، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، تم لوگ میرا سامان تیار کرو) پھر وہ نکلے اور انھوں نے جہاد کے لیے سمندر کا سفر اختیار کیا۔ بعد ازاں کشتی میں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کی تدفین کے لیے کوئی جزیرہ یا خشکی نہیں ملتی تھی، یہاں تک کہ ان کی وفات کے سات دن بعد ایک جزیرہ ملا، جہاں ان کو دفن کیا گیا اور اس دوران میں ان کے جسم یا چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ [مستدرك حاكم : ۳۵۳/۳، ح : ۵۵۰۸۔ ابن حبان : ۷۱۸۴۔ مسند أبي يعلى : ۱۳۸/۶، ح : ۳٤۱۳]

وَ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مشرکوں

کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔'' [أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب کراهية ترك الغزو : ۲۵۰۴]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرو، بے شک جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ رنج و غم سے نجات دلاتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۳۱۴/۵، ح : ۲۲۷۴۶۔ مستدرك حاكم : ۷۴/۲، ۷۵، ح : ۲۴۰۴]

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن بن جاتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے، اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے اور جہاد کی نیت لیے ہوئے اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے، (اللہ فرماتے ہیں) کہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا، یا اجر یا غنیمت کے ساتھ گھر واپس لوٹاؤں گا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله : ۱۸۷۶]

سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے قدموں پر جہاد کے راستہ پر چلنے کی وجہ سے گرد و غبار پڑی اس پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله ...... الخ : ۲۸۱۱]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ لوگوں میں افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ مومن جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه و ماله فی سبیل الله ...... الخ : ۲۷۸۶۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط : ۱۸۸۸]

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۴۲ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۴۳

''اگر نزدیک سامان اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور تیرے پیچھے جاتے، لیکن ان پر فاصلہ دور پڑ گیا اور عنقریب وہ اللہ کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمھارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ اللہ نے تجھے معاف کر دیا، تو نے انھیں کیوں اجازت دی، یہاں تک کہ تیرے لیے وہ لوگ صاف ظاہر ہو جاتے جنھوں نے سچ کہا اور تو جھوٹوں کو جان لیتا۔''

جو منافقین غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے ان کی دینی اور اخلاقی گراوٹ بیان کی گئی ہے کہ آخرت ان کی نگاہوں سے کیوں اوجھل ہے؟ ان کا مطمح نظر صرف دنیاوی مفاد ہے۔ اگر تبوک کے بجائے قریب کے علاقے کا سفر ہوتا اور کوئی فوری دنیاوی فائدہ نظر آتا تو ضرور آپ کے پیچھے ہو لیتے۔ لیکن راستہ طویل، گرمی کا زمانہ اور کوئی ظاہری دنیاوی فائدہ سامنے نہیں، اسی لیے انھوں نے جھوٹی قسمیں کھائیں، بہانے بنائے اور جہاد میں جانے سے پیچھے رہ گئے اور اللہ کی ناراضی اور اپنی ہلاکت و بربادی کا سامان کیا۔ اگلی آیت میں نبی کریم ﷺ سے محبت بھرے انداز میں کہا جا رہا ہے کہ آپ نے بغیر تحقیق کے جہاد میں عدم شرکت کی اجازت مانگنے والوں کو جو اجازت دے دی تھی، اللہ نے آپ کی اس لغزش کو معاف کر دیا ہے، لیکن اگر آپ نے انھیں اجازت نہ دی ہوتی تو اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ جھوٹوں کا پول کھل جاتا اور سچوں کا پتا چل جاتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کو امانت سونپی جائے تو خیانت کرے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٣۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٩]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار چیزیں جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ وہ یہ کہ جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾

”تجھ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اس سے کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک اصول بیان کر دیا ہے کہ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ہے وہ تو کبھی جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے، بلکہ سچے مومن تو جہاد میں بھاگ بھاگ کر جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے اور اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کا مال جہاد میں لگ جائے اور ان کی اپنی جان اللہ کے دین کی سربلندی کے کام آ جائے۔ ان لوگوں کے دلوں کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، یہ لوگ تو جہاد

میں شریک ہونے کے لیے ہر وقت قافلہ کی روانگی کے انتظار میں رہتے ہیں کہ کب دشمن سے مقابلے کا موقع آئے اور وہ اپنا مال اور جان اللہ کے راستے میں پیش کر کے اسے راضی کر سکیں۔ پیچھے رہنے کی اجازت طلب کرنا تو بہت دور کی بات ہے، اگر انھیں کسی ضروری امر کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ جانے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی ہو تو ان کے لیے پیچھے رہنا بہت دشوار اور سخت گراں ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو مدینہ میں آپ نے اپنا جانشین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”علی! تو اس بات سے خوش نہیں کہ میرے نزدیک تیرا وہی درجہ و مقام ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ہارون علیہ السلام کا تھا، فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک و ھی غزوۃ العسرۃ : ٤٤١٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”درہم و دینار اور چادر کا بندہ برباد ہوا کہ اگر اسے دیا جائے تو خوش اور نہ دیا گیا تو ناخوش ہے۔ ایسا شخص ہلاک اور برباد ہو، اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو)، خوشخبری ہو اس بندے کے لیے جو اللہ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو، اس کا سر پراگندہ ہے اور پاؤں غبار آلود۔ اگر وہ پہرے پر ہو تو اس کا حق ادا کرے اور اگر پیچھے ہو (یعنی اس کو لشکر کے پچھلے حصے میں مقرر کیا گیا ہو) تو اس کا حق ادا کرے۔ (حالانکہ اس کی دنیاوی حالت یہ ہے کہ) اگر وہ اجازت چاہے تو نہ ملے، اگر وہ سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله : ٢٨٨٧]

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

”تجھ سے اجازت صرف وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، سو وہ اپنے شک میں حیران پھرتے ہیں۔“

منافقین کے دل ایمان سے خالی اور شکوک و شبہات سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مجاہدین کو کامیاب اور اسلام کو غالب دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں جہاد میں شریک نہ ہوئے تو عزت مجروح ہوگی، لوگ ہمیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھیں گے۔ ایسی باتیں سوچ سوچ کر وہ جہاد میں شرکت کے لیے ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں، پھر جہادی مشکلات پر نظر ڈالتے ہیں تو فوراً واپس پلٹ جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں، اسی لیے وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرتے ہیں۔

وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ : یعنی آپ جس دین کو لائے ہیں، اس کے بارے میں انھیں شک ہے، لیکن مومنوں کو اللہ

تعالیٰ شک کی بیماری سے محفوظ رکھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ۱۵] ''مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔''

وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

''اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے کچھ سامان ضرور تیار کرتے اور لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا ناپسند کیا تو انھیں روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔''

منافقین اپنا عذر بیان کرنے میں قطعی جھوٹے ہیں، اگر ان کا ارادہ آپ کے ساتھ نکلنے کا ہوتا تو ہتھیار، زادِ سفر اور سواری کی تیاری ضرور کرتے، لیکن ان کا ایسا ارادہ ہی نہیں تھا۔ اس لیے اگر انھیں اجازت مل جاتی تو بھی آپ کے ساتھ نہ جاتے، اللہ نے بھی نہیں چاہا کہ وہ آپ کے ساتھ جائیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا خیال ہی آیا تو وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مر گیا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم یغز ...... الخ : ۱۹۱۰۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب التشدید فی ترك الجهاد : ۳۰۹۹]

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

''اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور ضرور تمھارے درمیان (گھوڑے) دوڑاتے، اس حال میں کہ تم میں فتنہ تلاش کرتے، اور تم میں کچھ ان کی باتیں کان لگا کر سننے والے ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ مسلمانو! ان منافقین کا نہ نکلنا عین تدبیر الٰہی کے مطابق تمھارے لیے بہت ہی بہتر تھا۔ بالفرض اگر یہ لوگ سفر تبوک میں تمھارے ساتھ نکل پڑتے تو تمھاری قوت و طاقت میں ہرگز ہرگز اضافہ نہ کرتے، بلکہ تمھیں پریشان کرتے، افواہیں پھیلا پھیلا کر اضطرابی کیفیت پیدا کرتے، لوگوں کے ذہن خراب کرتے، اہل ایمان کی صفوں میں انتشار و فساد برپا کرنے کی سازشیں کرتے۔ ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی ادھر، معمولی بات کو بڑھا چڑھا کر

آپس میں دشمنیاں اور عداوتیں پیدا کرتے، اختلاف و انتشار پیدا کرنے کے لیے بھاگے پھرتے اور اپنی شرارتوں کے ذریعے فساد کی آگ بھڑکا دیتے۔ مسلمانو! تمھارے اندر بعض سادہ لوح مسلمان ایسے بھی ہیں جو منافقین کی باتوں کو توجہ سے سنتے ہیں اور اپنی سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے منافقین کی شرانگیزیوں کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے اگر بڑے بڑے منافق شریک سفر ہوتے تو یہ سادہ لوح مسلمان ان کی باتوں میں آ سکتے تھے۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾

”بلاشبہ یقیناً انھوں نے اس سے پہلے فتنہ ڈالنا چاہا اور تیرے لیے کئی معاملات الٹ پلٹ کیے، یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم غالب ہو گیا، حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔“

یعنی یہ منافقین تو، جب سے آپ مدینہ آئے ہیں، آپ کے خلاف فتنے تلاش کرنے اور معاملات کو بگاڑنے میں سرگرم رہے ہیں، حتیٰ کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و غلبہ عطا فرما دیا، جو ان کے لیے بہت ہی ناگوار تھا۔ اسی طرح غزوۂ احد کے موقع پر بھی ان منافقین نے میدان جنگ سے واپس ہو کر مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ زندگی بھر ان کی ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ رہیں، انھیں اکسا کر مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنا ان کا پسندیدہ شغل تھا۔ غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ذہنی کوفت میں مبتلا کیے رکھا، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت نازل فرمائی۔ مسجد ضرار تعمیر کر کے انھی ناپاک سازشوں کے لیے ایک نیا اڈا بنا لیا اور اس کے بعد بھی ہر موقع پر بگاڑ کی کوششیں کرتے رہے، حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا اور اکثر عرب مسلمان ہو گئے، جس پر کف حسرت وافسوس مل رہے ہیں۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾

”اور ان میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے مجھے اجازت دے دے اور مجھے فتنے میں نہ ڈال۔ سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرنے والی ہے۔“

مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی تھی، یہ بنو سلمہ کے سرداروں میں سے تھا۔ ﴿وَلَا تَفْتِنِّيْ﴾ ”مجھے فتنے میں نہ ڈال“ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر آپ مجھے اجازت نہیں دیں گے تو مجھے بغیر اجازت رکنے پر سخت گناہ ہوگا۔ اس اعتبار سے فتنہ گناہ کے معنی میں ہوگا، یعنی مجھے گناہ میں نہ ڈالیے۔ فتنے کا دوسرا

مطلب ہلاکت ہے، یعنی مجھے ساتھ لے جا کر ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ﴾ ''سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں'' یعنی جہاد سے پیچھے رہنا اور اس سے گریز کرنا بجائے خود ایک فتنہ اور سخت گناہ کا کام ہے، جس میں یہ ملوث ہی ہیں اور مرنے کے بعد جہنم ان کو گھیر لینے والی ہے، جس سے فرار کا کوئی راستہ ان کے لیے نہیں ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو گلوں یعنی دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين و أحكامهم، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ۲۷۸٤]

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ''تمھیں اندھیری رات کی طرح فتنے گھیر لیں گے، ان میں سب سے زیادہ نجات پانے والا وہ ہوگا جو کسی پہاڑی درے پر جاگزیں ہوگا اور اپنی بکریوں کی کمائی سے کھاتا ہوگا، یا وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے جہادی راستوں پر گامزن ہوگا اور اپنی تلوار کی کمائی سے کھاتا ہوگا۔'' [مستدرك حاكم : ۹۳/۲، ح : ۲٤٦۰]

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ۝۵۰

''اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا اور اس حال میں پھرتے ہیں کہ وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ منافقین کی خصلتوں کو بیان کرتا ہے کہ اہل ایمان کو اگر کامیابی مل جائے، کوئی علاقہ فتح کر لیں یا مال غنیمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو منافقین کو یہ کامیابی بری لگتی ہے، بہت تکلیف اور جلن ہوتی ہے۔ اہل ایمان کی کامیابی کی خبر سنتے ہی ان کے منہ لٹک جاتے ہیں، جل بھن جاتے ہیں اور اگر اہل ایمان کو میدانِ جہاد میں تکلیف پہنچے، ان کو اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنا پڑے اور شہداء کی تعداد میں اضافہ ہو تو منافقین بغلیں بجاتے ہوئے خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ تبصرے کرتے ہوئے کہتے ہیں، ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان بے وقوفوں کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے حیلوں بہانوں کو عقل مندی اور دور اندیشی سے تعبیر کرتے اور اپنی عیاری، ہوشیاری اور چالاکی گردانتے ہوئے کہتے ہیں، دیکھو! ہم نے تو پہلے ہی سے اپنا معاملہ درست کر لیا تھا، بلکہ ہم تو ان لوگوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ جہاد میں نہ جاؤ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھیں مروا دیں گے، مگر ان لوگوں نے ہماری بات پر توجہ ہی نہیں دی۔

ان کی اس بدخصلت کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ [آل عمران : ١٥٦] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب انھوں نے زمین میں سفر کیا، یا وہ لڑنے والے تھے، اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے، تا کہ اللہ اسے ان کے دلوں میں حسرت بنا دے اور اللہ زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴾ [النساء : ٧٢] ''اور بے شک تم میں سے یقیناً کوئی ایسا بھی ہے جو ہر صورت دیر لگا دے گا، پھر اگر تمھیں کوئی مصیبت آ پہنچی تو کہے گا بے شک اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا، جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔''

قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾

''کہہ دے ہمیں ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی ہمارا مالک ہے اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ ایمان والے بھروسا کریں۔''

یہ منافقین کے جواب میں مسلمانوں کے صبر و ثبات اور حوصلے کے لیے فرمایا جا رہا ہے، کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ اللہ کی طرف سے مقدر کا لکھا ہر صورت میں پورا ہونا ہے اور جو بھی مصیبت یا بھلائی ہمیں پہنچتی ہے اسی تقدیر الٰہی کا حصہ ہے، تو انسان کے لیے مصیبت کا برداشت کرنا آسان اور اس کے حوصلے میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ﴾ [آل عمران : ١٥٤] ''کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف ضرور نکل آتے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ [الحدید : ٢٢، ٢٣] ''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ تا کہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے اور اللہ کسی تکبر کرنے والے، بہت فخر کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، آپ نے فرمایا: ''اے چھوٹے لڑکے! یقیناً میں تجھے کچھ باتیں سکھلا رہا ہوں، بغور سنو! اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرو، وہ تیری حفاظت کرے گا، تو

اللہ کی حفاظت کر، تو اس کو اپنے روبرو پائے گا، تو جب سوال کرے اور جب مدد طلب کرے، تو اللہ تعالیٰ (ہی) سے مدد مانگو اور اس حقیقت کو جان لو کہ اگر ساری امت تجھے کچھ نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو تجھے صرف وہی نفع پہنچے گا جو اللہ نے تیرے لیے مقدر کر دیا ہے اور اگر تمام امت تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لیے متحد ہو جائے تو تجھے اتنا ہی ضرر پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔" [ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب [حدیث حنظلة ......] : ٢٥١٦۔ مسند أحمد : ٣٠٣/١، ح : ٢٧٦٦]

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

"کہہ دے تم ہمارے بارے میں دو بہترین چیزوں میں سے ایک کے سوا کس کا انتظار کرتے ہو اور ہم تمھارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمھیں اپنے پاس سے کوئی عذاب پہنچائے، یا ہمارے ہاتھوں سے۔ سو انتظار کرو، بے شک ہم (بھی) تمھارے ساتھ منتظر ہیں۔"

اس آیت میں منافقین کو مزید ذہنی اذیت پہنچانے کے لیے اللہ نے کہا کہ اے میرے رسول ! آپ ان سے کہیے کہ تم ہمارے بارے میں اللہ کی جانب سے دو عظیم بھلائیوں میں سے ایک کے سوا اور سوچ ہی کیا سکتے ہو، یا تو ہمیں دشمنوں پر فتح ملے گی، یا اللہ کی راہ میں شہادت اور ہم تمھارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ کب اللہ تم پر کوئی عذاب بھیج دے، یا ہمارے ہاتھوں تمھارا صفایا کروا دے۔ اس لیے تم بھی انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں، عنقریب تم ہماری خوشیوں کا مشاہدہ کر لو گے اور ہم تمھارے غم والم کے قصے غیروں سے سن لیں گے۔

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کی حالت پر تعجب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ چیز سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ، کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔" [مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمره کله خیر : ٢٩٩٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص میری راہ میں جہاد کے لیے نکلے، اس حال میں کہ اسے مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کسی اور چیز نے جہاد کے لیے نہ نکالا ہو تو میں اسے اجر و ثواب اور غنیمت کے ساتھ واپس لے آؤں گا، یا (شہید ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کروں گا۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب الجهاد من الإیمان : ٣٦]

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَ مَا مَنَعَهُمْ

اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ۝۵۴

’’کہہ دے خوشی سے خرچ کرو، یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ بے شک تم ہمیشہ سے نافرمان لوگ ہو۔ اور انھیں کوئی چیز اس سے مانع نہیں ہوئی کہ ان کی خرچ کی ہوئی چیزیں قبول کی جائیں مگر یہ بات کہ بے شک انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ سست ہوتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ ناخوش ہوتے ہیں۔‘‘

منافقین چاہے اپنی خوشی سے خرچ کریں، یا قتل کے خوف سے اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرے گا، اس لیے کہ وہ اللہ کے نافرمان بندے ہیں۔ اگلی آیت میں ان کے صدقات کے عدم قبول کی تین دلیلیں بیان کی گئی ہیں، پہلی ان کا کفر و فسق، دوسری کاہلی سے نماز پڑھنا، اس لیے کہ وہ نماز پر ثواب کی امید رکھتے ہیں نہ اس کے ترک کی سزا سے انھیں کوئی خوف ہے۔ کیونکہ رجا اور خوف بھی ایمان کی علامت ہے جس سے یہ محروم ہیں اور تیسری دلیل کراہت سے خرچ کرنا، تو جس کام میں دل کی رضا نہ ہو، وہ قبول کس طرح ہو سکتا ہے؟ بہر حال یہ تینوں وجوہ ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک ایک وجہ بھی عمل کی نامقبولیت کے لیے کافی ہے، چہ جائیکہ تینوں وجوہ جہاں جمع ہو جائیں تو اس عمل کے بارگاہِ الٰہی میں مردود ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ١ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ...... كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ: آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین چیزیں صدقات کے قبول ہونے کی شرطیں ہیں۔ کیونکہ منافقین میں یہ تینوں چیزیں نہیں پائی جاتیں، لہٰذا ان کے صدقات قبول نہیں ہو سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [المائدة : ۲۷] ’’بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾ [الحج : ۳۷] ’’اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ١ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ١ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرة : ۲٦۵] ’’اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ١ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ١ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۷۲]

''اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى : منافقین کی یہ مجبوری تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کریں، چونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو جانتے تھے کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے، اس لیے جو شخص نماز میں نہ آتا تو اہل ایمان کو اس کے متعلق شبہ ہوتا کہ یہ منافق ہے۔ مسلمان تو بڑے شوق و ذوق اور محبت کے ساتھ اذان سنتے ہی مسجد کا رخ کرتے، مگر منافقین کے لیے اس وقت قدم بھاری، دل بوجھل ہو جاتے اور چہروں پر مردنی چھا جاتی، وہ مجبوراً آ جاتے مگر کاہل، سست اور مریل مریل سے، محض حاضری لگوانے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز میں شامل ہوتے۔ منافقین کی نماز کا نقشہ کھینچتے ہوئے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النساء : ۱۴۲] ''اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آ جاتا ہے (غروب ہونے لگتا ہے) تو وہ کھڑا ہو کر جلدی جلدی چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس نماز میں وہ اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتا ہے۔'' [مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلوة، باب استحباب التبكير بالعصر : ۶۲۲۔ نسائی، كتاب المواقيت، باب التشديد فی تأخير العصر : ۵۱۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں، پھر اذان کہی جائے، پھر میں ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کروائے، پھر میں (جماعت سے پیچھے رہنے والے) لوگوں کے پیچھے جاؤں اور ان کو ان کے گھروں سمیت آگ لگا دوں۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب وجوب صلاة الجماعة ...... الخ : ۶۴۴۔ مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلوة، باب فضل صلاة الجماعة و بيان التشديد فی التخلف عنها ...... الخ : ۶۵۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک منافقین پر سب سے زیادہ بوجھل نمازیں فجر اور عشاء کی ہیں، اگر وہ یہ جان لیں کہ ان دونوں میں کتنا اجر ہے تو ان دونوں میں حاضر ہوں، اگرچہ انھیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔'' [مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلوة، باب فضل صلاة الجماعة و بيان التشديد فی التخلف عنها ...... الخ : ۲۵۲/ ۶۵۱۔ أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب التشديد فی ترك الجماعة : ۵۵۰]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم ایک دوسرے کو دیکھتے تھے کہ نماز با جماعت سے صرف منافق ہی پیچھے رہتا تھا، جس کا نفاق معلوم تھا، یا مریض، مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چلتا، یہاں تک کہ وہ نماز

(باجماعت) میں حاضر ہوتا۔[مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی : ٦٥٤]

وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ : منافق کے مال خرچ کرنے کا مقصد لوگوں کو دکھانا ہوتا ہے اور اس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ﴾[البقرۃ : ٢٦٤] ”اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! اللہ تعالیٰ خود بھی پاک ہے اور صرف پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا : ١٠١٥]

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾

”سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ منافقین کے مال و دولت، اولاد اور ان کی دنیاوی چمک دمک کی وجہ سے آپ دھوکے میں نہ آ جائیں، یہ تو انھیں ڈھیل دی گئی ہے، تاکہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر مال و دولت حاصل کریں، اس کی حفاظت کے لیے دن کا چین اور رات کا سکون کھو بیٹھیں اور اللہ کی طرف سے اس سلسلے میں مصائب و شدائد کو برداشت کریں اور بالآخر ان کی موت کفر پر ہو جائے۔

مال اور اولاد پر دین اور آخرت کو ترجیح نہ دینا آخرت میں عذاب کا سبب ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾[التغابن : ١٥] ”تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾[طٰہٰ : ١٣١] ”اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾[المؤمنون : ٥٥، ٥٦] ”کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے

ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔‘‘

وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾

’’اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔‘‘

منافقین کو کسی حال میں بھی چین نہیں، وہ ہر وقت سہمے سہمے اور دہشت زدہ رہتے ہیں۔ ہنگامی حالات اور زمانۂ جنگ میں ایک طرف تو مجاہدین دشمن سے مقابلہ کی تیاریوں میں اسلحہ کی دیکھ بھال، مرمت و خریداری میں مصروف ہوتے ہیں، منڈیوں اور بازاروں میں جہادی گہما گہمی ہوتی ہے، سواریوں کی خرید و فروخت کا سامان ہوتا ہے، مجاہدین کا جہادی جذبہ، زور دار تیاریاں اور زبردست چہل پہل سے منافقین کے دل بجھے بجھے، چہرے غمگین، قدم بوجھل اور یہ فکر دامن گیر کہ پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا؟ ہمیں ساتھ چلنے کا حکم آ گیا تو کیا کریں گے؟ اور دوسری طرف یہ خوف کہ کہیں ان کا نفاق مسلمانوں پر کھل نہ جائے۔ اس لیے قسمیں کھا کھا کر مسلمانوں کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ بھی مخلص مسلمان ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں گواہی دیتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ تو صرف اس ڈر سے قسم کھاتے ہیں کہ کہیں قتل نہ کر دیے جائیں۔

وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ١٤] ’’اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں بے شک ہم تمھارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف مذاق اڑانے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [المنافقون : ٢] ’’انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا، پس انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا۔ یقیناً یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں برا ہے۔‘‘

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾

’’اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ پا لیں، یا کوئی غاریں، یا گھسنے کی کوئی جگہ تو اس کی طرف لوٹ جائیں، اس حال میں کہ وہ رسیاں تڑا رہے ہوں۔‘‘

مسلمانوں سے ان کے خوف اور نفرت کا حال یہ ہے کہ اگر انھیں کوئی پناہ گاہ، یا کوئی غار یا کوئی اور رہنے کی جگہ مل جائے تو وہاں چلے جاتے، تاکہ مسلمانوں سے دور ہوتے اور اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور ان کی فتح و غلبہ کی باتیں سن سن کر ان کے دل پر جو چرکے لگتے ہیں اس سے نجات مل جاتی۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾

''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تجھ پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں، پھر اگر انھیں ان میں سے دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انھیں ان میں سے نہ دیا جائے تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔''

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ : بعض منافقین نبی کریم ﷺ پر صدقات کی تقسیم کے بارے میں نکتہ چینی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد ﷺ عدل و انصاف سے کام نہیں لیتے، اپنے چہیتوں کو زیادہ دیتے ہیں اور ہمیں کم۔ اللہ فرماتا ہے کہ ایسا سوچنا ان کی دنیا پرستی اور نفاق کا نتیجہ تھا۔ گویا اس الزام تراشی کا مقصد مفادات کا حصول تھا کہ اس طرح ان سے ڈرتے ہوئے انھیں زیادہ حصہ دیا جائے، یا وہ مستحق ہوں یا نہ ہوں، انھیں حصہ ضرور دیا جائے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رنگے ہوئے چمڑے کے ایک تھیلے میں سونے کے چند ڈلے، جن سے ابھی (کان کی) مٹی بھی صاف نہیں کی گئی تھی، یمن سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے چار آدمیوں عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید بن خیل اور علقمہ یا عامر بن طفیل رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے کہا، اس کے تو ان لوگوں سے زیادہ ہم مستحق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''کیا تمھیں مجھ پر اطمینان نہیں ہے، حالانکہ میں آسمان والے کا امین ہوں؟ میرے پاس صبح و شام آسمان سے خبریں آتی ہیں۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ ایک آدمی جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، جس کے رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں، جس کی پیشانی بھی ابھری ہوئی تھی اور داڑھی گھنی تھی، جس کا سر منڈا ہوا تھا اور جو اپنا تہ بند پنڈلیوں سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا، کھڑا ہو کر بولا، اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈریئے۔ آپ نے فرمایا: ''تیری خرابی ہو، کیا میں تمام روئے زمین پر اللہ سے ڈرنے کا زیادہ مستحق نہیں ہوں۔'' پھر وہ آدمی چلا گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کی گردن نہ مار دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔'' خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی، کتنے ہی ایسے نمازی ہیں جو زبان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے لوگوں کے دلوں میں نقب لگانے اور ان کے پیٹوں کو چاک (کر کے باطنی حالات معلوم) کرنے کا حکم نہیں ہے۔'' ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ پیٹھ موڑے جا رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''اس شخص کی نسل سے وہ قوم پیدا ہوگی جو اللہ کی کتاب کو مزے لے لے کر بڑی خوش الحانی کے ساتھ پڑھے گی، حالانکہ وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گی۔ دین سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے۔'' ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: ''اگر میں اس قوم کے

زمانہ میں ہوا تو قوم ثمود کی طرح انھیں قتل کر دوں گا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن أبی طالب ...... الخ : ۴۳۵۱۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم : ۱۴۴/ ۱۰۶۴]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ حنین کے) مال غنیمت کو تقسیم کیا تو (مدینہ کے) ایک شخص نے کہا، اس تقسیم سے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت نہیں کی گئی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، انھیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی تھی، انھوں نے پھر بھی صبر کیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، بابٌ : ۳۴۰۵]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال تقسیم فرما رہے تھے، ہم بھی آپ کے پاس تھے کہ ذوالخویصرہ آیا، وہ بنو تمیم کا ایک آدمی تھا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! انصاف سے کام لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افسوس ہے تجھ پر! اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو میرے لیے تو تباہی و بربادی ہو گی۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اتار دوں۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳۶۱۰۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتھم : ۱۴۷/ ۱۰۶۴]

فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ : یعنی مال غنیمت اور صدقات سے منافقین کو حسب منشا کچھ مل جائے تو بڑے خوش اور اگر نہ ملے تو منہ سجائے، نتھنے پھلائے الزام تراشی، عیب جوئی اور پروپیگنڈہ پر اتر آتے ہیں۔ ایسے بدخصلت منافقین کی شقاوت اور بدبختی کا ذکر حدیث میں موجود ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''درہم و دینار اور چادر کا بندہ برباد ہوا کہ اگر اسے دیا جائے تو خوش ہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہے۔ ایسا شخص ہلاک اور برباد ہو، اگر اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو)۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ : ۲۸۸۷]

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۱۴

''اور کاش کہ واقعی وہ اس پر راضی ہو جاتے جو انھیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، جلد ہی اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی۔ بے شک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کی اصلاح کے لیے بڑے خوبصورت انداز میں نصیحت اور اہل ایمان کی راہنمائی فرما رہا ہے کہ ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دے دیا تھا وہ اسی پر قناعت کرتے، صبر و شکر کا

مظاہرہ کرتے اور ہر معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے: ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ ﴾ کہتے کہ مال کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ ہمارے لیے تو اللہ ہی کافی ہے اور سوچتے کہ اب کی بار اگر مال نہیں ملا، یا توقع سے کم ملا ہے تو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ بہت جلد اپنے فضل خاص سے اپنے رسول کے ذریعے ہمیں دوبارہ مال عطا کر دے گا اور کہتے کہ ہم تو یقیناً حصول مال و زر کی تمام تر رغبتیں، امیدیں اور توقعات اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے وابستہ کیے ہوئے ہیں۔

مال کا دینا نہ دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » ”اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی شان والے کو اس کی شان تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوۃ : ۸٤٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفته : ۵۹۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمھیں نہ کوئی چیز دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں، میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، میں تو وہاں رکھ دیتا ہوں جہاں رکھنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے۔“ [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ فإن لله خمسهٗ و للرسول ﴾ ...... الخ : ۳۱۱۷]

سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ”اما بعد! اللہ کی قسم! مال کی تقسیم کے وقت میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا، میں جن لوگوں کو مال نہیں دیتا وہ مجھے زیادہ محبوب ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جن کو میں مال دیتا ہوں، میں تو ان لوگوں کو مال دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری و لالچ دیکھتا ہوں اور (جن لوگوں کو میں مال نہیں دیتا) ان کو میں اس غنا اور بھلائی کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے، ایسے ہی لوگوں میں ایک عمرو بن تغلب بھی ہے۔“ عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے متعلق یہ توصیفی الفاظ سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو بھی اتنی فرحت و لذت اور خوشی حاصل نہ ہوتی۔ [بخاری، کتاب الجمعة، باب من قال فی الخطبة بعد الثناء : أما بعد : ۹۲۳]

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۶۰

”صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کی تقسیم صدقات پر منافقین کی نکتہ چینی بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ بتایا کہ صدقات کی صحیح تقسیم اور ان کے حق داروں کی تعیین خود اللہ تعالیٰ نے کر دی ہے جو عین انصاف ہے، نبی کریم ﷺ تو صرف اللہ کے بتائے ہوئے حکم کے مطابق حق داروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس آیت میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جنھوں نے تقسیم صدقہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ پر نکتہ چینی کی تھی۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ : یعنی وہ مسلمان جس کے پاس اپنے اخراجات کے لیے کچھ مال ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحشر : ۸] ”(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۷۳] ”(یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے، اور تم خیر میں سے جو خرچ کرو گے سو یقیناً اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔“

ابو عبد الرحمن الحبلی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہم فقرا مہاجرین میں شامل نہیں ہیں؟ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا، کیا تیری بیوی ہے کہ جس کے ساتھ تو قیام پذیر ہے؟ اس شخص نے جواباً کہا، جی، میری بیوی ہے۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا، کیا تیرا گھر ہے جس میں تو رہتا ہے؟ اس آدمی نے بتایا، جی ہاں! گھر بھی ہے۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر تو تو امیر اور غنی لوگوں میں سے ہے۔ اس شخص نے مزید بتایا، میرے پاس ایک خادم بھی ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو تو بادشاہوں میں سے ہے۔ ابو عبد الرحمن (سفر جہاد کا) ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس تین آدمی آئے، اتفاق سے میں بھی موجود تھا، وہ کہنے لگے، اے ابو محمد! اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی چیز نہیں، گھر کا خرچہ میسر نہیں، نہ کوئی مال مویشی ہے اور نہ ہم کوئی مال و متاع رکھتے ہیں۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تم جس طرح چاہو میں تعاون کے لیے تیار ہوں، اگر تم چاہو تو ہمارے پاس پہنچ جاؤ، ہم تمھیں اتنا دیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مقدر کر رکھا ہے اور اگر تم پسند کرو تو ہم تمھارا ذکر سلطان

سے کریں گے (اور وہ تمھاری اعانت کرے گا) اور اگر چاہو تو اسی (فقر) پر صبر کرو، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک فقرا مہاجرین مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔'' (یہ حدیث سن کر) وہ تینوں بولے کہ اب تو ہم اسی حالت فقر پر صبر کریں گے اور آپ سے کسی چیز کا سوال نہیں کریں گے۔ [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر : ۲۹۷۹]

تاہم بہت زیادہ فقر کوئی پسندیدہ اور قابل رشک چیز نہیں، کیونکہ فقر کے فتنہ سے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَا وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ عَنِّيْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ » ''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سستی سے، انتہائی بڑھاپے سے، میں قرض اور گناہ (کے کاموں) سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے فتنے اور عذاب قبر سے اور آگ کے فتنے سے اور آگ کے عذاب سے اور دولت وغنا کے فتنہ کے شر سے اور فقر کے فتنہ کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور فتنہ مسیح دجال سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو ڈال اور میرے دل کو اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری فرما دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من المأثم و المغرم : ٦٣٦٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں: « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ » ''اے اللہ! میں فقر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مال کی کمی اور ذلت سے بھی تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیرے ساتھ اس بات سے بھی پناہ کا خواہاں ہوں کہ کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔'' [نسائی، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من الذلة : ٥٤٦٢]

مسلم بن ابو بکرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد فرض نمازوں کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ » ''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کفر سے، فقر و تنگ دستی سے اور عذاب قبر سے۔'' یہ کلمات یاد کر کے میں نے بھی پڑھنا شروع کر دیے، تو ایک دن میرے والد نے مجھ سے پوچھا، میرے بیٹے! یہ کلمات تم نے کہاں سے یاد کیے ہیں؟ میں نے عرض کی، ابا جان! آپ سے، تو میرے والد نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔ [نسائی، کتاب السهو، باب التعوذ فی دبر الصلوة : ١٣٤٨]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صدقہ کسی دولت مند یا ایسے شخص کے لیے حلال نہیں ہے جو مال دار، طاقت ور اور صحیح سالم ہو۔“ [مسند أحمد : ۲/ ۱٦٤، ح : ٦٥٣٨ـ أبو داوٗد، کتاب الزکوۃ، باب من یعطی من الصدقة و حد الغنی : ۱٦۳٤ـ ترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء من لا تحل له الصدقة : ٦٥٢]

وَالْمَسٰكِيْنِ : مسکین اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس ضروریات زندگی کے لیے ناکافی مال ہو، بے شک ایسے شخص کا گھر بار اور کاروبار بھی ہو، مگر وہ باوقار گزر بسر کے لیے نا کافی ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ کے بیان میں ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ ﴾ [الکھف : ۷۹] ”رہی کشتی تو وہ چند مسکینوں کی تھی، جو سمندر میں کام کرتے تھے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے ارد گرد گھومتا پھرتا ہے اور (لوگ) اسے ایک لقمہ یا دو لقمے، یا ایک کھجور یا دو کھجوریں دے دیتے ہیں۔ مسکین تو وہ ہے جو غنی نہیں ہے اور نہ اس کے بارے میں (عام لوگوں کو) علم ہوتا ہے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود لوگوں سے کھڑے ہو کر سوال کرتا ہے۔“
[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول الله عزوجل : ﴿ لا یسئلون الناس إلحافا ﴾ ...... الخ : ۱٤۷۹]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت میں سے کچھ لوگ ہوں گے جو زنا، خالص ریشمی کپڑے، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو جائز سمجھیں گے اور کچھ (متکبر قسم کے) لوگ ایک پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کے لیے) چلے جائیں گے، ان کے مویشی شام ڈھلے پیٹ بھر کر واپس آیا کریں گے، ان کے پاس ایک ضرورت مند فقیر (تعاون کے لیے) آئے گا تو وہ کہیں گے تم کل ہمارے پاس آنا، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو راتوں رات ہلاک کر دے گا اور ان (میں سے بعض) پر پہاڑ گرا دے گا اور کچھ کی شکلیں مسخ کر کے قیامت تک کے لیے انھیں بندر اور خنزیر بنا دے گا۔“ [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ...... الخ : ٥٥٩٠]

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا : عامل سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے حساب کتاب کے ذمہ دار ہیں۔ یہ کارکنان امیر ہوں یا غریب، بلا تردد اور بلا تامل زکوٰۃ میں سے امیر جتنا دے اسے لے سکتے ہیں۔ عبد اللہ بن سعدی بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں آپ کے پاس آیا تو انھوں نے کہا، مجھے پتا چلا ہے کہ تم لوگوں کے کام میں لگے رہتے ہو اور جب تمھیں اس کی اجرت دی جائے تو اسے ناپسند کرتے ہو۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا جی ہاں! تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تمھارا اس سے مقصد کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرے پاس مال ہے، گھوڑے اور غلام ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اپنی اجرت مسلمانوں پر صدقہ کر دوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایسا نہ کرو، کیوں کہ میں نے بھی یہی ارادہ کیا تھا جو تم نے کیا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے کچھ دینے لگتے تو میں کہتا کہ آپ یہ مال اس شخص کو دے دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند اور محتاج ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مال دیا تو میں نے

جواب دیا کہ اس شخص کو دے دیں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ لے لو اور اس سے مال دار بنو، پھر صدقہ کرو، اگر تمھارے پاس مال اس طرح آئے کہ تم نہ اس کے حریص تھے اور نہ اس کا سوال کرنے والے تھے تو اس مال کو لے لیا کرو اور اگر نہ ملے تو اس کی فکر نہ کیا کرو۔'' [بخاری، کتاب الأحکام، باب رزق الحکام والعاملین علیها ...... الخ : ۷۱۶۳]

رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے لیے عامل بن کر زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کے لیے صدقہ حرام ہے، جیسا کہ عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ وہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے درخواست کی کہ انھیں زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عامل مقرر کر دیا جائے، تو آپ نے فرمایا: ''یہ صدقات ہیں، یہ تو لوگوں کے میل کچیل ہیں، محمد اور آل محمد (ﷺ) کے لیے حلال نہیں ہیں۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب ترك استعمال آل النبی علی الصدقة : ۱۰۷۲/۱۶۸]

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ : ایسے نومسلموں کا دل جیتنے کے لیے جن سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ کی امید ہو، اسی طرح وہ غیر مسلم جس کے بارے میں توقع ہو کہ وہ اسلام لانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے لیے نافع ہوگا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کا کفر کا زمانہ ابھی گزرا ہے، میں انھیں تالیف قلب کے لیے دیتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ۳۱۴۷۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم علی الإسلام ...... الخ : ۱۰۵۹]

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح حنین کے موقع پر صفوان بن امیہ کو سو اونٹ دیے، پھر سو اونٹ اور پھر سو اونٹ (یعنی تین سو اونٹ) دیے۔ سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اتنا اور اتنا مال دیا، حالانکہ آپ میرے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ ناپسندیدہ تھے، مگر آپ مجھے مسلسل (مال) عطا فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کی ذات گرامی لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گئی۔ [مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائه ﷺ : ۲۳۱۳۔ ترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء فی إعطاء المؤلفة قلوبهم : ۶۶۶]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے تھوڑا سا خام سونا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو وہ آپ نے چار آدمیوں اقرع بن حابس، عیینہ بن بدر، علقمہ بن علاثہ اور زید الخیر طائی میں تقسیم کر دیا...... آپ نے فرمایا: ''میں نے انھیں تالیف قلب کے لیے دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالی : ﴿ و إلی عاد أخاهم هودا...... الخ ﴾ : ۳۳۴۴۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتهم : ۱۰۶۴]

سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حنین فتح کیا تو مال فے میں سے ان لوگوں کو بھی دیا جن کی تالیف قلب منظور تھی۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ۱۰۶۱]

سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''اما بعد! اللہ کی قسم! مال کی تقسیم کے وقت میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا، میں جن لوگوں کو مال نہیں دیتا وہ مجھے زیادہ محبوب ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جن کو میں مال دیتا ہوں، میں تو ان لوگوں کو مال دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری و لالچ دیکھتا ہوں اور (جن لوگوں کو میں مال نہیں دیتا) ان کو میں اس غنا اور بھلائی کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے، ایسے ہی لوگوں میں ایک عمرو بن تغلب بھی ہے۔'' عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے متعلق یہ توصیفی الفاظ سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو بھی اتنی فرحت و لذت اور خوشی حاصل نہ ہوتی۔ [بخاری، کتاب الجمعة، باب من قال فی الخطبة بعد الثناء : أما بعد : ۹۲۳]

عامر بن سعد اپنے باپ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال دیا، سعد بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ (سعد کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو مجھے سب سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا تھا، تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص سے اعراض کیا، اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(مومن سمجھتے ہو) یا مسلم؟'' میں نے تھوڑی دیر سکوت کیا، پھر مجھے اس شخص کے متعلق جو کچھ معلوم تھا اس نے مجھے مجبور کیا اور میں نے پھر اپنی وہی بات کہی، یہ کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص سے اعراض کیا، اللہ کی قسم! میں اسے مومن جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(مومن) یا مسلم؟'' اس پر میں کچھ دیر خاموش رہا اور پھر جو کچھ اس شخص کے متعلق میں جانتا تھا اس نے مجھے مجبور کیا اور میں نے اپنی وہی بات دہرائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی فرمایا۔ بالآخر آپ نے فرمایا: ''اے سعد! اگر میں کسی شخص کو دیتا ہوں تو اس خوف سے (دیتا ہوں کہ اگر اسے نہ دیا جائے تو وہ کافر ہو جائے گا اور) اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اوندھا ڈال دے گا، حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب إذا لم یکن الإسلام علی الحقیقة ...... الخ : ۲۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تألف قلب من یخاف علی إیمانه ...... الخ : ۱۵۰]

وَفِي الرِّقَابِ : یعنی غلاموں اور لونڈیوں کے لیے، تاکہ وہ اپنے آپ کو آزاد کرا سکیں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے تھوڑے کلام میں بہت بڑی چیز کا سوال کر لیا ہے، غلام آزاد کر اور گردن چھڑا۔'' وہ کہنے لگا، کیا یہ دونوں کام ایک نہیں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، غلام کا آزاد کرنا تو یہ ہے کہ تو خود غلام خرید کر آزاد کر دے، جبکہ گردن چھڑانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قیمت میں مدد کرے۔'' [مسند أحمد : ۲۹۹/۴، ح : ۱۸۶۷۲۔ ابن حبان : ۳۷٤]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیدیوں کو آزاد کراؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب فكاك الأسير : ٣٠٤٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔“ [بخاری، کتاب العتق، باب في العتق وفضله ...... الخ : ٢٥١٧ ـ مسلم، کتاب العتق، باب فضل العتق : ١٥٠٩/٢٢]

وَ الْغٰرِمِيْنَ : اس سے مراد ایک تو وہ مقروض شخص ہے جو اپنے اور اپنے بچوں کے جائز اخراجات کی وجہ سے مقروض ہو گیا ہو اور اس کے پاس قرضے کی ادائیگی کے لیے نقدی یا کوئی جائداد وغیرہ نہ ہو، دوسرے وہ ذمہ دار اصحاب ضمانت ہیں جنھوں نے کسی کی ضمانت دی اور پھر وہ اس کی ادائیگی کے ذمہ دار قرار پائے، یا کسی کی فصل تباہ یا اس کا کاروبار خسارے کا شکار ہو گیا اور اس بنیاد پر وہ مقروض ہو گیا۔ سیدنا قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی کا ضامن بن گیا (اور مجھے چٹی پڑ گئی، اس کی ادائیگی میں معاونت کے لیے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ”قبیصہ! تم ٹھہرو، ہمارے پاس مال صدقہ آئے گا تو ہم اس میں سے تمھیں دیں گے۔“ پھر فرمایا: ”قبیصہ! سن، صرف تین قسم کے لوگوں کے لیے سوال کرنا حلال ہے، ایک تو وہ جو ضامن بنے، تو اس رقم کے پورا ہونے تک اسے سوال جائز ہے، تاہم پھر وہ سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے، اسے بھی سوال کرنا درست ہے، یہاں تک کہ گزارے کے لائق اپنی ضروریات حاصل کر لے اور تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گزرنے لگے اور اس کی قوم کے تین ذی ہوش لوگ اس کے حق میں گواہی دے دیں کہ ہاں فلاں شخص از حد لاچار ہو گیا ہے، تو اسے بھی مانگ لینا جائز ہے، تاوقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامان زندگی مہیا ہو جائے، پھر رک جائے، ان کے سوا اے قبیصہ! اور کسی کو سوال کرنا حرام ہے، مانگنے والا حرام کھاتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الزكوة، باب من تحل له المسألة : ١٠٤٤ ـ أبو داوٗد، كتاب الزكوة، باب ما تجوز فيه المسألة : ١٦٤٠]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے زمانہ نبوی میں ایک باغ خریدا۔ قدرت الٰہی سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا، چنانچہ اس سے وہ بہت زیادہ مقروض ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا: ”اسے صدقہ دو۔“ لوگوں نے صدقہ دیا تو وہ اس کے قرض کی رقم سے کم تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا: ”تمھیں جو ملے لے لو، اس کے سوا تمھارے لیے کچھ نہیں۔“ [مسلم، كتاب المساقاة، باب استحباب الوضع من الدين : ١٥٥٦]

وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : صدقات و زکوٰۃ کا ساتواں مصرف جہاد فی سبیل اللہ ہے، جس سے جہاد کی جملہ ضرورتوں کو پورا کیا جا سکتا ہے، اسلحہ خریدا جا سکتا ہے، زیر تربیت عسکری مجاہدین کی خوراک، لباس، علاج معالجہ، سفر خرچ، گاڑیوں کی خریداری، دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ پر زکوٰۃ کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔ یاد رکھیں! زکوٰۃ و صدقات کی یہ مد اللہ تعالیٰ نے اپنے ان

خاص مجاہد بندوں کے لیے مقرر کی ہے جو اللہ کے دشمن یعنی کفار سے مصروف جہاد و قتال ہیں۔ قرآن کریم کے مختلف مقامات پر لفظ ''فی سبیل اللہ'' استعمال ہوا ہے، ان میں سے چند مقامات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' سے مراد جہاد اور اسلام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾ [الحديد : ١٠] ''اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة : ٢٦١] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَأَحْسِنُوا ۛ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾ [البقرة : ١٩٥] ''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴾ [الأنفال : ٦٠] ''اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھاری طرف پوری لوٹائی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ [التوبة : ٣٤] ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مال دار پر زکوٰۃ حرام ہے، سوائے پانچ قسم کے مال داروں کے، ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو، دوسرا راہ الٰہی کا غازی مجاہد، تیسرا وہ جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے، چوتھا وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفہ اپنی کوئی ایسی چیز دے دے جو زکوٰۃ میں اسے ملی ہو اور پانچواں قرض دار۔'' [ابن ماجه، كتاب الزكوة ، باب من تحل له الصدقة : ١٨٤١ـ أبو داوٗد، كتاب الزكوة، باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غنى : ١٦٣٥]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کا افضل دینار جسے کوئی آدمی خرچ کرتا ہے، وہ

ہے جو وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے، مزید وہ دینار جو اللہ کے راستہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور نیز وہ جو اللہ کے راستہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقة علی العیال والمملوك ...... الخ : ۹۹٤]

مجاہد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں جہاد میں شرکت کے لیے جانا چاہتا ہوں، تو ابن عمر رضی اللہ عنہما خوش ہو کر کہنے لگے کہ پھر میں کچھ رقم سے تیری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ مجاہد نے کہا، بفضل اللہ میں تو خود مال دار ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، بھائی! اگر مال دار ہے تو اپنے لیے ہے، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جہاد میں میرا مال بھی خرچ ہو جائے۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر ، باب الجعائل والحملان فی سبیل الله، قبل الحدیث : ۲۹۷۰]

وَابْنِ السَّبِيْلِ : ''مسافر'' جس کا زاد سفر ختم ہو جائے، یا چوری ہو جائے تو اسے زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا، چاہے وہ اپنے شہر میں مال دار ہی کیوں نہ ہو۔ حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ کو زکوٰۃ کی رقم سے آزاد کرائے تو یہ جائز ہے، نیز زکوٰۃ کا مال مجاہدین اور اس شخص کو بھی دیا جا سکتا ہے جس نے حج نہ کیا ہو، پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٠] [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول الله تعالٰی : ﴿ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله ﴾، قبل الحدیث : ١٤٦٨]

اسی طرح وہ شخص جو اپنے شہر سے سفر کا آغاز کرنا چاہتا ہو اور اس کے پاس زادِ سفر نہ ہو تو اسے بھی سفر کے آنے جانے کے اخراجات کے مطابق دیا جا سکتا ہے۔ اس کی دلیل ایک تو یہی آیت کریمہ ہے اور دوسری وہ حدیث ہے جسے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی دولت مند شخص کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے ہاں، البتہ پانچ قسم کے لوگوں کے لیے حلال ہے: ① اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے لیے۔ ② عاملین زکوٰۃ کے لیے۔ ③ مقروض کے لیے۔ ④ اس شخص کے لیے جو اپنے مال کے ساتھ صدقہ کی کوئی چیز خرید لے۔ ⑤ ایسا (غنی) آدمی جس کا پڑوسی ایک مسکین آدمی ہو، اس مسکین آدمی پر صدقہ کیا جائے تو وہ مسکین اس میں سے اس امیر آدمی کو ہدیہ دے دے (تو اس غنی کے لیے وہ صدقہ کی چیز استعمال کرنا جائز ہوگا)۔'' [أبو داؤد، کتاب الزکوۃ، باب من یجوز له أخذ الصدقة وهو غنی : ١٦٣٥، ١٦٣٦۔ ابن ماجه، کتاب الزکوۃ، باب من تحل له الصدقة : ١٨٤١۔ مسند أحمد : ٥٦/٣، ح : ١١٥٤٤]

وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (۶۱)

”اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ (تو) ایک کان ہے۔ کہہ دے تمھارے لیے بھلائی کا کان ہے، اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مومنوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور ان کے لیے ایک رحمت ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

بد بخت منافقین اپنی شرارتوں میں بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئے کہ اپنی نجی مجالس میں رسول اللہ ﷺ پر طنز کرتے، الزام تراشی اور طعن و تشنیع کے ذریعے آپ کو ایذا پہنچانے والی باتیں کرتے، جن میں سے ایک بات یہ بھی کہا کرتے کہ یہ شخص تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے، کوئی مسلمان ہماری کی ہوئی باتیں جب ان تک پہنچاتا ہے تو اس کو توجہ سے سنتا اور سچ مان لیتا ہے اور جب ہم قسمیں کھا کر اس کی تردید کرتے ہوئے اپنی صفائی بیان کرتے ہیں تو خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان منافقین سے واضح طور پر یہ بات کہہ دیں کہ یہ تو محض تمھاری بہتری اور بھلائی کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایمان اللہ پر ہے اور وہ صرف اہل ایمان کی باتوں کو صحیح اور سچا جانتے ہیں۔ باقی رہا تمھاری باتوں کو سن لینا، تمھاری جھوٹی قسموں، ایمان کے جھوٹے دعووں، جہاد سے پیچھے رہنے کے من گھڑت عذر بہانوں اور ایذا دینے والی باتوں پر خاموش رہنا، یہ تو محض اس لیے ہے کہ تمھارا پردہ رہ جائے، لوگوں کے سامنے تمھاری رسوائی نہ ہو اور اگر وہ فوری تحقیق شروع کر دیں تو پھر تمھارا انجام بڑا ہی عبرتناک ہو اور آخرت میں تو ایسے بدنصیب منافقین کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب تیار ہے۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۱۲۸] ”بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی چیز (صحابہ رضی اللہ عنہم میں) تقسیم فرمائی۔ ایک شخص نے کہا، اس تقسیم سے اللہ کی رضا مقصود نہیں تھی (یعنی اس نے نبی ﷺ پر بے انصافی کا الزام لگایا) میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات عرض کی تو آپ کو غصہ آ گیا، حتیٰ کہ میں نے نبی ﷺ کے چہرۂ اقدس پر خفگی کے آثار دیکھے۔ پھر آپ ﷺ نے (غصہ ضبط کرتے ہوئے) فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! انھیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی، تو انھوں نے صبر کیا تھا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۴۰۵]

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

’’تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مومن ہیں۔‘‘

منافقین جب اپنی خلوتوں میں ہوتے تو مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ پر طعنہ زنی کرتے اور جب اس کی خبر اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوتی اور ان سے پوچھا جاتا تو قسمیں کھا کر کہتے کہ انھوں نے ایسا نہیں کہا تھا، تاکہ اللہ کے رسول ﷺ اور دیگر مسلمان ان سے خوش رہیں۔ ان کے اسی نفاق اور اخلاقی گراوٹ پر قرآن کریم میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ حق دار تھے کہ وہ لوگ انھیں راضی کرتے اور نفاق سے تائب ہو جاتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۵۶] ’’اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(میدان حشر میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بندہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ اے فلاں! کیا میں نے (دنیا میں) تجھے عزت نہیں دی تھی؟ تجھے اونچا مقام نہیں دیا تھا؟ تجھے بیوی عطا نہیں کی تھی؟ اونٹ اور گھوڑوں (یعنی سواریوں) کو تیرے تابع نہیں کیا تھا؟ کیا تجھے حکومت نہیں دی تھی اور تو چوتھا حصہ بطور ٹیکس وصول نہیں کرتا تھا؟ منافق کہے گا، کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو یقین رکھتا تھا کہ میرے ساتھ ملاقات کرے گا؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ (آج) میں بھی تجھے اسی طرح بھلا دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر دوسرا شخص آئے گا تو اس سے بھی یہی سوال جواب ہوں گے، پھر تیسرے کے ساتھ بھی یہی سوال جواب ہوں گے، تو وہ کہے گا، اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا، تیری کتابوں اور تیرے رسولوں پر بھی ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا، صدقہ و خیرات کرتا رہا۔ اس (منافق) سے جتنا ہو سکے گا اپنی تعریف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ٹھہر جا (تیرا جھوٹ کھل جائے گا) ہم تجھ پر ابھی گواہ پیش کرتے ہیں۔ (منافق) سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اس کی ران کو حکم دے گا کہ بول! چنانچہ اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی میں بول پڑیں گی اور اس کے اعضا کی گواہی اس لیے ہوگی، تاکہ اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ دراصل یہ منافق شخص ہوگا اور (اس دن ایسے لوگوں پر) اللہ تعالیٰ سخت غضب ناک ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنۃ للکافر : ۲۹۶۸]

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ

الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾

”کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔“

اس آیت میں منافقین کے نفاق کا انجام بد بتایا گیا ہے کہ انھیں پتا نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کا بدلہ جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ کے لیے رہے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴾[المجادلة : ٢٠] ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی سب سے زیادہ ذلیل ہونے والوں میں سے ہیں۔“

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

”منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورت اتاری جائے جو انھیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔ کہہ دے تم مذاق اڑاؤ، بے شک اللہ ان باتوں کو نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو۔“

منافقین کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ ہر وقت خوف زدہ اور ڈرے ڈرے رہتے ہیں۔ اس آیت میں جس خوف کا ذکر ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہی نہ کر دے، اندرونی سازشوں کا انکشاف نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کوئی سورت نازل کر کے ان کی مجالس کے راز فاش ہی نہ کر دے، دلوں میں چھپے ہوئے بھید ظاہر نہ ہو جائیں اور نفاق کا پردہ کہیں چاک نہ ہو جائے۔ اس خوف کے باوجود بھی وہ اپنی خباثتوں، شرارتوں اور سازشوں سے باز نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے نبی! آپ ان منافقین سے کہہ دیں کہ تم دینِ اسلام کا جتنا مذاق اڑا سکتے ہو اڑا لو، اب وقت آ گیا ہے کہ تمھاری ایک ایک چالاکی، جہاد کے خلاف ہر ہر سازش، جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے حیلے، عذر، بہانے، جھوٹی قسمیں اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کے پروگرام، ان سب کو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے سامنے کھولنے والا ہے۔ جس بات کے انکشاف سے تم خوف زدہ ہو، جس نفاق کے ظاہر ہونے سے تم ڈرتے ہو، ان تمام پوشیدہ رازوں اور خفیہ سازشوں کو عنقریب اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے۔

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ (تبوک) میں موجود تھا۔ میں نے عبد اللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا، لوگو! تم ایسا کرو، جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں انھیں کچھ نہ دو، تو وہ خود بخود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اس سے الگ ہو جائیں گے اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبد اللہ بن ابی کی یہ گفتگو اپنے چچا (سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے کہہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور میں نے بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا، وہ مکر گئے، قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا سمجھا اور عبد اللہ بن ابی کو سچا۔ اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ ویسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں گھر میں بیٹھ گیا، میرے چچا کہنے لگے، میرا خیال نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمھاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقون اتاری تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی اور فرمایا: ”زید! اللہ نے تجھ کو سچا کر دیا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إذا جاءك المنافقون قالوا نشهد إنك لرسول الله ﴾ : ٤٩٠٠]

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَ نَلۡعَبُ ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۶۵﴾

”اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟“

منافقین آیات الٰہی کا مذاق اڑاتے، مومنین کا استہزا کرتے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہنے سے بھی گریز نہ کرتے، جس کی اطلاع کسی نہ کسی طریقے سے بعض مسلمانوں کو اور پھر رسول اللہ ﷺ کو ہو جاتی۔ لیکن جب ان سے پوچھا جاتا تو صاف مکر جاتے اور کہتے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہنسی مذاق کے لیے کیا تمھارے سامنے اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول ہی رہ گئے ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ اگر مقصد تمھارا آپس میں ہنسی مذاق ہی ہوتا تو اس کی زد میں اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول کیوں آتے؟ یہ یقیناً تمھارے اس خبث باطن اور نفاق کا اظہار ہے جو آیاتِ الٰہی اور ہمارے پیغمبر کے خلاف تمھارے دلوں میں موجود ہے۔

لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ ؕ اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ﴿۶۶﴾ ع

”بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ایک گروہ کو عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو مخاطب کر کے کہا کہ اب معذرت کا وقت گزر چکا، تم نے جو کرنا تھا اپنی جانوں پر وہ ظلم کر چکے ہو۔ اب تمھاری حالت یہ ہے کہ تمھارے دلوں سے ایمان نکل گیا اور تم دولت ایمان سے محروم ہو کر کفر کے اندھیروں میں گھر چکے ہو، اس لیے تمھارا انجام بڑا ہی خوف ناک ہوگا۔ ہاں! صرف وہ لوگ جو اپنے کیے پر نادم ہو کر تہ دل سے ایمان لے آئیں، توبہ کر لیں تو وہ دردناک عذاب سے بچ جائیں گے اور جو لوگ اپنی شرارتوں، ایذا رسانیوں اور

نفاق پر اڑے رہے، تو ایسے مجرموں کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب لکھ دیا ہے۔

اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ : یعنی تم سب کو معاف نہیں کیا جائے گا، بلکہ تم میں سے کچھ لوگوں کو سزا بھی ضرور دی جائے گی۔ اس غلط اور فسق و فجور پر مبنی بات کی وجہ سے انھیں گناہ گار اور مجرم قرار دیا گیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴾ [الرعد : ۳۲] ”اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنھوں نے کفر کیا، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴾ [الكهف : ۱۰٦] ”یہ ان کی جزا جہنم ہے، اس وجہ سے کہ انھوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کو مذاق بنایا۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم سے جاہلیت کے زمانے میں کیے ہوئے اعمال کے متعلق بھی باز پرس ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے جو اچھی طرح اسلام لایا (یعنی دل سے سچا مسلمان ہوا) اس سے تو پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور جو برا ہے (یعنی صرف ظاہر میں مسلمان ہوا اور اس کے دل میں کفر رہا) اس سے جاہلیت اور اسلام دونوں وقت کے کاموں کی باز پرس ہوگی۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب هل يؤاخذ بأعمال الجاهلية ؟ : ۱۲۰]

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۶۷

”منافق مرد اور منافق عورتیں، ان کے بعض بعض سے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔“

منافقین قسمیں کھا کر مسلمانوں کو باور کرواتے تھے کہ وہ بھی انھی کی طرح مخلص مسلمان ہیں۔ اس آیت میں انھی منافقین کی تردید کی گئی ہے کہ منافقین چاہے مرد ہوں یا عورتیں نفاق، خست و دناءت اور عدم ایمان میں سبھی ایک جیسے ہیں، سب کے حالات مومنوں کے حالات سے بالکل مختلف ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں۔ صلہ رحمی، جہاد اور کسی بھی خیر کے کام میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ کی یاد سے قطعی طور پر غافل ہوتے ہیں۔ اس لیے آخر کار اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا اور اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور اس لیے بھی کہ منافقین اپنے کفر و سرکشی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ : انھی منافقین جیسی خصلتیں بنی اسرائیل میں بھی تھیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ

مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [المائدة : ۷۸، ۷۹]
''وہ لوگ جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا، ان پر داؤد اور مسیح ابن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو کسی برائی سے، جو انھوں نے کی ہوتی، روکتے نہ تھے، بے شک برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو برائی دیکھے اسے ہاتھ سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ...... الخ : ٤٩]

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [المجادلة : ۱۹] ''شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

''اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی ان کو کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔''

منافقین خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کے اوصاف، اخلاق اور اعمال سخت ناپسندیدہ ہیں۔ یہ خائن، جھوٹے اور عہد شکن ہیں۔ جہاد کے دشمن، اللہ کے نافرمان اور رسول اللہ ﷺ کے گستاخ ہیں۔ اہل ایمان سے حسد و بغض رکھنے والے، منکرات کے داعی اور بھلائی کے کاموں میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والے ہیں۔ ان سنگین جرائم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں، منافق عورتوں اور کفار سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے اور جہنم کی آگ ہی ان کے لیے کافی ہے، جس میں یہ ہمیشہ جلتے رہیں گے، بلک بلک کر مدد کے لیے پکارتے رہیں گے، مگر ان کی وہاں کوئی بات نہیں سنی جائے گی، بلکہ یہ لوگ جہنم کی آگ میں ڈال کر بھلا دیے جائیں گے۔ سو ان لوگوں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے اور رحمت سے دوری ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ٥٦] ''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب

ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تا کہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [یونس : ۲۷] "اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں، کسی بھی برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور انھیں بڑی ذلت ڈھانپے گی، انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں پر رات کے بہت سے ٹکڑے اوڑھا دیے گئے ہیں، جبکہ وہ اندھیری ہے۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

"ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے۔ تو انھوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا، پھر تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا، جس طرح ان لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا جو تم سے پہلے تھے اور تم نے فضول باتیں کیں، جس طرح انھوں نے فضول باتیں کیں۔ یہ لوگ! ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

اس آیت میں خطاب منافقین کو ہے کہ تمھارا حال ان قوموں جیسا ہے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں۔ ان پر بھی اللہ تعالیٰ نے تمھاری ہی طرح انعام کیا، وہ جسمانی قوت، مال و دولت اور اولاد کے اعتبار سے تم سے زیادہ اچھی حالت میں تھے اور انھوں نے ان دنیاوی نعمتوں سے خوب فائدہ اٹھایا، خوب مزے کیے اور کبر و غرور میں مبتلا ہو کر تمھاری طرح اللہ کے دین اور اس کے رسول کے خلاف سازشیں کیں اور ان کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ گئے، دنیا میں ذلیل و رسوا ہوئے اور آخرت میں تو ان کی بربادی ہے ہی۔ تو اے منافقو! تم بھی خوب مزے اڑا رہے ہو اور آخرت سے غافل، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے ہو، اس لیے تمھارا انجام بھی انھی لوگوں جیسا ہوگا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ﴾ [القصص : ۷۸] "اور کیا اس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ اس سے پہلے کئی نسلیں ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ جماعت والی تھیں۔" اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

﴿ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [الروم : ۹] ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی پیروی کرو گے، بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع (یعنی قدم بقدم) یہاں تک کہ وہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے۔'' لوگوں نے پوچھا، اس سے آپ کی مراد کون لوگ ہیں، کیا اہل کتاب؟ آپ نے فرمایا: ''تو اور کون؟'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل : ۳۴۵۶۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیھود والنصاریٰ : ۲۶۶۹]

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ۬ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

''کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا اور لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

یہاں ان چھ قوموں کا حوالہ دیا گیا ہے جن کا مسکن ملک شام رہا ہے۔ یہ بلاد عرب کے قریب ہے اور ان کی کچھ باتیں انھوں نے شاید آبا و اجداد سے سنی بھی ہوں۔ قوم نوح، جو طوفان میں غرق کر دی گئی۔ قوم عاد، جو قوت و طاقت میں ممتاز ہونے کے باوجود باد تند سے ہلاک کر دی گئی۔ قوم ثمود، جسے آسمانی چیخ سے ہلاک کیا گیا۔ قوم ابراہیم، جس کے بادشاہ نمرود بن کنعان کو مچھر سے مروا دیا گیا۔ اصحاب مدین (سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم) جنھیں چیخ، زلزلہ اور بادلوں کے سائے کے عذاب سے ہلاک کیا گیا اور ''اہل مؤتفکات'' اس سے مراد قوم لوط ہے جس کی بستی کا نام ''سدوم'' تھا، ان پر ایک تو آسمان سے پتھر برسائے گئے، دوسرے ان کی بستی کو اوپر اٹھا کر نیچے پھینک دیا گیا، جس سے پوری بستی اوپر نیچے ہو گئی، اس لیے انھیں ''اصحاب مؤتفکات'' کہا جاتا ہے۔ ان سب قوموں کے پاس ان کے پیغمبر، جو انھی کی قوم کا ایک فرد ہوتا تھا، آئے، لیکن انھوں نے ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی، بلکہ تکذیب اور عناد کا راستہ اختیار کیا، جس کا نتیجہ بالآخر عذاب الٰہی کی شکل میں نکلا۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [هود : ٢٥] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، بے شک میں تمھارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ [نوح : ٢٥] ''اپنے گناہوں ہی کی وجہ سے وہ غرق کیے گئے، پس آگ میں داخل کیے گئے، پھر انھوں نے اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی مدد کرنے والے نہ پائے۔''

وَعَادٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴾ [هود : ٥٠] ''اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۙ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴾ [القمر : ١٩، ٢٠] ''بے شک ہم نے ان پر ایک تند آندھی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔ لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی، جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔''

وَثَمُوْدَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴾ [هود : ٦١] ''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور تمھیں اس میں آباد کیا، سو اس سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ، یقیناً میرا رب قریب ہے، قبول کرنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ [هود : ٦٧] ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔''

وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ١٦] ''اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٧٠] ''اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والے کر دیا۔''

وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴾ [هود : ٨٤] ''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں اور ماپ اور تول کم نہ کرو، بے شک میں تمھیں اچھی حالت میں دیکھتا ہوں اور بے شک میں تم پر ایک گھیر لینے والے دن

کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴾ [هود : ٩٤، ٩٥] ”اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا، چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں نہیں رہے تھے۔ سن لو! مدین کے لیے ہلاکت ہے، جیسے ثمود ہلاک ہوئے۔“

وَالْمُؤْتَفِكٰتِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الصافات : ١٣٣ تا ١٣٨] ”اور بلاشبہ لوط یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اور بلاشبہ تم یقیناً صبح جاتے ہوئے ان پر سے گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟“ اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴾ [هود : ٨٢، ٨٣] ”پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو اس کا نیچا کر دیا اور ان پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے۔ جو تیرے رب کے ہاں سے نشان لگائے ہوئے تھے اور وہ ان ظالموں سے ہرگز کچھ دور نہیں۔“

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ : یعنی انھیں ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر اور تمام موانع کو دور کر کے ان پر حجت قائم کر دی تھی۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔“ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ١٠٢] ”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

”اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں

اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

منافقین اور منافقات کی مذموم صفات بیان کرنے کے بعد اب یہاں مومنین اور مومنات کی صفاتِ حمیدہ بیان کی جا رہی ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے دل سے محبت کرتے ہیں، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا یہی تقاضا ہے۔ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کے لیے نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور منافقوں کی طرح اپنے ہاتھوں کو سمیٹے نہیں رہتے، بلکہ اگر اللہ تعالیٰ مال دیتا ہے تو اس کی زکوۃ ادا کرتے ہیں، راہ سرکشی اختیار نہیں کرتے ہیں، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور ان خوبیوں کی وجہ سے دنیا میں ان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

<u>وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ</u> :یعنی ایک دوسرے کی مدد کرتے اور ایک دوسرے کے دست و بازو بنتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن، مومن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔“ آپ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے یہ بات سمجھائی۔[بخاری، كتاب المظالم، باب نصر المظلوم : ۲۴۴۶۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين ...... الخ : ۲۵۸۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ ہوں۔“[بخاری، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون ...... الخ : ۱۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔“[بخاری، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه : ۱۳]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومنوں کی مثال آپس میں رحم کرنے، محبت وشفقت اور نرمی کرنے کے اعتبار سے ایک جسم کی مانند ہے کہ جب جسم کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، نیند اڑ جاتی ہے اور بخار ہو جاتا ہے۔“[مسلم، كتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم و تعاضدهم : ۲۵۸۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم ایمان نہیں لاتے اور تمھارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو گا جب تک تم آپس میں محبت نہیں کرتے، تو کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم وہ کرنے لگو تو تمھارے درمیان محبت پیدا ہو جائے؟ وہ یہ کہ تم آپس میں سلام کو

عام کرو۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون ...... الخ : ٥٤]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنی کی اور اگر کسی کو کچھ دیا تو وہ بھی اللہ کے لیے اور اگر کسی سے کچھ روکا تو وہ بھی اللہ کے لیے، تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب الدلیل علی زیادة الإیمان ونقصانه : ٤٦٨١]

يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٠٤] ’’اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔‘‘

اہل ایمان کی دلی دوستی کا تقاضا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھلائی کے لیے تیار کریں، اچھائی کی ترغیب دیں اور نیکی کے کاموں کا حکم دیں۔ کوئی بھائی نماز میں سست ہے تو اسے محبت سے سمجھائیں، خیر خواہی اور ہمدردی سے ترک نماز کے نقصانات بیان کریں اور با جماعت نماز کے فوائد و ثمرات سے آگاہ کریں۔ جب خود مسجد کا رخ کریں تو اس بھائی کو بھی اپنے ہمراہ مسجد میں لے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بھائیوں کو برائی سے منع کریں۔ کوئی بھائی لہو ولعب، کھیل تماشے اور ٹی وی، ڈرامے دیکھنے میں مگن ہے، انٹرنیٹ پر گندے پروگرام دیکھتا سنتا ہے تو اس کو بڑی حکمت کے ساتھ روکیں اور ناپسندیدہ کاموں سے منع کریں۔ یہ مومن کی صفت ہے، ہر ایک کو اسی جذبۂ ہمدردی اور خیر خواہی سے سرشار ہونا چاہیے۔ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا پھر اس نے اپنی رعیت کی خیر خواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کی تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ پائے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب الأحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح : ٧١٥٠]

وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، پہلی چیز یہ کہ اس بات کی گواہی دی جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، دوسری بات نماز قائم کرنا، تیسرا عمل زکوٰۃ ادا کرنا، چوتھا کام حج کرنا اور پانچواں فریضہ رمضان کے روزے رکھنا۔‘‘ [بخاری، کتاب الإیمان، باب دعائکم إیمانکم ...... الخ : ٨]

وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ : یعنی جن باتوں کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے انھیں کرتے ہیں اور جن سے منع فرما دیا ہے انھیں ترک کر دیتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٣٢] ’’اور اللہ اور رسول کا حکم مانو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [النساء : ١٣] ’’اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں

میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ٧٠، ٧١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [النساء : ١٤] ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی، سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا۔'' صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! کون انکار کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ : ٧٢٨٠]

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ۧ

ع ٩ ١٥

''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے، اور پاکیزہ رہنے کی جگہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت میں بتایا گیا کہ آخرت میں ان مومن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جنتِ عدن میں اچھے مکانات ملیں گے اور ان سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کے لیے خوش ہو جائے گا۔

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک مومن کے لیے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک جوف دار موتی سے بنا ہوگا، اس کا طول ساٹھ میل ہوگا، اسی خیمے میں مومن کے اہل وعیال ہوں گے، وہ ان کے پاس جائے گا، لیکن دوسرے (اہل خانہ) انھیں دیکھ نہیں سکیں گے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی صفة خیام الجنة ...... الخ : ٢٨٣٨۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ٣٢٤٣، ٤٨٧٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرے یا اپنے اس وطن میں بیٹھ رہے جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔“ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا لوگوں کو ہم یہ بات بتا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار فرمایا ہے، ان میں سے ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے، جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، کیونکہ وہ سب سے اعلیٰ اور افضل جنت ہے، اسی کے اوپر رحمان کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ و كان عرشه على الماء ﴾ : ٧٤٢٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”پانی سے۔“ میں نے پھر سوال کیا، جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اس کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک چاندی کی ہے، اس کا گارا خوشبو دار کستوری کا ہے، اس کی کنکریاں اور سنگریزے بہت قیمتی موتی لؤلؤ اور یاقوت کے ہیں اور جنت کی مٹی زعفران کی ہے، سو جو شخص اس میں داخل ہو گا وہ کبھی تکلیف نہیں دیکھے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ جنتیوں کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی۔“ [ترمذی، كتاب صفة الجنة ، باب ما جاء في صفة الجنة ونعيمها : ٢٥٢٦]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک (جنتیوں کا) خیمہ کیا ہے، موتی ہے، اس کی بلندی اوپر کو ساٹھ میل (یعنی تقریباً نوے کلومیٹر ہے)، اس کے ہر کنارے میں مومن کے اہل خانہ ہوں گے، جو دوسرے کونے والوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في ...... الخ : ٣٢٤٣]

سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(جنتیوں کے لیے) دو باغ چاندی کے اور دو باغ سونے کے ہوں گے، چاندی کے باغوں میں برتنوں سمیت ہر چیز چاندی کی اور سونے کے باغات میں برتنوں سمیت ہر چیز سونے کی ہوگی۔ لوگوں کو جنت عدن میں اپنے رب کو دیکھنے میں سوائے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر کے، جو اس کے چہرۂ اقدس پر ہوگی اور کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے گی۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الأخرة ...... الخ : ١٨٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں ایک درخت ہے، جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چل سکے گا اور اگر تمھارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ [الواقعة : ٣٠] ”اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة ...... الخ : ٣٢٥٢]

وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا، اے اہل جنت! تو جنتی کہیں گے، یا اللہ! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور خیر ساری تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا، بتاؤ اب تم خوش ہو؟ وہ جواب میں عرض کریں گے، اے ہمارے رب! کیا اب بھی ہم خوش نہ ہوں گے کہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی اور کو عطا نہیں کیں۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھے گا، کیا میں تمھیں ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور نعمت عطا نہ کروں؟ جنتی کہیں گے اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے افضل اور بڑی نعمت بھلا اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے میرے جنتی بندو! اب میں تم پر اپنی رضا اور خوشنودی اتارتا ہوں، لہٰذا آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔''

[بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب مع أهل الجنة : ۷۵۱۸۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب إحلال الرضوان علی أهل الجنة : ۲۸۲۹]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ جنتیوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا، ان نعمتوں کے علاوہ تمھیں مزید کسی چیز کی ضرورت اور خواہش ہو تو عطا کروں؟ جنتی کہیں گے، اے ہمارے رب! کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ اے ہمارے رب! کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ اے اللہ! کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں عطا فرمائی (تو اس سب کچھ کے ہوتے ہوئے ہمیں اور کیا چاہیے)؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو جنتیوں اور اللہ کے درمیان سے پردہ اٹھا دیا جائے گا (پھر تمام جنتی اللہ رب العزت کے چہرے کا دیدار کریں گے) فی الواقع انھیں ایسی کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی ہو گی جو ان کے لیے دیدار الٰہی سے زیادہ محبوب ہو۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ...... الخ : ۱۸۱]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

''اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کریں اور آپ کے بعد تا قیامت یہ حکم مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔ کافروں سے جہاد یہ ہے کہ ان سے جنگ کی جائے، یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں، یا اسلام نہیں لاتے تو ذلت و رسوائی کے ساتھ جزیہ دیں اور منافقین سے جہاد یہ ہے کہ دلائل و براہین کے ذریعے ان کے خلاف حجت قائم کی جائے، یہاں تک کہ تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانو! کفار و منافقین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ نہ کرو، بلکہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ :ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ﴾ [محمد : ٤] ''تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ٢٩] ''لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [التوبة : ١٢٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [الأنفال : ٣٩] ''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے۔''

وَالْمُنٰفِقِيْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کریں گے تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے، مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان (کے دلوں کی کیفیت) کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة و اتوا الزكوة فخلوا سبيلهم ﴾ : ٢٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله ...... الخ : ٢٢]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ (تبوک) میں تھے کہ وہاں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماردی (اور ان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا)، انصاری (مدد کے لیے) پکارا، انصاریو! دوڑو، مہاجر پکارنے لگا، مہاجرو! ادھر آؤ، تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دی۔ آپ نے پوچھا: ''یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟'' لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماری ہے جس پر انصاری انصاریوں کو بلا رہا ہے اور مہاجر مہاجرین کو آواز دے رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایسی باتیں (جن سے آپس میں فساد اور خانہ جنگی کی بو آتی ہو) چھوڑ دو کہ یہ ناپاک باتیں ہیں۔'' عبد اللہ بن ابی منافق نے جب مہاجر و انصاری میں اس تکرار کی خبر سنی تو کہنے لگا، اچھا اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے؟ اللہ کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ یہ بات

رسول اللہ ﷺ کو بھی پہنچ گئی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ! آپ حکم فرمائیے، میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ آپ نے فرمایا: ''چھوڑیے، لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) خود ہی اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ سواء عليهم استغفرت لهم ﴾ : ۴۹۰۵، ۴۹۰۷]

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

''وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے بات نہیں کہی، حالانکہ بلاشبہ یقیناً انھوں نے کفر کی بات کہی اور اپنے اسلام کے بعد کفر کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انھوں نے نہیں پائی اور انھوں نے انتقام نہیں لیا مگر اس کا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ انھیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لیے زمین میں نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔''

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا : منافقین اپنی نجی مجالس میں کفریہ باتیں کرتے لیکن پردہ چاک اور راز فاش ہونے پر جھوٹی قسمیں کھا کر مکر جاتے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ فلاں فلاں بات تم نے کی ہے اور اس پر پختہ گواہیاں موجود ہیں تو پینترا بدل کر کہتے کہ وہ تو ہم ہنسی مذاق اور دل لگی میں ایسی باتیں کر رہے تھے، آپ نے ان کو سنجیدہ لے لیا ہے۔ یہ بد بخت اللہ تعالیٰ کی ذات، اللہ کی آیات اور نبی ﷺ کی پاکیزہ زندگی پر طبع آزمائی کرتے ہوئے سنگین قسم کا مذاق کیا کرتے۔ یہاں ہم قرآن کریم کے ایسے چند مقامات پیش کر رہے ہیں جن میں منافقین اپنی کفریہ باتوں کا انکار کرتے ہوئے اللہ کی قسم کھا کر یقین دہانیاں کراتے اور اسی طرح اپنے دیگر جھوٹ فریب اور جہاد دشمنی پر مبنی باتوں پر اپنی قسموں کو بطور ڈھال استعمال کرتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا ﴾ [النساء : ۶۲] ''پھر کیسے گزرتی ہے اس وقت جب انھیں کوئی مصیبت اس کی وجہ سے پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، پھر تیرے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [التوبة : ۴۲] ''اور عنقریب وہ اللہ کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمھارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴾ [التوبة : ۵۶] ''اور وہ اللہ کی قسم

کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔“
اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [التوبة : ١٠٧] ”اور وہ لوگ جنھوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے (کے لیے) اور ایمان والوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے (کے لیے) اور ایسے لوگوں کے لیے گھات کی جگہ بنانے کے لیے جنھوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور یقیناً وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا ارادہ نہیں کیا اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ : وہ کلمۂ کفر کیا تھا جو ان منافقوں نے کہا تھا؟ قرآن نے یہاں اس کی تصریح نہیں کی۔ یہ اس لیے کہ یہ کوئی ایک آدھ واقعہ نہ تھا، بلکہ ان لوگوں نے کئی موقعوں پر ایسے کفر کے کلمے کہے تھے، جیسا کہ روایات میں مذکور ہے، مگر ہم اسی واقعہ پر اکتفا کریں گے جو سورۂ منافقون میں اجمالاً اور بخاری میں ذرا تفصیل سے مذکور ہے۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک لڑائی میں تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا، اللہ کے رسول کے پاس جو لوگ ہیں ان کو خرچ کے لیے کچھ نہ دیا کرو، یہاں تک کہ (جب انھیں کچھ نہیں ملے گا تو یہ خود ہی) اللہ کے رسول کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کی یہ گفتگو اپنے چچا، یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں نے آپ سے بھی سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا، مگر انھوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے (ہرگز) ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دے دیا اور عبداللہ کو سچا جانا۔ اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس جیسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا، میں (اپنے) گھر بیٹھ گیا۔ چچا کہنے لگے، تم نے یہ کیا کیا؟ اب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو جھوٹا قرار دے دیا اور وہ تم سے ناراض بھی ہو گئے ہیں، چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے (میری تائید میں) یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [المنافقون : ١ تا ٣] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا (اور سورۃ المنافقون پڑھ کر سنائی) آپ نے فرمایا: ”اے زید! تم کو اللہ نے سچا کر دیا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إذا جاءك المنافقون ...... الخ ﴾ : ٤٩٠٠، ٤٩٠١۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب صفات المنافقين ...... الخ : ٢٧٧٢]

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا : ”اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انھوں نے نہیں پائی“ یعنی منافقین نے جو ارادہ کیا تھا وہ اپنی مراد کو نہ پہنچ سکے اور یہ ناکامی و نامرادی انھیں کوئی ایک آدھ مرتبہ نہیں ہوئی، بلکہ وہ ہمیشہ اپنے ناپاک منصوبوں، سازشوں اور

شرارتوں میں ناکام ہوئے، جس کی چند مثالیں یہ ہیں: ① رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر ناکام و نامراد ہوئے۔ ② اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔ ③ مجاہدین پر مال خرچ کرنے والوں سے کہتے کہ یہ خرچ بند کرو، مگر راہ جہاد میں خرچ کرنے والوں نے بے مثال داستانیں قائم کیں۔ ④ منافقین یہودیوں کو مدینہ میں آباد دیکھنا چاہتے تھے، مگر اللہ نے انھیں برباد کر دیا۔ ⑤ منافقین عبد اللہ بن ابی کو تاج سلطانی پہنا کر صاحب عزت دیکھنا چاہتے تھے، مگر اللہ نے اسے ذلیل کیا۔ ⑥ یہ لوگ مجاہدین کی شکست کے خواہاں تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت عطا فرمائی۔ ⑦ یہ لوگ میدانِ تبوک میں مجاہدین کا خون بہتا دیکھنا چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے دشمن کو سامنے آنے کی ہمت ہی نہ دی۔ ناکامیوں کی فہرست میں سرفہرست رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے میں ناکامی ہے۔ صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث اس واقعہ پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔ ابوطفیل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کی عقبہ والے ایک شخص سے تلخ کلامی ہوگئی (یہ منافقین کا ایک گروہ تھا، جنھوں نے تبوک سے واپسی پر عقبہ جگہ میں رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا)، دورانِ بحث میں اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ عقبہ والے کتنے لوگ تھے؟ (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ گریزاں نظر آئے تو) لوگوں نے ان سے کہا، جب وہ قسم دے کر پوچھتے ہیں تو بتا دیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہمیں خبر دی گئی ہے کہ یہ کل چودہ لوگ تھے اور اگر تو بھی ان میں شامل تھا تو پھر پندرہ ہوئے اور میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ ان میں سے بارہ افراد تو دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں، باقی رہے تین، تو انھوں نے معذرت پیش کی تھی کہ دراصل ہم نے رسول اللہ ﷺ کے منادی کی آواز ہی نہیں سنی تھی اور نہ ہمیں معلوم تھا کہ ان (منافقین) کا ارادہ کیا تھا (جب اللہ نے منافقین کے اس پروگرام کی اطلاع اپنے نبی کو دی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو عقبہ کا راستہ اختیار نہ کرنے کا حکم دیا اور خود آپ نے چند صحابہ کے ساتھ اس راستے کو اختیار کیا اور اللہ نے منافقین کو ناکام و نامراد کیا)۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین و أحکامهم، باب صفات المنافقین و أحکامهم : ٢٧٧٩/١١]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے بارہ منافق ایسے ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے اور نہ اس کی خوشبو پائیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے گزر جائے، آٹھ کے کندھوں پر آتشی پھوڑا ہوگا جو سینے تک پہنچے گا اور انھیں ہلاک کر دے گا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین و أحکامهم، باب صفات المنافقین و أحکامهم : ٢٧٧٩/١٠]

وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ : مسلمانوں کی ہجرت کے بعد مدینہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے وہاں تجارت اور کاروبار کو فروغ ملا اور اہل مدینہ کی معاشی حالت بہت اچھی ہوگئی۔ منافقین کو بھی اس سے خوب فائدہ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہی فرما رہا ہے کہ کیا ان کو اس بات کی ناراضی ہے کہ اللہ

نے ان کو اپنے فضل سے غنی بنا دیا ہے؟ یعنی یہ ناراضی اور غضب والی بات تو نہیں، بلکہ ان کو تو اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس نے انھیں فقر و تنگ دستی سے نکال کر خوشحال بنا دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس لیے ہے کہ اس غنا اور تونگری کا ظاہری سبب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی بنی تھی۔ ورنہ حقیقت میں غنی بنانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی تھا، اس لیے آیت میں ''مِنْ فَضْلِهٖ'' واحد کی ضمیر ہے کہ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں غنی کر دیا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انصار سے فرمایا تھا: ''کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھیں ہدایت عطا فرما دی؟ تم جدا جدا تھے، اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھیں متحد کر دیا؟ اور تم فقیر تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھیں دولت مند کر دیا؟'' رسول اللہ ﷺ جب بھی کوئی بات فرماتے تو انصار جواب میں عرض کرتے، اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف في شوال سنة ثمان : ٤٣٣٠۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ١٠٦١]

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ : یعنی طویل عرصہ تک منافقین کو مہلت اور ڈھیل دی جاتی رہی ہے، مال و دولت عطا کر کے ان کے حسد و بغض، دشمنی اور عداوت کی آگ کو بجھانے کی بھرپور کوشش ہوتی رہی ہے۔ مفاد پرست موذیوں کی بہت زیادہ پردہ پوشی ہوتی رہی ہے۔ یہ اپنے ناپاک منصوبوں میں ہمیشہ ناکام ہوتے رہے ہیں۔ اب پھر انھیں موقع دیا جاتا ہے کہ باز آ جائیں اور اپنی پرانی روش کو بدل لیں، توبہ کر کے دل و دماغ کو پاک صاف کر کے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں، جہاد دشمنی ترک کر دیں تو یہ ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے۔

وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ : منافقین کے لیے ایک عذاب تو یہ تھا کہ وہ دنیا کے لحاظ سے بڑے مال دار تو تھے، لیکن اس کے ساتھ وہ ذی وقار اور صاحب عزت بننے کی بھی کوشش کرتے، مگر ہمیشہ ذلیل رہتے، اپنے ناپاک ارادوں کے راز فاش ہونے کی صورت میں اہل ایمان کی نظروں میں رسوا اور حقیر ہوتے۔ ایک چھوٹے مومن، یعنی کم عمر بچے کے مقابلہ میں منافقین کے بڑے بڑے سردار بے اعتبار اور جھوٹے قرار پاتے، جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں کی نظروں میں نکو اور چھوٹے بن کر رہے، جھوٹی قسمیں کھا کر وہ اپنی عزت و آبرو کا محل تعمیر کرتے اور ایک بچے کی شہادت پر وہ محل زمین بوس ہو جاتا۔ یہ حسرت بھری نگاہوں سے شرمندگی کے گہرے گڑھے میں جا گرتے، ان کی دنیا کبھی اچھی نہیں رہی اور آخرت تو ہے ہی ان کے لیے باعث ندامت، دردناک عذاب کا مرحلہ اور حسرت و افسوس کا دن۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب کچھ ہوتا تو کیا تو اس کو فدیہ میں دے دیتا (اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑاتا)؟ وہ بولے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم علیہ السلام کی پشت

میں تھا کہ تو شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا، لیکن تو نے نہ مانا اور شرک کیا۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء بملء الأرض ذھبًا : ۲۸۰۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا۔ پس اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی چین کا کوئی لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم، اے میرے رب! کبھی نہیں۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أھل الدنیا فی النار...... الخ : ۲۸۰۷]

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾

"اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا تو ہم ضرور ہی صدقہ کریں گے اور ضرور ہی نیک لوگوں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اس نے انھیں اپنے فضل میں سے کچھ عطا فرمایا تو انھوں نے اس میں بخل کیا اور منہ موڑ گئے، اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے تھے۔ تو اس کے نتیجے میں اس نے ان کے دلوں میں اس دن تک نفاق رکھ دیا جس میں وہ اس سے ملیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ سے اس کی خلاف ورزی کی جو اس سے وعدہ کیا تھا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔"

حصول مال منافق کی دلی تمنا، حاصل زندگی اور مقصود حیات ہے۔ ان آیات میں منافقین کے ایک ایسے گروہ کا تذکرہ ہے جو فقر و فاقہ سے نجات کے خواہاں اور افلاس و تنگدستی کی جگہ مال و دولت کی فراوانی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ساتھ یہ وعدہ بھی کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں غربت سے چھٹکارا عطا کرے اور مال و زر سے مالا مال کر دے تو وہ جہادی قوت میں اضافے کے لیے مال پیش کریں گے، بھلائی کے ہر کام میں درہم و دینار اور اپنے خزانوں کے منہ کھول دیں گے اور صدقہ و خیرات ان کا پسندیدہ عمل ہو گا۔ منافقین کی اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت عطا کر دیا، تو مال کی محبت ان کے دلوں میں اتنی گہری ہو گئی کہ وہ بخل کرنے لگے، اللہ سے کیے ہوئے عہد معاہدے سب ان کو بھول گئے، یاد کرانے پر مکر جاتے، کنجوسی اور بخل کی خوفناک بیماری انھیں ہلاکت کی طرف دھکیل کر لے گئی، نصیحت اور خیر خواہی کا علاج بھی بے اثر ہو گیا، نفاق کا مرض بڑھتا گیا، یہاں تک کہ ان لوگوں سے توبہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ نے چھین لی اور تا قیامت ان کے لوگوں میں نفاق کی یہ مہلک بیماری جڑ پکڑ گئی اور وہ اسی حالت نفاق کے ساتھ میدان

حشر میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ اسی نفاق کی بیماری کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے حصے میں پھینک دیے جائیں گے۔ اس مرض نفاق کی وجہ سے دنیا میں ان کے مددگار اور حمایتی دونوں جہانوں میں ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کرنے کے بعد انھوں نے عہد شکنی کی، بخل سے کام لیا اور جھوٹ بولتے رہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: ① جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ② جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے ③ اور جب امانت دار بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصائل المنافق : ۵۹]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے کوئی ایک بات ہو تو اس میں ایک بات نفاق کی ہے، جب تک کہ وہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ وہ (چار باتیں) یہ ہیں کہ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب لڑے تو گالی بکے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸]

فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [العنکبوت : ٦٢] ''اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ٣٦] ''کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے، تاکہ لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نہ دے اسے دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں دے سکتی۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی شان والے کو اس کی شان

تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔‘‘ [بخاری، کتاب الأذان ، باب الذکر بعد الصلوۃ : ۸۴۴۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفتہ : ۵۹۳]

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

’’کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ان کا راز اور ان کی سرگوشی جانتا ہے اور یہ کہ بلاشک اللہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔‘‘

اس میں ان منافقین کے لیے سخت وعید ہے جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں اور پھر اس کی پروا نہیں کرتے۔ گویا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مخفی باتوں اور بھیدوں کو نہیں جانتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، کیونکہ وہ تو علام الغیوب ہے، غیب کی تمام باتوں سے باخبر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۸۰] ’’یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [المجادلۃ : ۷] ’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

’’وہ لوگ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

اس آیت میں منافقین کی ایک اور گھٹیا حرکت کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ راہِ جہاد میں مال خرچ کرنے والے اہل ایمان خواہ امیر ہوں یا غریب، منافقین کی زبانِ طعن اور اذیت ناک باتوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ راہِ جہاد میں مال پیش کرنے والوں کی حوصلہ شکنی منافقین کی منحوس عادت تھی۔ اگر کوئی زیادہ مال اللہ کی راہ میں دیتا تو اسے شہرت کا بھوکا،

ریا کار اور ناموری کا خواہاں قرار دیتے اور اگر تنگ دست، غریب اور مفلوک الحال صاحب ایمان اپنی مزدوری لا کر صدقہ کے مال میں جمع کروا دیتا تو منافقین ایک دوسرے کو آنکھیں مار کر کہتے کہ بھلا اس کی آدھا صاع کھجوروں کی اللہ کو کیا ضرورت تھی؟ یہ اپنی ان ایک آدھ صاع کھجوروں کے ساتھ روم کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کا یہ انجام بتایا کہ وہ اپنے مومن بندوں کے استہزا کا انتقام ضرور لے گا، منافقین کو رسوا کرے گا اور اپنے مومن بندوں کو اونچا کر دکھائے گا اور آخرت میں ان منافقین کو دردناک عذاب ملے گا۔

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ (غزوۂ تبوک کی تیاری کے حالات بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ جب ہمیں (جہاد کے لیے) مال پیش کرنے کا حکم دیا گیا تو (ہم غربا کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ) ہم بوجھ اٹھایا کرتے تھے اور (اس کی اجرت) صدقہ دیا کرتے تھے اور ابو عقیل رضی اللہ عنہ (بھی اپنی اسی مزدوری سے) آدھا صاع (یعنی دو کلو کے قریب کھجوریں) لے کر آئے اور ایک دوسرے صحابی (سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی استطاعت کے مطابق) ابو عقیل رضی اللہ عنہ سے زیادہ مال لے کر آئے تو منافق (طعن کرتے ہوئے) کہنے لگے، اس خیرات (یعنی ابو عقیل کے صدقہ) کی بھلا اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی؟ اور اس دوسرے (عبدالرحمٰن) نے تو ریا کاری کے لیے صدقہ دیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ [مسلم، كتاب الزكاة، باب الحمل بأجرة يتصدق بها ...... الخ : ١٠١٨۔ بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين فى الصدقات ﴾ : ٤٦٦٨]

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کی ترغیب دیتے تھے تو آپ کے بعض صحابہ مزدوری کر کے لاتے اور (بڑی مشکل سے) ایک مد کا صدقہ کر سکتے، لیکن آج انھی میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کے پاس لاکھوں درہم ہیں، غالباً ان کا اشارہ خود اپنی طرف تھا۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين فى الصدقات ﴾ : ٤٦٦٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا اور یاد رہے اللہ صرف پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو (قبول فرما کر) اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کو خیرات کرنے والے کے لیے پالتا رہتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھیرے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ خیرات پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔'' [بخاری، كتاب الزكوة، باب الصدقة من كسب طيب ...... الخ : ١٤١٠۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها : ١٠١٤]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ تبوک کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے) ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، اس موقع پر میری مالی حالت بہت بہتر تھی، سو میں نے سوچا کہ اگر میں زندگی میں کبھی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے

سبقت لے جانا چاہوں تو وہ آج کے دن سے بڑھ کر اور کوئی موقع نہیں ہو سکتا، تو میں اپنا آدھا مال لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے دریافت فرمایا: ''عمر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی، آدھا مال گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں اور آدھا مال یہ جہاد کے لیے حاضر ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا مال لے کر آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوبکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، گھر والوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی کسی بھی معاملہ میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ [ترمذی، کتاب المناقب، باب رجاؤه ﷺ أن يكون أبو بكر ...... الخ : ٣٦٧٥]

سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار (سونے کے سکے جن کا وزن تقریباً ساڑھے پانچ کلو بنتا ہے) لا کر رسول اللہ ﷺ کی جھولی میں رکھ دیے۔ سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دیناروں کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے دو مرتبہ فرمایا: ''آج کے (اس عمل کے) بعد عثمان جو بھی عمل کریں وہ انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' [ترمذی، کتاب المناقب، باب في عد عثمان تسميته شهيدًا ...... الخ : ٣٧٠١]

إِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۸۰

''ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

رسول اللہ ﷺ اپنے نرم رویے کی وجہ سے ہر ایک کے لیے دعائیں کرتے تھے کہ یا اللہ! فلاں کو ہدایت دے، فلاں کی اصلاح فرما دے، اگر کوئی آ جاتا پھر بھی اور اگر کوئی نہ آتا تو بھی ان منافقین کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں اور التجائیں کرتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ﷺ ان منافقین کے لیے دعا کریں یا نہ کریں، اگر ستر بار بھی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان بدکاروں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور ستر کے عدد سے مقصود مبالغہ ہے، یہ نہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ ستر سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کریں گے تو اللہ منافقوں کو معاف کر دے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر گزارش کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! اپنی قمیص عنایت فرما دیجیے، تا کہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں

اور آپ میرے باپ کا جنازہ بھی پڑھائیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت فرما دیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اس کو اپنا کرتا عنایت فرمایا اور فرمایا: "مجھے خبر کر دینا تو میں جنازہ پڑھا دوں گا۔" پھر جب انھوں نے آپ کو خبر دی اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: "مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے، اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ "ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔" الغرض، آپ نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت اتری: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ﴾ "اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا۔" [بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص ...... الخ : ۱۲۶۹۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ : ۲۴۰۰]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ جنازے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے تیزی سے آپ کے پاس پہنچ کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ ابی کے بیٹے کا جنازہ پڑھاتے ہیں، جبکہ اس نے تو فلاں دن یہ کہا اور فلاں موقع پر یہ سازش کی اور میں اس کے کفر کی باتیں گننے لگا۔ رسول اللہ ﷺ میری باتیں سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: "عمر! پیچھے ہٹو!" تاہم میں پھر بھی جنازہ پڑھانے سے روکنے پر اصرار کرتا رہا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے، اگر مجھے پتا چل جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کروں تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کر دوں۔" رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی، ابھی آپ کو فارغ ہو کر واپس ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ توبہ کی دو آیات نازل ہوئیں: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ "اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔" [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من الصلوة علی المنافقین ...... الخ : ۱۳۶۶]

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

"وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اللہ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو گئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے

مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انھوں نے کہا گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دے جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔ پس وہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، اس کے بدلے جو وہ کمائی کرتے رہے ہیں۔"

اس آیت سے منافقین کی جہاد مخالف چالوں کی مذمت کی جارہی ہے اور ساتھ ہی انھیں جہنم کی شدید ترین گرمی اور عذاب سے ڈرایا جارہا ہے، کیونکہ یہ منافق رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر گھروں میں بیٹھنے پر بہت خوش تھے اور دوسرے مخلص اہل ایمان جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے تھے ان کی حوصلہ شکنی کرتے اور انھیں گرمی کی شدت سے ڈرا کر پیچھے رہنے کی ترغیب دیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ جہنم کی آگ کی گرمی کے مقابلے میں دنیا کی گرمی کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو وہ کبھی پیچھے نہ رہتے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق توڑنے اور جہاد چھوڑنے پر خوش ہو رہے ہو، حقیقت میں تو یہ رونے کا مقام ہے۔ اگر آج تمھیں کچھ مہلت میسر ہے تو کل ضرور رونا پڑے گا۔ یہ بدلہ ہوگا ان کاموں کا جو تم کر رہے ہو۔ تم نبی ﷺ کو دھوکا دیتے رہے ہو، جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے پیش کر کے پیچھے رہنے پر خوش ہوتے رہے ہو اور مخلص مجاہدین کو جہاد سے متنفر کرنے کے لیے سازشیں کرتے رہے ہو، اس لیے تمھیں ہنسنا کم اور رونا زیادہ چاہیے۔

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا: یعنی جس گرمی سے تم بھاگتے ہو جہنم کی آگ تو اس سے کہیں زیادہ گرم ہے، اس بارے میں بہت سی آیات اور احادیث نبوی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا: ﴿ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴾ [المعارج : ۱۵، ۱۶] "ہرگز نہیں! یقیناً وہ (جہنم) ایک شعلہ مارنے والی آگ ہے۔ منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ [الحج : ۱۹ تا ۲۲] "ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس کے ساتھ پگھلا دیا جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور چمڑے بھی۔ اور انھی کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔ جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور چکھو جلنے کا عذاب۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ [النساء : ۵۶] "بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھیں۔"

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن سب سے ہلکا عذاب اسے

ہوگا جسے جہنم کی آگ کے دو جوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے، جن سے اس کا دماغ اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح ہنڈیا کھولتی ہے، اس کے باوجود وہ یہ سمجھے گا کہ دوزخیوں میں سے اور کسی کو اس سے زیادہ سخت عذاب نہیں ہے، حالانکہ اسے سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا : ٢١٣/٣٦٤۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمھاری آگ جہنم کی آگ کے ستر (۷۰) حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔" آپ سے کہا گیا، اے اللہ کے رسول! یہی آگ کافی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دوزخ کی آگ تمھاری آگ سے انہتر (۶۹) درجے زیادہ کر دی گئی ہے اور ہر حصہ تمھاری آگ کے مثل ہے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٥۔ مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها ، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی۔ اس نے کہا، اے میرے رب! میرے ایک حصے نے دوسرے حصے کو کھا لیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی ہے، ایک سانس سردی کے موسم میں اور ایک سانس گرمی کے موسم میں، تو موسم گرما میں تم (جو) بہت شدت کی گرمی محسوس کرتے ہو اور موسم سرما میں جو بہت شدت کی سردی محسوس کرتے ہو (وہ انھی سانسوں کی وجہ سے ہوتی ہے)۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٠]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دوزخیوں میں سے وہ شخص جو دنیا والوں میں بہت خوشحال تھا، اسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی خیر دیکھی؟ کیا تو کبھی خوش حال بھی رہا؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! اللہ کی قسم! نہیں۔ پھر اہل جنت میں سے وہ شخص لایا جائے گا جو دنیا میں بڑا بدحال تھا، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی بدحالی دیکھی، کیا تجھ پر کبھی سختی بھی گزری؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! اللہ کی قسم! نہیں، مجھ پر کبھی بدحالی نہیں گزری اور نہ میں نے کبھی سختی دیکھی۔" [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ٢٨٠٧]

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ أَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ إِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

"پس اگر اللہ تجھے ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے آئے، پھر وہ تجھ سے (جنگ کے لیے) نکلنے کی اجازت

طلب کریں تو کہہ دے تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور میرے ساتھ مل کر کبھی کسی دشمن سے نہیں لڑو گے۔ بے شک تم پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے، سو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو منافقین کی نئی چالوں سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ تبوک سے واپس مدینہ پہنچیں گے تو یہی منافق آپ کے پاس آ کر کہیں گے کہ اب ہم جہاد میں شرکت کے لیے تیار ہیں، اب ہم کسی صورت جہاد سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ ہمیں بتائیے کہ آئندہ قافلہ کب جائے گا؟ آئندہ لشکر کب روانہ ہوگا؟ ہمیں تاریخ اور وقت بتائیں کہ کب جانا ہے، پہلے والا مسئلہ کچھ اور طرح کا تھا، فلاں مجبوری نہ ہوتی تو ہم ضرور جاتے، مگر آئندہ تو کسی مجبوری کو بھی ہم خاطر میں نہیں لائیں گے، بلکہ ہر صورت جہاد میں آپ کے ساتھ نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نبی! ان منافقین نے یہ بات کرنی ہے، لہٰذا آپ ان سے کھلی بات کہہ دیں کہ منافقو! اب ہم تمھیں جہاد میں اپنے ساتھ ہرگز نہیں لے جا سکتے، تمھارا نفاق ظاہر ہو گیا اور اب اللہ تعالیٰ نے تم سے توفیق چھین لی۔ اس سے پہلے تم نے گھر بیٹھنے کو پسند کیا تھا اور اس پر تم خوش بھی تھے، اس لیے اب تم شریک جہاد ہونا بھی چاہو تو ہم تمھیں ہرگز اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ اس لیے اب تم گھروں میں بیٹھنے والی عورتوں، بچوں، بیماروں اور معذور لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اب تو اسلام کے مقابلہ میں رہا ہی کوئی نہیں۔ رومی بھاگ گئے، خیبر کے یہودیوں کی کمر توڑ دی گئی، مکہ والے گر گئے، سرکش قبائل نے ہتھیار ڈال دیے اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیے۔ منافقو! اللہ تعالیٰ نے تم سے توفیق چھین لی ہے اور تمھیں اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے، اب تم اسلامی معاشرے میں کوئی مفید کردار ادا کرنے کے لائق نہیں رہے۔ لہٰذا اب تم گھر بیٹھ کر چند دن کی زندگی پوری کر لو، تمھارے حساب کا وقت قریب آ رہا ہے۔

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ۝۸۴

"اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔"

رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے فاتحانہ واپس تشریف لائے۔ منافقین کو اس کامیابی کا شدید صدمہ اور دکھ ہوا، کیونکہ انھیں یقین تھا کہ رومیوں سے مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں اور انھیں اس جنگ میں مسلمانوں کا خاتمہ یقینی نظر آ رہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دل میں رعب ڈال دیا اور مقابلے کے لیے وہ میدانِ جنگ میں آئے ہی نہیں۔ منافقین کی امیدیں دم توڑ گئیں اور وہ سخت مایوسی کے عالم میں زندگی کے باقی ایام گزارنے لگے۔ فتح تبوک کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا

کہ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کو موت نے آ پکڑا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ منافقوں سے براءت کا اظہار کر دیں اور ان میں سے اگر کوئی مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لیے بخشش طلب کریں اور نہ دعا کریں، کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور کفر ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہے۔

یہ حکم عام ہے اور ہر اس منافق کے بارے میں ہے جس کا نفاق معلوم ہو۔ گو یہ آیت منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول! اپنی قمیص عنایت فرما دیجیے، تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور آپ میرے باپ کا جنازہ بھی پڑھائیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت فرما دیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اس کو اپنا کرتا عنایت فرما دیا اور فرمایا: ''مجھے خبر کر دینا تو میں جنازہ پڑھا دوں گا۔'' پھر جب انھوں نے آپ کو خبر دی اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے، اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ ''ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔'' الغرض، آپ نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت اتری: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ﴾ ''اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص ...... الخ : ۱۲۶۹۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنه : ۲٤۰۰]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ جنازے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے تیزی سے آپ کے پاس پہنچ کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ ابی کے بیٹے کا جنازہ پڑھاتے ہیں، جبکہ اس نے تو فلاں دن یہ کہا اور فلاں موقع پر یہ سازش کی اور میں اس کے کفر کی باتیں گننے لگا۔ رسول اللہ ﷺ میری باتیں سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: ''عمر! پیچھے ہٹو!'' تاہم میں پھر بھی جنازہ پڑھانے سے روکنے پر اصرار کرتا رہا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے، اگر مجھے پتا چل جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کروں تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کر دوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی، ابھی آپ کو فارغ ہو کر واپس ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ توبہ کی دو آیات نازل ہوئیں: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ﴾

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ ”اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من الصلوۃ علی المنافقین ...... الخ : ١٣٦٦]

وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

”اور تجھے ان کے اموال اور ان کی اولاد بھلے معلوم نہ ہوں، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے منافقین کو جو مال عطا کیا ہے اور کثرت اولاد کی وجہ سے ان کے گھر پر رونق اور آباد ہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس قوت و طاقت اور وجاہت سے یہ پھولے نہیں سماتے۔ اے نبی! آپ اس پر ہرگز تعجب نہ کریں، ان نعمتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینا چاہتا ہے۔ ان کا یہ مال ان کے لیے وبال اور اولاد موجب ہلاکت ثابت ہوگی۔ جہاد دشمنی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان سے توفیق چھین لی ہے اور یہ مرتے دم تک فاسق و کافر ہی رہیں گے۔
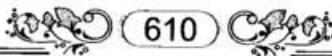
وَ اِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

”اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت والے تجھ سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دے کہ ہم بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔“

جہاد سے پیچھے رہ جانے والے منافقین کے حالات پر مزید روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ جب بھی قرآن کریم میں کوئی سورت نازل کی جاتی ہے، جس میں حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور رسول کے ساتھ جہاد کرو، تو مال دار منافقین رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگنے لگتے ہیں اور جھوٹے عذر پیش کر کے عورتوں اور بچوں کے ساتھ بیٹھے رہنا پسند کرتے ہیں، ان کے اس نفاق کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے اور ان کی عقل پر پردے پڑ گئے ہیں۔

وَ اِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ ...... مَعَ الْخَوَالِفِ : یعنی جب جنگ ہوتی ہے تو یہ لوگوں میں سے بزدل ثابت ہوتے ہیں، لیکن جب امن ہوتا ہے تو یہ سب سے زیادہ باتیں

کرتے ہیں، جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ ﴾ [الأحزاب : ١٩] ''پس جب خوف آ پہنچے تو تو انھیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جا رہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمھیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ﴾ [محمد : ٢٠] ''پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی ڈالی گئی ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ [التوبة : ٦٤] ''منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورت اتاری جائے جو انھیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔''

وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ : دلوں پر مہر لگ جانا مسلسل گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے، اس کے بعد انسان سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ٣٣٣٤]

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

''لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

ان منافقین کے برعکس اہل ایمان کا رویہ یہ ہے کہ وہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں انھیں اپنی جانوں کی پروا ہے نہ مالوں کی۔ ان کے نزدیک اللہ کا حکم سب سے بالاتر ہے۔ انھی کے لیے سب بھلائیاں ہیں، یعنی آخرت کی بھلائیاں اور جنت کی نعمتیں اور بعض کے نزدیک دین و دنیا کے منافع اور یہی لوگ فلاح یاب اور فوز عظیم کے حامل ہوں گے۔

﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ﴾: ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٥] ”مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [الصف : ١٠ تا ١٢] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

﴿ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے گا، سوائے شہید کے۔ وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ٢٨١٧۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة فى سبيل الله : ١٨٧٧/١٠٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو (سب کے سب) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے، لہٰذا تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو (ہمیشہ) جنت الفردوس ہی مانگو، یہ تمام جنتوں کے درمیان اور سب سے عالی شان جنت ہے۔ اسی سے جنت کی تمام نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔“ [بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين فى سبيل الله : ٢٧٩٠]

﴿ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس آدمی کا کفیل بن جاتا ہے جو اس کے راستہ میں جہاد کرتا ہے۔ وہ جب اپنے گھر سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کے احکام کی تصدیق کے لیے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضمانت دیتا ہے کہ یا تو اس کو جنت میں داخل کرے گا، یا اجر و غنیمت کے ساتھ اس کو گھر کی طرف لوٹائے گا۔“ [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ قل لو كان البحر مدادًا لكلمات ربى...... الخ ﴾: ٧٤٦٣۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد و الخروج فى سبيل الله : ١٨٧٦/١٠٤]

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

''اور بدویوں میں سے بہانے بنانے والے آئے، تاکہ انھیں اجازت دی جائے اور وہ لوگ بیٹھ رہے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا۔ ان میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، جلد ہی دردناک عذاب پہنچے گا۔''

اس آیت میں مدینہ کے آس پاس کے دیہاتی منافقین کا ذکر ہے کہ جونہی جہاد کے لیے روانگی کا حکم آیا تو یہ دیہاتی بھی مدینہ شہر کے منافقین کی طرح حیلے بہانے بنا کر جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرنے لگے، اپنے عہد سے مکر گئے اور انھوں نے بھی انکار کا طریقہ اختیار کر لیا، تو عنقریب انھیں بھی دردناک عذاب سہنا پڑے گا۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ : مدینہ کے اطراف میں رہنے والے بعض دیہاتی بھی منافق تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕۛ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴾ [التوبۃ : ۱۰۱] ''اور ان لوگوں میں سے جو تمھارے اردگرد بدویوں میں سے ہیں، کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑ گئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا، ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انھیں دو بار عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۹۱﴾

''نہ کمزوروں پر کوئی حرج ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جو وہ چیز نہیں پاتے جو خرچ کریں، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں۔ نیکی کرنے والوں پر (اعتراض کا) کوئی راستہ نہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو واقعی معذور تھے اور ان کا عذر بھی واضح تھا، مثلاً ① ضعیف و ناتواں یعنی بوڑھے قسم کے لوگ، بچے، عورتیں اور ناتواں۔ ② وہ معذور جو کسی بیماری کی وجہ سے جہاد نہ کر سکتا ہو، جیسے اندھا، لنگڑا اور اپاہج۔ ③ وہ صحت مند مسلمان جس کے پاس نہ زادِ سفر ہو اور نہ ہتھیار خریدنے کے لیے پیسے ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخلص ہوں، مسلمانوں میں خوف و دہشت نہ پھیلائیں، مجاہدین کو غذائی کمک پہنچائیں، ان کی عدم موجودگی میں ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کریں اور ان کی ضرورتیں پوری کریں۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ :

ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [الفتح : ۱۷] ''نہیں ہے اندھے پر کوئی تنگی اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی اور نہ بیمار پر کوئی تنگی اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا وہ اسے ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور جو پھر جائے گا وہ اسے سزا دے گا، دردناک سزا۔''

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ آیت لکھوائی: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [النساء : ۹۵] تو اتنے میں سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، جس وقت کہ آپ مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے، سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے، انھوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اگر میں جہاد کرنے کی طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی ران میری ران پر تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی تو مجھے اتنا بوجھ محسوس ہوا کہ مجھے لگا میری ران کی ہڈی ٹوٹ جائے گی، پھر جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الفاظ نازل فرمائے: ﴿ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ ﴾ یعنی بغیر شرعی عذر کے گھر بیٹھنے والے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب قول الله عزوجل : ﴿ لا يستوى القاعدون من المؤمنين ...... الخ ﴾ : ۲۸۳۲]

سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ کے لیے چلنے کا اعلان کیا، میں بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور جہاد کے سفر میں کوئی خدمت کرنے والا نہ تھا۔ میں نے اجرت پر چلنے والا ایک شخص تلاش کیا اور اجرت یہ ٹھہرائی کہ اپنا غنیمت کا حصہ اسے دے دوں گا۔ تو میں نے ایک آدمی تلاش کر لیا۔ جب لشکر کی روانگی کا وقت آیا تو وہ شخص آ کر کہنے لگا، میں نہیں جانتا کہ کتنا مال غنیمت حاصل ہوگا اور اس میں میرا حصہ کیا ہوگا؟ سو تم میرے لیے کوئی چیز مقرر کر دو، میں نے اس کے لیے تین دینار مقرر کر دیے۔ جب جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور میں نے غنیمت لے لی تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنا حصہ اس شخص کو دے دوں، لیکن مجھے وہ تین دینار طے ہونا یاد آ گیا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اس بات کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس آدمی کے لیے دنیا و آخرت میں سوائے ان تین دیناروں کے، جس کو اس نے مقرر کیا تھا اور کچھ نہیں پاتا۔'' [أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرجل يغزو بأجر الخدمة : ۲۵۲۷۔ مستدرك حاكم : ۱۱۲/۲، ح : ۲۵۳۰]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' (میدان جہاد میں) تمھیں دشمنوں پر جو غلبہ حاصل ہوتا ہے (مدد کی جاتی ہے) یا تمھیں جو رزق دیا جاتا ہے، یہ تمھیں تمھارے ضعفاء اور کمزوروں ہی کی وجہ سے ملتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحين فى الحرب : ۲۸۹۶]

اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ : سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین خیر خواہی

ہے۔'' صحابہ نے پوچھا، کس کی خیر خواہی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے امرا کی اور عام مسلمانوں کی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحة : ٥٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس آئے اور جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو فرمایا: ''مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو تمھارے ساتھ ہر راستے اور وادی میں شریک ہوئے ہیں۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! حالانکہ وہ مدینہ میں بیٹھے ہیں؟ فرمایا: ''وہ مدینہ منورہ ہی میں ہیں مگر صرف عذر کی وجہ سے تمھارے ساتھ نہ نکل سکے تھے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب : ٤٤٢٣]

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۟ؕ﴿۹۲﴾

''اور نہ ان لوگوں پر کہ جب بھی وہ تیرے پاس آئے ہیں، تاکہ تو انھیں سواری دے تو تو نے کہا میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر تمھیں سوار کروں، تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی تھیں، اس غم سے کہ وہ نہیں پاتے جو خرچ کریں۔''

یہ مسلمانوں کے ایک دوسرے گروہ کا ذکر ہے، جن کے پاس اپنی سواریاں بھی نہیں تھیں اور نبی ﷺ نے بھی انھیں سواریاں پیش کرنے سے معذرت کی، جس پر انھیں اتنا صدمہ ہوا کہ بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ گویا مخلص مسلمان جو کسی بھی لحاظ سے معقول عذر رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے، جو ہر ظاہر و باطن سے باخبر ہے، ان کو جہاد سے مستثنیٰ کر دیا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم غزوۂ تبوک سے نبی ﷺ کے ہمراہ لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ لوگ مدینہ میں ہم سے پیچھے رہ گئے۔ وہ ایسے ہیں کہ جس درے یا میدان میں ہم چلے، یقیناً وہ اس میں ہمارے ساتھ (ثواب میں) شریک رہے، کیونکہ ان کو (کسی شرعی) عذر نے (جہاد میں آنے سے) روک دیا۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من حبسه العذر عن الغزو : ۲۸۳۹۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض ...... الخ : ۱۹۱۱]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سفر تبوک کے اخراجات اور سواری نہ رکھنے والے میرے دوستوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری مانگنے کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے میرے دوستوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ انھیں کوئی سواری دیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''واللہ! میں تمھیں کوئی سواری نہیں دوں گا۔'' دراصل میں ایسے وقت میں حاضر ہوا تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ غصے میں تھے، مگر مجھے کچھ علم نہ تھا، میں سخت غمزدہ ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ساری بات ان کو بتا دی۔ مجھے دو غم لگے ہوئے تھے، ایک تو یہ کہ ہمیں سواری نہیں ملی،

دوسرا یہ کہ کہیں رسول اللہ ﷺ مجھ پر کسی وجہ سے ناراض ہی نہ ہوں۔ واپس آئے ہوئے مجھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میں نے سنا بلال رضی اللہ عنہ مجھے آوازیں دے رہے ہیں۔ کہنے لگے، رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں، میرے ساتھ چلو۔ میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان اونٹوں میں سے چھ اونٹ لے لو اور اپنے ساتھیوں سے جا کر کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ نے، یا (آپ نے فرمایا) اللہ کے رسول نے سواری کے لیے تمھیں دیے ہیں، انھیں کام میں لاؤ۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک و ھی غزوۃ العسرۃ : ٤٤١٥]

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَ هُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

''(اعتراض کا) راستہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو تجھ سے اجازت مانگتے ہیں، حالانکہ وہ دولت مند ہیں، وہ اس پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی، سو وہ نہیں جانتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قابل ملامت ان لوگوں کو قرار دیا جنھوں نے مال دار ہوتے ہوئے جھوٹا عذر پیش کر کے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لی اور عورتوں اور بچوں کے ساتھ رہنا گوارا کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان سے نفع ونقصان میں تمیز کرنے کی صلاحیت چھین لی۔

<u>وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ</u> : دلوں پر مہر لگ جانا مسلسل گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے، اس کے بعد انسان سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳٤]

يَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَيۡكُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ ؕ قُلۡ لَّا تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكُمۡ قَدۡ نَبَّاَنَا
اللّٰهُ مِنۡ اَخۡبَارِكُمۡ ؕ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَ رَسُوۡلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ
اِلَيۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ؕ اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ وَّ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ
بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۵﴾ يَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا
يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۹۶﴾

مھارے سامنے عذر پیش کریں گے، جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، کہہ دے عذر مت کرو، ہم ہرگز تمھارا یقین نہ یں گے، بے شک اللہ ہمیں تمھاری کچھ خبریں بتا چکا ہے، اور عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول بھی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔ عنقریب وہ ارے لیے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، تاکہ تم ان سے توجہ ہٹا لو۔ سو ان سے توجہی کرو، بے شک وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کماتے رہے ہیں۔ تمھارے لیے یں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے ی نہیں ہوتا۔“

ان تین آیات میں ان منافقین کا ذکر ہے جو تبوک کے سفر میں مسلمانوں کے ساتھ نہیں گئے تھے اور نبی ﷺ اور لمانوں کی بخیریت واپسی پر اپنے عذر پیش کر کے ان کی نظروں میں وفادار بننا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب تم کے پاس آؤ گے تو یہ عذر کریں گے۔ آپ کہہ دیجیے تم لوگ بہانے نہ کرو، ہم تمھاری کوئی بات نہیں مانیں گے، اس ے کہ اللہ نے ہمیں تمھارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے اور آئندہ اللہ اور اس کا رسول تمھارا عمل دیکھیں گے، اس ے کہ عمل ہی انسان کی کسوٹی ہے، صرف باتوں سے کام نہیں چلتا۔ اگر تم رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو پھر بھی فریب اور کا دے کر غلط فہمی میں ڈالنے میں کامیاب رہے تو ایک وقت آئے گا جب تم ایسی ذات کی بارگاہ میں حاضر کیے جاؤ گے ظاہر و باطن ہر چیز کو خوب جانتی ہے، اسے تو تم کسی صورت دھوکا نہیں دے سکتے، وہ اللہ تمھارا سارا کچا چٹھا تمھارے منے کھول کر رکھ دے گا۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ یہ منافقین آپ کے پاس آ کر قسمیں کھائیں گے، تاکہ آپ انھیں ھ نہ کہیں، تو آپ ان کی زجر و توبیخ نہ کریں اور نہ انھیں کوئی سزا دیں، یہ تو ناپاک اور پلید لوگ ہیں، یہ اس قابل بھی ں ہیں کہ ان کی پروا کی جائے۔ ان کے لیے یہی کافی ہے کہ جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔ تیسری آیت میں فرمایا کہ ان کے

قسمیں کھانے کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ آپ انھیں کچھ نہ کہیں، بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان سے خوش رہیں جیسے انھوں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے۔ لیکن مسلمانو! یہ مناسب نہیں ہے کہ جن سے اللہ راضی نہیں ہے ان سے تم راضی ہو جاؤ، بلکہ کسی سے تمھاری خوشی اور ناراضگی اللہ کی خوشی اور ناراضگی کے تابع ہونی چاہیے۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ : یعنی وہ تمھارے اچھے اور برے سب عملوں کے بارے میں تمھیں بتائے گا اور انھی کے مطابق تمھیں بدلہ دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ [المجادلة : ٦] ”جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انھیں بتائے گا جو انھوں نے کیا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔“

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ : یعنی ناپاک لوگوں سے اعراض کرنا ہی مناسب ہے، جیسا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ﴾ [النساء : ٦٣] ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، سو تو ان سے دھیان ہٹا لے اور انھیں نصیحت کر اور ان سے ایسی بات کہہ جو ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٩٩] ”درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔“ اور فرمایا: ﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ٦٢، ٦٣] ”تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مومن ہیں۔ کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔“

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۹۷

”بدوی لوگ کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور زیادہ لائق ہیں کہ وہ حدیں نہ جانیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

مدینہ سے باہر دیہاتوں میں رہنے والوں کو اعراب کہتے ہیں۔ ان دیہاتیوں میں کفر و نفاق بہت سخت تھا، یہ لوگ شہری منافقین کی نسبت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود سے زیادہ بے خبر اور بے علم تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی ناصحانہ

اور پر تاثیر گفتگو، پاکیزہ مجالس اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت سے دور ہونے کی وجہ سے تند خو، سخت مزاج، بے خبر اور جاہل تھے۔ آداب گفتگو سے ناواقف اور جذبۂ رحم و شفقت سے کوسوں دور تھے۔ اس آیت میں انھی کا تذکرہ اور ان کے اسی کردار کی وضاحت ہے۔ بعض احادیث سے بھی ان کے کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے بادیہ (جنگل) کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل ہوا اور جو شکار کے پیچھے لگا وہ غافل ہوا اور جو حاکم کے پاس آتا جاتا رہا وہ فتنے میں پڑا۔'' [أبو داؤد، كتاب الصيد، باب في اتباع الصيد : ٢٨٥٩۔ ترمذی، كتاب الفتن، باب من أتى أبواب السلطان افتتن : ٢٢٥٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوان اونٹنی ہدیہ دی، تو آپ نے اسے چھ جوان اونٹنیاں بدلے میں دیں، اس (آدمی) نے اس بدلے کو کم جانا۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: ''بے شک فلاں آدمی نے مجھے ایک اونٹنی ہدیہ میں دی تو میں نے اسے چھ اونٹنیاں بدلے میں دیں، لیکن وہ ناراض ہو گیا، (اب) میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں قریشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی (قبیلے کے کسی آدمی) ہی سے ہدیہ قبول کروں گا۔'' [ترمذی، كتاب المناقب، باب في ثقيف و بني حنيفة : ٣٩٤٥۔ أبو داؤد، كتاب البيوع، باب في قبول الهدايا : ٣٥٣٧]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا، کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ مگر ہم تو بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دل سے رحم و شفقت کا جذبہ کھینچ لیا ہے تو اس میں میرا کیا اختیار ہے؟'' [بخاری، كتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله و معانقته : ٥٩٩٨]

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٩٨﴾

''اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر (زمانے کے) چکروں کا انتظار کرتے ہیں، برا چکر انھی پر ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

دیہاتی منافقین کو جب بھی اللہ کی راہ میں مجبوراً کچھ خرچ کرنا پڑتا تو یہ ان کے لیے بڑا ہی مشکل ہوتا۔ اس خرچ کو وہ لوگ چٹی، تاوان یا جرمانہ تصور کرتے اور بادل نخواستہ بڑی ناگواری کی حالت میں وہ کچھ مال خرچ کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مومنوں پر گردش ایام کے منتظر رہتے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی کہ اہل ایمان مجاہدین کسی سخت مصیبت میں پھنس جائیں، ان پر کوئی بڑا حملہ ہو جائے اور یہ مارے جائیں، علاقہ بدر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ مصیبت

انھی پر آئے گی اور حالات انھی کے حق میں بد سے بدتر ہوتے جائیں گے۔

منافق جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ مجبوراً اور محض نام ونمود کے لیے، جبکہ اس کے مقابلے میں ایمان والے جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ منافقین کا خرچ کرنا رائگاں جاتا ہے اور ایمان والوں کا خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے تقرب اور اس کی رحمت کا سبب بن جاتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرة : ٢٦٤، ٢٦٥] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٧٢] ”اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (٩٩) ع ١٢

”اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بے شک وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

دیہاتی لوگ سب ایک طرح کے نہیں ہوتے، ان میں سے ایک طبقہ کفر و نفاق میں سخت ہے تو ان کے مقابلے میں

دوسرا گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان، آخرت کے دن پر پختہ یقین اور رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت رکھتا ہے، ان لوگوں میں زبردست اخلاص پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لینے کے آرزومند رہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صدقہ وصول کرنے کے بعد ہمارے لیے دعائیں کریں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ صدقہ دینے والوں کے لیے خصوصی دعائیں فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقہ لے کر آتا، تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہتے: ((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ)) ”اے اللہ! فلاں پر رحم فرما۔“ عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میرے والد زکوٰۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو انھیں رسول اللہ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا: ((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی)) ”اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل پر رحم فرما۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب صلوۃ الإمام و دعائه لصاحب الصدقة : ١٤٩٧]

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰

”اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

اس آیت میں تین گروہوں کا تذکرہ ہے، ایک مہاجرین کا، جنھوں نے دین کی خاطر، اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر مکہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔ دوسرے انصار، جو مدینہ میں قیام پزیر تھے۔ انھوں نے ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی مدد اور حفاظت فرمائی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی خوب پذیرائی اور تواضع کی اور اپنا سب کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تیسری قسم وہ ہے جو ان مہاجرین و انصار کے خلوص اور احسان کے ساتھ پیروکار ہیں۔ اس گروہ سے مراد تمام متاخرین صحابہ، تابعین اور وہ تمام لوگ ہیں جو قیامت تک اقوال و افعال میں سابقین اولین کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔ آگے فرمایا کہ اللہ نے ان کی نیکیوں کو قبول فرما لیا، ان کے گناہوں کو معاف کر دیا اور اب ان سے ناراض نہیں ہو گا۔ وہ بھی اللہ سے خوش ہو گئے کہ اس نے انھیں اپنے بے پایاں فضل و کرم سے نواز دیا اور ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ کے لیے

رہیں گے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ : مہاجرین تو وہ لوگ تھے جنھوں نے ایسے وقت میں اسلام قبول کیا جب کہ چہار طرف سے اسلام قبول کرنے والوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ ایسے وقت میں اسلام قبول کرنا بڑے حوصلے اور عزیمت کا کام اور اپنے لیے تکالیف و آلام کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ان لوگوں نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں اور امتحان میں پورے اترے۔ بالآخر جب ان پر اپنے شہر کی زمین تنگ ہوگئی تو انھوں نے اپنے شہر کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی ترویج و ترقی کی خاطر خیر باد کہہ دیا اور بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۸] ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۵] ”تو وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انھیں میرے راستے میں ایذا دی گئی اور وہ لڑے اور قتل کیے گئے، یقیناً میں ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کروں گا اور ہر صورت انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، اللہ کے ہاں سے بدلے کے لیے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا بدلہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۲۰ تا ۲۲] ”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [النحل : ۴۱، ۴۲] ”اور جن لوگوں نے اللہ کی خاطر وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا، بلاشبہ ہم انھیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور یقیناً آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔“

وَالْاَنْصَارِ : انصار وہ لوگ تھے جنھوں نے مہاجرین کو مدینہ منورہ میں پناہ دی اور دینِ اسلام کی بھرپور مدد کی۔

مہاجرین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انصار کی بھی کئی جگہ تعریف کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ٧٤] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، انھی کے لیے بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الحشر : ٨، ٩] ”(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر ہجرت (کی فضیلت) نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ہوتا اور اگر تمام لوگ خواہ کسی وادی اور گھاٹی میں چلیں، میں تو انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا۔ انصار (میرے لیے) اس کپڑے یعنی ستر کی طرح ہیں جو ہمیشہ جسم سے لگا رہتا ہے اور دوسرے لوگ اوپر کے کپڑے کی طرح ہیں (یعنی ابرہ کی طرح)۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف : ٤٣٣٠]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا: ”انصار سے محبت صرف مومن کرتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے منافق ہیں۔ (سنو!) جس نے انصار سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جس نے انصار سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن حب الأنصار وعلى رضى الله عنهم من الإيمان : ٧٥]

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ : ”السابقون الاولون“ کے بعد بحسن وخوبی ایمان لانے والوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ٧٥] ”اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی سے ہیں، اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحشر : ١٠] ’’اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے ، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے ، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا ، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ...... الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا، اے اہل جنت! جنتی جواب دیں گے، اے اللہ! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور خیر ساری کی ساری تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو گئے؟ جنتی عرض کریں گے، ہم راضی اور خوش کیوں نہ ہوں کہ تو نے جو نعمتیں ہمیں عنایت فرمائی ہیں، وہ تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی اور کو عطا نہیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تمھیں ان نعمتوں سے بھی افضل چیز نہ دوں؟ جنتی عرض کریں گے، اے ہمارے رب! اس سے بڑھ کر بھلا اور کیا چیز ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں تم پر اپنی خوش نودی نازل کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔‘‘ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة : ٢٨٢٩]

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾

’’اور ان لوگوں میں سے جو تمھارے ارد گرد بدویوں میں سے ہیں، کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑ گئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا، ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انھیں دو بار عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔‘‘

منافقین کے حالات پر مزید روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ مدینہ کے گرد و نواح میں جو بادیہ نشین ہیں، ان میں سے اور اہل مدینہ میں سے کچھ ایسے منافق ہیں جو اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے میں ایسے طاق ہیں کہ آپ انھیں نہیں جانتے، وہ اپنا کفر چھپانے میں اتنے ماہر ہیں کہ صرف اللہ ہی ان کی خبر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں پہلے اسی دنیا میں سزا دے گا، ذلت و رسوائی ہوگی اور اسلام اور مسلمانوں کی کامیابیوں پر ان کے دلوں میں آگ لگے گی اور آخرت کا عذاب تو ان کا انتظار کر ہی رہا ہے۔

لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ : اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی اس آیت مبارکہ کے منافی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۰] ”اور اگر ہم چاہیں تو ضرور تجھے وہ لوگ دکھا دیں، پھر یقیناً تو انھیں ان کی نشانی سے پہچان لے گا اور تو انھیں بات کے انداز سے ضرور ہی پہچان لے گا اور اللہ تمھارے اعمال جانتا ہے۔“ اس آیت کریمہ میں منافقین کی ان نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے ساتھ وہ پہچانے جا سکتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ متعین طور پر تمام اہل نفاق و شک کو جانتے ہیں۔ آپ کو معلوم تھا کہ اہل مدینہ کے بعض لوگوں میں سے منافق بھی ہیں اور آپ انھیں صبح و شام دیکھتے بھی تھے، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے ساتھیوں میں سے بارہ منافق ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے، بلکہ اس کی خوشبو بھی نہیں پا سکیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔ ان میں سے آٹھ کے لیے تو تمھارے بجائے دبیلہ ہی کافی ہو گا۔ دبیلہ جہنم کی آگ کا ایک ایسا انگارا ہو گا جو ان کے کندھوں کے درمیان ظاہر ہو گا، حتیٰ کہ ان کے سینوں میں پیوست ہو جائے گا۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین و أحکامھم : ۱۰ / ۲۷۷۹]

لیکن یہ ایک خاص پہلو تھا جس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کو متعین طور پر تمام کے تمام منافقین کے ناموں کا علم تھا۔ واللہ اعلم !

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾

”اور کچھ دوسرے ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، انھوں نے کچھ عمل نیک اور کچھ دوسرے برے ملا دیے، قریب ہے کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

پہلے ان منافقین کا ذکر فرمایا جو غزوۂ تبوک میں بوجہ نفاق پیچھے رہ گئے تھے، اب ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو غلطی اور سستی سے غزوہ میں شرکت نہیں کر سکے، حالانکہ ان کا ایمان بھی تھا اور وہ حق کی تعریف بھی کرتے تھے۔ فرمایا کہ کچھ دیگر لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا صاف اقرار کرتے ہیں اور ان کے اچھے اعمال بھی ہیں جنھیں انھوں نے برے عملوں کے ساتھ ملا جلا دیا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ عفو اور بخشش سے نوازے گا۔ یہ آیت کریمہ اگرچہ کچھ مخصوص اور معین لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی، لیکن اس کا حکم تمام گناہ گاروں، خطا کاروں اور اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دینے والوں کے لیے عام ہے، جیسا کہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رات کو دو فرشتے میرے پاس آئے اور وہ مجھے ایک ایسے شہر میں لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ وہاں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کا نصف بدن نہایت خوبصورت تھا، اتنا کہ کسی دیکھنے والے نے ایسا حسن نہ دیکھا ہو گا اور جسم کا دوسرا حصہ نہایت بدصورت تھا، اتنا کہ کسی نے بھی ایسی بدصورتی نہ دیکھی ہو گی۔ فرشتوں نے ان سے کہا، اس نہر کے اندر داخل ہو جاؤ۔

چنانچہ وہ نہر کے اندر داخل ہوئے، پھر باہر نکلے تو ان کی ساری بدصورتی دور ہو چکی تھی اور وہ نہایت خوبصورت بن چکے تھے۔ فرشتوں نے مجھ سے کہا، یہ جنت عدن ہے اور وہ آپ کا مقام ہے۔ پھر فرشتوں نے کہا کہ آپ نے جن لوگوں کا نصف بدن خوبصورت اور نصف بدن بدصورت دیکھا تھا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا میں اچھے اور برے دونوں قسم کے کام کیے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے انھیں بخش دیا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و آخرون اعترفوا بذنوبهم ...... الخ ﴾ : ٤٦٧٤]

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾

"ان کے مالوں سے صدقہ لے، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا اور ان کے لیے دعا کر، بے شک تیری دعا ان کے لیے باعث سکون ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً : اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کے مالوں سے بھی صدقہ لے لیا کریں جن سے جہاد میں پیچھے رہنے کی غلطیاں ہوگئی ہیں اور وہ اپنے گناہوں پر نادم اور شرمندہ بھی ہیں۔ ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کریں، تاکہ وہ ان کو گناہوں سے پاک صاف کر دے۔ آپ کی دعائیں ان کے لیے باعثِ تسکین ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص یا قوم صدقہ لے کر آتی تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو اس موقع پر عرب کے کئی قبائل پھر گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ابوبکر! تم ان لوگوں سے کیسے لڑو گے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو یوں فرمایا ہے: "مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار نہ کر لیں، تو جس نے "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کر لیا، اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا، سوائے کسی حق (قصاص یا حد) کے بدلے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔" لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق ڈالے گا، اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ رسی کا ایک ٹکڑا بھی مجھے دینے سے روک لیں گے، جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے، تو میں ان سے اس بات پر بھی ضرور لڑوں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو جہاد کے لیے کھول دیا تھا اور بعد ازاں میں سمجھ گیا کہ حق یوں ہی ہے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ٧٢٨٤، ٧٢٨٥۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله : ٢٠]

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ : یعنی ان کے حق میں دعائے خیر کیجیے اور ان کے لیے گناہوں سے بخشش طلب کیجیے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ زکوٰۃ لے کر آتے تو آپ فرماتے: ''اے اللہ! ان پر رحمت فرما۔'' اور جب میرے والد محترم اپنی زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحمت فرما۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحديبية : ٤١٦٦۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب الدعاء لمن أتى بصدقة : ١٠٧٨]
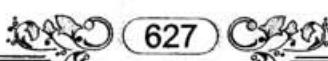
اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

''کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے لیتا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہی ہے جو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں توبہ اور صدقے کی ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جو گناہوں کو مٹا کر انسان کو پاک صاف کر دینے کا موجب بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے اور جو کسب حلال سے صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں اٹھا کر اس طرح اسے نشو ونما دیتا ہے کہ ایک کھجور بھی احد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ : یعنی جن لوگوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اور پھر اپنے گناہوں سے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ ضرور ان پر رحم فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ٧٠، ٧١] ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا، مجھے معاف کر دے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو اس کے گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر مؤاخذہ کرتا ہے (جس کے خوف سے وہ پناہ مانگ رہا ہے)؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ پھر وہ بندہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے گناہ کرنے سے رکا رہتا ہے، وہ پھر دوبارہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے پروردگار! میں نے گناہ کیا ہے، تو اس کو معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ

اس کا کوئی پروردگار ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ وہ پھر گناہ سے رکا رہتا ہے جب تک اللہ چاہتا ہے اور وہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا، پس تو اس (گناہ) کو میرے لیے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ یقیناً اس کا رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس پر مؤاخذہ کرتا ہے؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف فرما دیا، (یہ تین مرتبہ فرمایا) پس وہ جو چاہے کرے۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ يريدون أن يبدلوا كلام الله ﴾ : ٧٥٠٧]

وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ : الغرض لوگوں کو چاہیے کہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کریں۔ مال کا خرچ کرنا بھی دوزخ سے بچنے کا سبب بن جائے گا۔ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخ سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب طيب الكلام : ٦٠٢٣۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على الصدقة : ١٠١٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ صدقہ قبول فرماتا ہے، اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے اور جس طرح تم اپنے گھوڑے کا بچہ پالتے ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ایک لقمہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' اس کی تصدیق کتاب اللہ کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ ﴾ [التوبة : ١٠٤] ''کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے لیتا ہے۔'' اور اس آیت سے بھی تصدیق ہوتی ہے: ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ﴾ [البقرة : ٢٧٦] ''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔'' [ترمذي، كتاب الزكوة، باب ما جاء في فضل الصدقة : ٦٦٢]

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

''اور کہہ دے تم عمل کرو، پس عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی اور عنقریب تم ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ تم عمل کیے جاؤ ہم دیکھ لیں گے، ہمارا رسول اور اہل ایمان بھی تمھارا طرزِ عمل دیکھ لیں گے کہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے پر تمھارا اعترافِ جرم، توبہ و استغفار اور صدقہ و خیرات کیسا تھا؟ چلو غزوۂ تبوک کے موقع پر سستی اور غفلت ہو گئی تھی، مگر ابھی جہاد جاری ہے، بہت سے معرکے ہوں گے، ہم تمھیں دیکھ لیں گے کہ تم جہاد میں شرکت کے لیے مستعد اور بے قرار ہو یا سستی و غفلت کا شکار، آنے والا

وقت اور تمھارا طرزِ عمل اس بات کا فیصلہ کرے گا۔

﴿ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ ﴾ : سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور پانچ باتیں ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: ''① اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور سونا اس کے لائق ہی نہیں (کیونکہ سونا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے)۔ ② اور وہی ترازو کو جھکاتا اور اس کو اونچا کرتا ہے۔ ③ اسی کے پاس رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے لے جایا جاتا ہے۔ ④ اس کا پردہ نور ہے۔ ⑤ اور اگر وہ اس پردے کو کھول دے تو اس کے چہرے کی (نورانی) شعاعیں، جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے، مخلوقات کو جلا دیں۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله عليه السلام : إن الله لا ينام ...... الخ : ۱۷۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تجھے کسی شخص کے نیک اعمال بہت اچھے لگیں تو تو کہہ: ﴿ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''تم عمل کرو، پس عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الرسول بلغ ما أنزل إليك ...... الخ ﴾ تعليقًا، قبل الحديث : ۷۵۳۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی کے عمل سے تعجب نہ کرو حتیٰ کہ یہ دیکھ لو کہ اس کا خاتمہ کس طرح ہوتا ہے۔ ایک عمل کرنے والا اپنی عمر کے ایک زمانے تک نیک عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اگر اس وقت فوت ہو جائے تو جنت میں داخل ہو جائے گا، مگر پھر بدل کر وہ کوئی برا عمل کر بیٹھتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص کچھ عرصے تک برے عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اگر اس وقت وہ فوت ہو تو جہنم میں داخل ہو جائے، مگر پھر بدل کر وہ کوئی نیک عمل کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو موت سے پہلے اس سے کام لے لیتا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس سے کس طرح کام لیتا ہے؟ فرمایا: ''اسے عمل صالح کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، پھر اس حالت میں اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۳/ ۱۲۰، ح : ۱۲۲۲۱]

﴿ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ : یعنی قیامت کے دن تمھارے نفاق کا پردہ چاک ہو جائے گا اور تمھارے خلوص کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ اس طرح ارشاد فرمایا: ﴿ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [التوبة : ۹۴] ''تمھارے سامنے عذر پیش کریں گے، جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، کہہ دے عذر مت کرو، ہم ہرگز تمھارا یقین نہ کریں گے، بے شک اللہ ہمیں تمھاری کچھ خبریں بتا چکا ہے، اور عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول بھی، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔''

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾
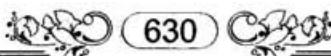
''اور کچھ دوسرے ہیں جو اللہ کے حکم کے لیے مؤخر رکھے گئے ہیں، یا تو وہ انھیں عذاب دے اور یا پھر ان پر مہربان ہو جائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اس سے مراد وہ تین مخلص مسلمان ہیں جو سستی کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے منافقین کی طرح جھوٹا عذر پیش کر کے معافی بھی نہیں مانگی۔ ان کا معاملہ معلق رہا اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے ان کا سماجی بائیکاٹ کرا دیا اور زمین اپنی ہزار وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔ انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یا تو وہ انھیں عذاب دے گا، یا ان کی توبہ قبول کرے گا۔ چنانچہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب آ گئی اور ان کی توبہ قبول ہوئی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے (کے لیے) اور ایمان والوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے (کے لیے) اور ایسے لوگوں کے لیے گھات کی جگہ بنانے کے لیے جنھوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور یقیناً وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا ارادہ نہیں کیا اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔''

اس آیت میں منافقین کی ایک اور نہایت قبیح حرکت کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک مسجد بنائی اور نبی ﷺ کو یہ باور کرایا کہ بارش، سردی اور اس قسم کے دیگر مواقع پر بیماروں اور کمزوروں کو زیادہ دور جانے میں دقت پیش آتی ہے، ان کی سہولت کے لیے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے، آپ ﷺ وہاں چل کر نماز پڑھیں، تاکہ ہمیں برکت حاصل ہو۔ آپ اس وقت تبوک کے لیے پا بہ رکاب تھے، آپ نے واپسی پر نماز پڑھنے کا وعدہ فرمایا، لیکن واپسی پر وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اصل مقاصد کو بے نقاب کر دیا کہ اس سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا، کفر پھیلانا، مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا اور اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں کے لیے کمین گاہ مہیا کرنا چاہتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ جھوٹی قسمیں کھا کر وہ نبی ﷺ کو فریب دینا چاہتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر و فریب سے بچا لیا اور فرمایا کہ ان کی نیت صحیح نہیں اور یہ جو کچھ ظاہر کر رہے ہیں، اس میں جھوٹے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سفر تبوک ہی کے دوران میں دو صحابہ کو روانہ فرماتے ہوئے حکم دیا کہ مسجد ضرار کو آگ لگا کر مسمار کر دیں۔ چنانچہ حکم رسول ﷺ کی تعمیل میں مسجد ضرار، جو قبا والوں کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی گئی تھی، اسے زمین بوس کر دیا گیا۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

’’اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا۔ یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی زیادہ حق دار ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ بہت پاک رہیں اور اللہ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔‘‘

اس سے مراد کون سی مسجد ہے؟ سیاقِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہی ہے، اسی وجہ سے صحیح حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرے کے برابر ہے۔‘‘ [ترمذی، كتاب الصلوة، باب ما جاء في الصلوة في مسجد قباء : ۳۲۴۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء في الصلوة في مسجد قباء : ۱۴۱۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قبا کی زیارت کے لیے سوار اور پیادہ پا تشریف لایا کرتے تھے۔ [بخاری، كتاب فضل الصلوة في مسجد مكة والمدينة، باب من أتى مسجد قباء كل سبت : ۱۱۹۳۔ مسلم، كتاب الحج، باب فضل مسجد قباء ...... الخ : ۱۳۹۹]

اس لیے اگر مسجد قبا کے اندر یہ صفت پائی جاتی ہے کہ اول دن ہی سے اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے تو مسجد نبوی تو بطریق اولیٰ اس صفت کی حامل اور اس کی مصداق ہے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی کے گھر میں آپ کے پاس گیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان دو مسجدوں میں سے وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی کنکریاں لے کر انھیں زمین پر مارا، پھر فرمایا: ’’وہ تمھاری یہی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی)۔‘‘ [مسلم، كتاب الحج، باب بيان أن المسجد الذي أسس على التقوىٰ هو مسجد النبي ﷺ بالمدينة : ۱۳۹۸]

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ : سیدنا جابر بن عبد اللہ، سیدنا ابو ایوب انصاری اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ’’اے گروہِ انصار! اللہ تعالیٰ نے تمھاری پاکیزگی کے بارے میں بڑی تعریف فرمائی ہے، تو تمھاری وہ پاکی و پاکیزگی کیا ہے (جس کی اللہ نے اتنی تعریف کی ہے)؟‘‘ انھوں نے عرض کی، ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’(ہاں!) یہی بات ہے، سو تم اسے لازم پکڑے رکھو۔‘‘ [ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالماء : ۳۵۵۔ مستدرك حاكم : ۱۵۵/۱، ح : ۵۵۴]

سیدنا ابو روح رضی اللہ عنہ، جن کا تعلق ذی الکلاع قبیلے سے تھا، بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح

کی نماز پڑھی۔ جس میں آپ نے سورۂ روم کی تلاوت شروع فرمائی، مگر آپ اس میں بھولنے لگے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''بے شک ہمیں قرآن پڑھنے میں التباس ہو جاتا ہے اور یہ اس لیے کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز تو پڑھتے ہیں مگر وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے، لہٰذا جو شخص ہمارے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ وہ وضو خوب اچھی طرح کرے۔'' [مسند أحمد : ٣/٤٧١، ٤٧٢، ح : ١٥٨٨٠]

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۹

''تو کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، بہتر ہے، یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی، جو گرنے والا تھا؟ پس وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت کریمہ میں مومن اور منافق کی نیت اور عمل میں جو بنیادی فرق ہے اسے بیان کیا گیا ہے۔ مومن جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو اس کی نیت اللہ کی رضا اور حصول جنت ہوتی ہے، اس کے برعکس منافق کی نیت میں کھوٹ ہوتا ہے، اس لیے اس کی مثال اس آدمی کی ہوتی ہے جو مٹی کے کسی ایسے تودے پر مکان تعمیر کرے، جس کے نیچے سے وادی کا پانی گزرتا ہے، جس پر کوئی عمارت تعمیر کر لی جائے تو وہ فوراً گر پڑے گی۔ ان منافقین کا مسجد بنانے کا عمل بھی ایسا ہی ہے جو انھیں جہنم میں ساتھ لے گرے گا۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۱۰

''ان کی عمارت جو انھوں نے بنائی، ہمیشہ ان کے دلوں میں بے چینی کا باعث بنی رہے گی، مگر اس صورت میں کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

گو یہ عمارت گرائی جا چکی ہے مگر ان منافقوں کے دلوں میں نفاق کا روگ اس قدر جڑ پکڑ چکا ہے جو کبھی ختم ہی نہیں ہو سکے گا۔ دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے مراد ان کا مر جانا ہے، یعنی مرتے دم تک نفاق ان کے دلوں سے نکل نہیں سکتا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ

وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾

”بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

جہاد فی سبیل اللہ سے پیچھے رہ جانے والوں کے حالات جب بیان کیے جا چکے، تو جہاد کی فضیلت بیان کر کے مومنوں کو اس کی رغبت دلائی جا رہی ہے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ نے تم سے تمھاری جان اور مال کا سودا کر لیا ہے، تا کہ ان کے بدلے میں تمھیں جنت دے۔ سستی چیز لے کر بہت ہی قیمتی چیز تمھیں دی ہے، چاہے تم دشمنوں کو قتل کر دو یا قتل کر دیے جاؤ، اللہ کا وعدہ ہر حال میں ثابت اور سچا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الحدید : ۲۱] ”اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کی طرح ہے، وہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [الصف : ۱۰ تا ۱۲] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۲۰ تا ۲۲] ”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں

زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ : سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تھا۔اب میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا، اگر تم میرے چچا طعیمہ کے بدلے حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ پھر وہ وقت آیا کہ مکہ کے لوگ عینین کی جنگ کے لیے نکلے، عینین اس پہاڑی کا نام ہے جو احد پہاڑ کے سامنے واقع ہے اور ان دونوں کے درمیان وادی حائل ہے۔ میں بھی لڑائی کے ارادے سے مکہ کے لوگوں کے ہمراہ ہولیا۔ جب (دونوں فوجیں آمنے سامنے) لڑنے کے لیے صف آرا ہوئیں، تو (قریش کی صف میں سے) سباع بن عبد العزیٰ نکلا اور اس نے آواز دی، ہے کوئی لڑنے والا؟ تو (اس کی اس دعوت مبارزت پر) امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نکل کر سامنے آئے اور فرمایا، اے سباع! اے ام انمار کے بیٹے! جو عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی، تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے۔ پھر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا تو اسے قتل کر دیا۔ اب وہ واقعہ گزرے ہوئے دن کی طرح ہو چکا تھا۔ ادھر میں ایک چٹان کے نیچے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا، جب وہ میرے قریب ہوئے تو میں نے اپنا چھوٹا نیزہ ان کی طرف پھینکا، نیزہ ان کی ناف کے نیچے لگا اور پار ہو گیا، اس سے وہ شہید ہو گئے اور میرا عہد پورا ہو گیا۔[بخاری، کتاب المغازی، باب قتل حمزۃ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ : ٤٠٧٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے۔ جب حملہ آور آپ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ”کون ہے جو انھیں ہم سے دفع کرے، تو اس کے لیے جنت ہے۔“ یا یہ فرمایا: ”وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔“ اس کے بعد ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد پھر مشرکین آپ کے بالکل قریب آ گئے اور پھر یہی ہوا۔ اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ شہید ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے باقی ساتھیوں سے فرمایا: ”ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔“ (باقی رہ جانے والے دو صحابہ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے)۔[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوۃ أحد : ١٧٨٩]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز ان سے کہا، کیا تم ادھر نہیں آتے کہ ہم اللہ سے دعا کریں؟ چنانچہ یہ دونوں باقی مجاہدین سے ذرا الگ ہو گئے۔ پہلے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور کہنے لگے، اے میرے رب! جب دشمن سے معرکہ آرائی ہو تو میری رزم آرائی کسی ایسے شخص سے ہو جو لڑائی میں زبردست ماہر ہو اور غضب میں شدید ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر مجھے اس پر غلبہ عطا فرما دے کہ میں

اسے قتل کر ڈالوں اور اس کی لڑائی کا سامان لے لوں۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہا۔ اب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا کی، اے میرے اللہ! میرا سامنا بھی کسی ایسے ہی دشمن سے ہو جو لڑائی میں سخت غصے والا اور جنگ لڑنے میں شدید ہو، میں اس سے محض تیری خاطر لڑائی کروں، وہ مجھے قتل کر دے، پھر میری ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ پس جب میں کل کو آپ سے ملاقات کروں تو آپ مجھ سے پوچھیں، (عبداللہ!) یہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹ ڈالے گئے؟ تو میں جواب دوں، اے اللہ! تیری خاطر اور تیرے رسول کی خاطر۔ پھر تو مجھ سے کہے، (اے عبداللہ!) تو نے سچ کہا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو یہ واقعہ سناتے ہوئے بتاتے ہیں، بیٹا! عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی، معرکے کے دن میں نے آخر پر یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ناک اور کان دھاگے میں پروئے ہوئے لٹک رہے تھے۔ [مستدرك حاكم : ۲/ ۷٦، ۷۷، ح : ۲٤۰۹۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٦/ ۳۰۷، ۳۰۸، ح : ۱۲۷٦۹]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے۔ وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ شداد بن اسود نے حنظلہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کر کے انھیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: ”تمھارے ساتھی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، اس کی بیوی سے (اس کی وجہ) پوچھو۔“ بیوی سے پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ جب حنظلہ رضی اللہ عنہ نے معرکہ آرائی کا سنا تو اس پر غسل واجب تھا، لیکن وہ اللہ کے راستے میں اس حالت میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا۔“ [مستدرك حاكم : ۳/ ۲۰٤، ح : ٤۹۱۷۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٤/ ۱۵، ح : ٦۸۱٤]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا، (بوقت افطار) ان کے پاس کھانا لایا گیا تو وہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے ہوئے کہنے لگے، وہ احد میں شہید کر دیے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، انھیں ایک چادر میں کفن دیا گیا اور وہ چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ [بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا لم يوجد إلا ثوب واحد : ۱۲۷۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد احد کی جنگ میں شہید کر دیے گئے تو میں ان کے چہرے سے بار بار کپڑا ہٹاتا، دیدار کرتا اور روتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مجھے ایسا کرنے سے روکتے، مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بالکل منع نہیں کیا۔ یہ منظر دیکھ کر میری پھوپھی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ”تم لوگ روؤ یا چپ رہو، جب تک تم لوگ میت کو نہیں اٹھاتے فرشتے تو برابر اس پر اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔“ [بخاري، كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت : ۱۲٤٤]

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾ [الصف : ٤] ”بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے

ہیں، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر ان لوگوں کا خیال نہ ہوتا جو (جنگ میں) مجھ سے پیچھے رہ جانے کو (سخت) ناپسند کرتے ہیں (مگر ان کے پاس سواریاں نہیں ہیں) اور میرے پاس (بھی) اتنے وسائل نہیں ہیں کہ میں انھیں سواریاں دے سکوں، تو میں کبھی (کسی جنگ میں شریک ہونے سے) پیچھے نہ رہتا۔ میری تو یہ خواہش ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔‘‘ [بخاری، کتاب التمنی، باب ما جاء فی التمنی و من تمنی الشھادۃ : ۷۲۲۶]

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما سے صلح حدیبیہ کا قصہ مروی ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان (کافروں) سے اس دین کی خاطر ضرور لڑوں گا، حتیٰ کہ میری گردن کٹ جائے اور اللہ تعالیٰ ضرور بضرور اپنے دین کو نافذ کرے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میدانِ بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے اور مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ’’جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔‘‘ جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔‘‘ (آپ کی یہ بات سن کر) عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ایسی جنت (کی طرف) جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہاں!‘‘ تو انھوں نے جواب میں کہا، بہت خوب! بہت خوب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟‘‘ انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ مجھے توقع ہے میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا۔ آپ نے فرمایا: ’’تم بھی اسی جنت والوں میں سے ہو۔‘‘ اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر بولے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی، چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں اس نے انھیں پھینک دیا، پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید : ۱۹۰۱]

ابو بکر بن ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوئے سنا، اس حال میں کہ وہ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے، وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔‘‘ یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ اے ابو موسیٰ! کیا یہ بات تو نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

خودسنی ہے؟ جواب دیا، ہاں! تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا اور انھیں الوداعی سلام کہا، پھر اپنی تلوار کی نیام کو توڑ کر پھینک دیا اور تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور شہید ہو گیا۔[مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ١٩٠٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام الربیع بنت براء جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور پوچھا، یا رسول اللہ! حارثہ کے بارے میں بتایئے! حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کے دن ایک نامعلوم تیر لگنے سے شہید ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں صبر سے کام لوں، اگر کہیں اور ہے تو رو رو کر دل کی بھڑاس نکال لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ام حارثہ! جنت میں (بھر) کئی جنتیں ہیں اور تیرے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس عطا فرمائی ہے جو سب سے اعلیٰ جنت ہے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب من أتاه سهم غرب فقتله : ٢٨٠٩]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا کر لے گئے۔ پھر ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں لے گئے، جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا۔ ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتلایا کہ یہ شہیدوں کا گھر ہے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ٢٧٩١]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن (نضر) رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کے معرکہ میں شریک نہ ہو سکے تو ان کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں اس سے غائب تھا۔ اللہ کی قسم! اگر اب اللہ تعالیٰ نے کسی معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب کیا تو اللہ دیکھے گا میں کیا کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کوئی بڑا بول بولنے سے ڈرے۔ آئندہ سال جب احد کا موقع آیا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے، کہنے لگے، اے ابو عمرو! کہاں کا ارادہ ہے، انھوں نے کہا؟ جنت کی خوشبو کے کیا کہنے، جو احد پہاڑ کے دوسری طرف سے آ رہی ہے۔ پھر وہ بڑی شجاعت سے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیروں کے زخم پائے گئے۔ میری پھوپھی ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی شناخت صرف ہاتھ کے پوروں سے کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ٢٣] ''مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔'' اس کے بارے میں صحابہ کہتے تھے کہ یہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔[مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ١٩٠٣]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مدمقابل کسریٰ کے لشکر کے سپہ سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، (سنو!) ہمارے

نبی (ﷺ) نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں، جب تک تم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے لگو، یا جزیہ نہ دو اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمارے رب کریم کی طرف سے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ ہم میں سے جو کوئی جہاد فی سبیل اللہ میں شہید کر دیا گیا وہ بہشت بریں کی ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا، جو اس نے کبھی نہیں دیکھیں اور جو کوئی زندہ بچ جائے گا وہ تمھاری گردنوں کا مالک بنے گا۔[بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة : ۳۱۵۹]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزار دینا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، (ان) سب سے بہتر ہے اور کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ جگہ یا (فرمایا) ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر جنت کی کوئی حور زمین کی طرف جھانک ہی لے تو زمین و آسمان اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ منور ہو جائیں اور خوشبو سے معطر ہو جائیں اور اس کے سر کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العین وصفتهن : ۲۷۹٦]

اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

'' (وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو خوش خبری دے دے۔''

اَلتَّآىِٕبُوْنَ : یعنی تمام گناہوں سے توبہ کرنے والے اور فواحش و منکرات کو ترک کرنے والے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱٤۷] ''اور ان کی بات اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد فرما۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ [التحریم : ۸] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ، تمھارا رب قریب ہے کہ تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے۔''

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! توبہ کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرو، بلاشبہ میں اس کی طرف روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منه : ۲۷۰۲]

اَلْعٰبِدُوْنَ : یعنی اپنے رب کی عبادت کو قائم کرنے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ

﴿ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ [الفاتحۃ : ٤] ''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔''

اَلْحٰمِدُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ٢٨] ''تو کہہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٥٨] ''اور اس زندہ پر بھروسا کر جو نہیں مرے گا اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا کافی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے دن بھر میں سو مرتبہ '' سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ '' کہا تو اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں تو مٹا دیے جائیں گے۔'' [بخاري، كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح : ٦٤٠٥]

اَلسَّآئِحُوْنَ : سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیر و سیاحت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب النهي عن السياحة : ٢٤٨٦]

اَلرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتا ہے، اپنی بیوی کو بھی جگاتا ہے اور وہ بھی نفل ادا کرتی ہے، اگر وہ بیدار ہونے سے انکار کرتی ہے تو وہ اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے اور اللہ اس عورت پر بھی رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے، نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو بھی بیدار کرتی ہے اور وہ بھی تہجد ادا کرتا ہے، تاہم اگر وہ انکار کرتا ہے تو وہ اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔'' [نسائي، كتاب قيام الليل، باب الترغيب في قيام الليل : ١٦١١]

ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا کرتا تھا اور آپ کے لیے وضو اور قضائے حاجت کے لیے پانی مہیا کیا کرتا تھا، ایک موقع پر آپ نے مجھے فرمایا: ''مانگ تمھیں کیا چاہیے؟'' میں نے عرض کی، میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے علاوہ کچھ اور؟'' میں نے پھر عرض کی کہ بس یہی خواہش ہے کہ جنت میں آپ کی رفاقت مل جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر جنت میں میری رفاقت چاہتے ہو تو پھر کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب فضل السجود والحث عليه : ٤٨٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ حالت سجدہ میں اپنے رب کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے، لہٰذا سجدہ میں کثرت سے دعا کیا کرو۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب ما يقال في الركوع والسجود ؟ : ٤٨٢]

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [آل عمران : ۱۱۰] ''تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [التوبة : ۷۱] ''اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔''
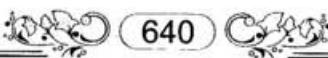
وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۲۹] ''یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔''

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾

''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے منع فرمایا خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ مشرکین کو کسی حالت میں معاف نہیں کیا جائے گا، ان پر جنت کو حرام کر دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء: ۴۸] ''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [المائدة : ۷۲] ''اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی ﷺ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہونے لگا تو نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ تب وہاں ابو جہل اور عبداللہ بن ابو امیہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے چچا! آپ اس چیز کا اقرار کر لیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو میں اللہ کے ہاں آپ کے لیے اس کلمہ کے ذریعے حجت پیش کروں گا۔'' ابو جہل اور عبداللہ نے کہا، اے ابو طالب! کیا مرتے وقت تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دو گے؟

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے چچا! میں تمھارے لیے اللہ سے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس کام سے روک نہیں دیا جاتا۔'' تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ [التوبة : ١١٣] ''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔'' [بخاري، كتاب التفسير باب قوله : ﴿ ما كان للنبي والذين امنوا أن يستغفروا للمشركين ﴾ : ٤٦٧٥]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا، اسے (آگ کی) دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ٢١٢]

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

یعنی جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر نے ان سے کہا تھا کہ یہاں سے نکل جاؤ اور میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ، ورنہ میں تمھیں سنگسار کر دوں گا، تو اس وقت آپ نے باپ سے کہا تھا کہ تم سلامت رہو، میں جا رہا ہوں، البتہ تمھارے لیے بخشش کی دعا کرتا رہوں گا اور یہ بات میرے اختیار میں نہیں کہ میں تمھیں اللہ کی گرفت سے بچا سکوں۔ چنانچہ اسی وعدہ کے مطابق آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! میرے باپ کو معاف فرما دے، کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے اور اس دن مجھے رسوا نہ کرنا جب سب لوگ اٹھائے جائیں گے۔'' پھر جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ وہ راہِ راست کی طرف آنے والا نہیں، اللہ کا دشمن ہے تو اس سے اپنی بے زاری کا اظہار کر دیا اور جو دعا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حق میں کی تھی کہ ''مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا'' اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد ''آزر'' کو دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا۔ آپ اس سے کہیں گے کہ میں نے تمھیں کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔ باپ کہے گا، آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ باپ کی یہ بات سن کر ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے، اے

میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں قیامت کے دن تجھے رسوا نہیں کروں گا اور آج اس سے بڑی رسوائی اور کیا ہوسکتی ہے کہ میرا باپ اس حال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے ابراہیم!) میں نے کافروں پر جنت حرام کر رکھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ اے ابراہیم! ذرا اپنے پاؤں کی طرف تو دیکھو! (وہ نیچے دیکھیں گے) تو اس وقت انھیں اپنے باپ کی جگہ ایک بجو نظر آئے گا، جو نجاست سے لت پت ہوگا اور فرشتے اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلاً ﴾ : ٣٣٥٠]

گویا اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے رسوائی کو اس طرح دور کیا کہ ان کے باپ کی شکل ہی بدل دی، چونکہ رسوائی کا دارومدار تو شناخت پر ہے، جب یہ شناخت ہی نہ رہے کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی تو پھر کسی کی رسوائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، آپ خود بھی رونے لگے اور آپ کے گرد موجود دیگر لوگوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے اپنے پروردگار سے اجازت طلب کی کہ میں اپنی والدہ کے لیے استغفار کروں، لیکن مجھے اجازت نہ دی گئی، پھر میں نے اجازت طلب کی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اجازت دے دی گئی، سوتم قبروں کی زیارت کیا کرو، اس لیے کہ قبروں کی زیارت موت کی یاد تازہ رکھتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربه عزوجل ...... الخ : ١٠٨/٩٧٦]

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ کسی قوم کو اس کے بعد گمراہ کر دے کہ انھیں ہدایت دے چکا ہو، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کر دے جن سے وہ بچیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ نے جب مشرکین کے لیے طلب مغفرت کی ممانعت کر دی تو جن لوگوں نے اپنے مشرک رشتہ داروں کے لیے اس سے قبل مغفرت کی دعائیں مانگی تھیں انھیں اللہ کے عذاب کا خوف لاحق ہوا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جو مسلمان پہلے سے راہِ راست پر گامزن ہیں ان پر کسی حکم کے نازل ہونے سے پہلے والے اعمال پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ کی طرف سے مؤاخذہ اس کا ہوتا ہے جو حق واضح ہو جانے کے بعد بھی باطل پر ڈٹا رہا۔

الغرض اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کے ذریعے لوگوں کو ان تمام باتوں سے متنبہ کر دیتا ہے جن سے بچنا ان کے لیے ضروری ہوتا ہے اور ان باتوں سے بھی مطلع کر دیتا ہے جن پر عمل کرنا ان کے لیے ضروری یا بہتر ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی جو مجھ سے پہلے گزرا ہے اس پر یہ فرض تھا کہ وہ

اپنی امت کو ہر خیر کی بات جو وہ ان کے لیے جانتا تھا، بتا دے اور ہر شر کی بات سے جو وہ ان کے لیے جانتا تھا، ڈرا دے۔'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ : ۱۸۴۴]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو اللہ نے لمبی عمر عطا کی، حتیٰ کہ وہ ساٹھ سال کو پہنچ گیا، پھر اللہ اس کے عذر کو قبول نہیں کرتا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ فقد أعذر اللہ إلیہ : ۶۴۱۹]

إِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

''بے شک اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''

جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے، زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے، تو پھر اس کے علاوہ کسی کی پروا نہیں کرنی چاہیے، کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے اور دنیا کا بڑے سے بڑا انسان بھی اگر اللہ کا دشمن ہے، تو اس سے دوری اختیار کرنا واجب ہے۔ اس ایمان و یقین کے ساتھ کہ مومن کا اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار اور اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی اس کا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکتا، ارشاد فرمایا: ﴿ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۴۱] ''اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

''بلاشبہ یقیناً اللہ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی، جو تنگ دستی کی گھڑی میں اس کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں، پھر وہ ان پر دوبارہ مہربان ہو گیا۔ یقیناً وہ ان پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت میں تنگی کے وقت سے مراد غزوۂ تبوک پر روانگی کا وقت ہے، جب شدید گرمی کا موسم تھا، قحط سالی تھی، فصلیں پکنے والی تھیں اور بے سرو سامانی کی حالت تھی، سفر طویل اور پر مشقت تھا، چنانچہ اس وقت بعض سچے مسلمان بھی جہاد پر روانہ ہونے سے گھبرانے لگے تھے۔ آخر ان کے ایمان کی پختگی ان کے نفس پر غالب آئی اور وہ پورے عزم کے ساتھ جہاد پر نکل کھڑے ہوئے اور یہاں اللہ کی مہربانی سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے اس گھبراہٹ کے عالم میں انھیں روانگی

کے لیے ہمت و جرأت عطا فرمائی اور نبی پر مہربانی سے مراد وہ آیت ہے کہ جس کا آغاز ہی اس طرح ہوا تھا کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ایسے ہٹے کٹے، تنومند اور کھاتے پیتے منافقوں کو جہاد پر جانے سے رخصت کیوں دے دی؟

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

"اور ان تینوں پر بھی جو موقوف رکھے گئے، یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ فراخ تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ اس کی جناب کے سوا نہیں، پھر اس نے ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

یہ تین صحابہ کرام تھے، کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم۔ یہ تینوں نہایت مخلص مسلمان تھے، اس سے قبل تقریباً ہر غزوے میں یہ شریک ہوتے رہے۔ غزوۂ تبوک میں صرف تساہلاً شریک نہیں ہو سکے۔ بعد میں انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو سوچا کہ ایک غلطی (پیچھے رہنے کی) تو ہو ہی گئی ہے، لیکن اب منافقین کی طرح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جھوٹا عذر پیش کرنے کی غلطی نہیں کریں گے۔ چنانچہ حاضر خدمت ہو کر اپنی غلطی کا صاف اعتراف کر لیا اور اس کی سزا کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ نبی ﷺ نے ان کے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیا کہ وہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل فرمائے گا۔ تاہم اس دوران میں آپ نے صحابہ کو ان تینوں افراد سے تعلق قائم رکھنے حتیٰ کہ بات چیت تک کرنے سے روک دیا اور چالیس راتوں کے بعد انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیویوں سے بھی دور رہیں۔ چنانچہ بیویوں سے بھی جدائی عمل میں آ گئی۔ مزید دس دن گزرے تو توبہ قبول کر لی گئی اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں شرکت نہیں کر سکا تھا، حالانکہ اس معرکہ سے پہلے میں کبھی ایسا تندرست و طاقتور اور مال دار نہ تھا۔ میں اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گیا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس کبھی دو اونٹنیاں نہ رہی تھیں اور اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو اونٹنیاں موجود تھیں۔ نبی ﷺ کا قاعدہ یہ تھا کہ آپ جب کسی جنگ کا ارادہ کرتے تو اس کو صاف بیان نہ فرماتے، بلکہ ایسا تاثر دیتے کہ لوگ کوئی دوسرا مقام سمجھیں، تاہم جب اس لڑائی کا وقت آیا تو ایک تو سخت گرمی تھی، پھر دور دراز کا صحرائی سفر تھا اور دشمنوں کی تعداد بھی کثیر تھی، اس لیے آپ نے مسلمانوں کو صاف صاف بتا دیا کہ ہم تبوک جانا چاہتے ہیں، تاکہ وہ لڑائی اور سفر کا سامان خوب تیار کر لیں۔ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان

خاصی تعداد میں تھے اور کوئی رجسٹر وغیرہ نہ تھا کہ جس میں ان کے نام محفوظ ہوتے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان اس لڑائی میں غیر حاضر رہنا چاہتا تو وہ یہ گمان کر سکتا تھا کہ اس کا غیر حاضر ہونا نبی ﷺ کو اس وقت تک معلوم نہ ہوگا جب تک کہ اس کے بارے وحی نہ اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑائی کا اس وقت ارادہ کیا جب باغات کے پھل پک چکے تھے اور سخت گرمی کی وجہ سے سایہ دلکش معلوم ہوتا تھا، بہر حال رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں نے اس لڑائی کے لیے سامان سفر تیار کرنا شروع کر دیا۔ میں بھی ہر صبح جاتا کہ سامان تیار کروں مگر خالی ہاتھ لوٹ آتا اور کچھ تیاری نہ کرتا۔ میں اپنے دل میں یہ کہتا کہ میں تو کسی بھی وقت اپنا سامان تیار کر سکتا ہوں۔ اسی طرح دن گزرتے رہے اور لوگوں نے محنت و مشقت اٹھا کر اپنا اپنا سامان تیار کر لیا، یہاں تک کہ نبی ﷺ اور مسلمان ایک صبح روانہ ہو گئے اور میں ابھی تک کچھ سامان تیار نہ کر سکا تھا۔ میں نے سوچا کہ ایک دو روز میں سامان تیار کر کے ان سے جا ملوں گا، تاہم دوسری صبح میں نے سامان تیار کرنا چاہا لیکن خالی لوٹ آیا، پھر تیسری صبح بھی ایسا ہی ہوا کہ خالی لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہ کر سکا۔ میرا کئی بار ارادہ ہوا کہ میں بھی کوچ کروں اور ان سے جا ملوں اور کاش! میں ایسا کر لیتا، مگر شاید یہ تقدیر میں نہ تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے کوچ کے بعد، مدینہ میں، جب میں گھر سے نکلتا اور لوگوں سے ملتا تو میں صرف منافقین، معذور اور ضعیف و ناتواں آدمیوں سے ملتا اور مجھے اس سے رنج ہوتا۔ نبی ﷺ نے مجھے راستہ میں کہیں یاد نہ کیا، حتیٰ کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔ تبوک میں ایک دن فرمایا: ”کعب نے یہ کیا کیا (جو وہ آیا نہیں)؟“ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! اچھے لباس اور حسن و جمال پر غرور نے اس کو آنے سے روکا۔ یہ سن کر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہنے لگے، تو نے بہت برا کہا، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم کعب میں سوائے خیر کے اور کوئی بات نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر ملی کہ آپ واپس آ رہے ہیں تو میرا غم شدید ہو گیا اور میں نے سوچا کہ کوئی ایسا حیلہ کرنا چاہیے جس سے آپ کی ناراضی سے بچ سکوں۔ اس بارے میں میں نے اپنے اہل خانہ سے بھی مشورہ کیا۔ پھر جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے قریب آ گئے ہیں تو سارے جھوٹے خیالات میرے دل سے جاتے رہے اور میں نے یقین کر لیا کہ میں جھوٹ بولنے سے آپ کی ناراضی سے نہیں بچ سکوں گا۔ چنانچہ میں نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے، دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھتے، بہر حال جب آپ اس عمل سے فارغ ہو چکے تو اس وقت جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انھوں نے آنا شروع کر دیا، عذر بیان کیے اور قسمیں کھائیں۔ یہ لوگ تقریباً اسّی (۸۰) سے کچھ زائد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حیلوں بہانوں کو قبول کر لیا، بیعت لی اور اللہ سے ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہوئے ان کے دل کے بھیدوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ میں بھی حاضر ہوا۔ السلام علیکم کہا تو آپ یوں مسکرائے جیسے غصے میں کوئی مسکراتا ہے، پھر فرمایا: ”یہاں میرے قریب آ جاؤ۔“ میں

سامنے جا کر بیٹھا تو آپ نے فرمایا: ''تم کیوں پیچھے رہ گئے، تم نے تو سواری بھی خرید لی تھی؟'' میں نے عرض کی، کیوں نہیں، اللہ کی قسم! اس وقت اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیا دار شخص کے سامنے بیٹھا ہوتا تو کوئی نہ کوئی عذر گھڑ کر اس کے غصے سے بچ سکتا تھا، کیونکہ میں گفتگو کا دھنی ہوں، مگر اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ کو خوش کرلوں تو کل اللہ تعالیٰ (اصل حقیقت کھول کر) پھر آپ کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ کو سچ بات بتا دوں تو اس وقت آپ سچ بولنے کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہوں گے، تو بہرحال آئندہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی مجھے امید تو رہے گی۔ نہیں، اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی عذر نہیں۔ اللہ کی قسم! اس سے قبل میں کبھی اتنا قوی اور فارغ البال نہیں تھا، مگر (افسوس) یہ سب چیزیں ہوتے ہوئے بھی میں آپ سے پیچھے رہ گیا۔ میری یہ گفتگو سن کر آپ نے فرمایا: ''اس نے بالکل سچ کہا۔'' پھر مجھے حکم دیا: ''چلے جاؤ، جب تک تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کوئی حکم نہ دے۔'' میں اٹھ کر چل پڑا۔ قبیلہ بنوسلمہ کے چند آدمی میرے پیچھے آئے اور مجھ سے کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ تو نے اس سے پہلے کوئی بڑا گناہ کیا ہو، (لہٰذا) کیا تو اس بات سے عاجز آ گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی عذر تراش لیتا، جس طرح دیگر پیچھے رہ جانے والوں نے جھوٹے عذر بیان کیے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی دعا تمھارے گناہ کے لیے کافی ہوتی۔ اللہ کی قسم! وہ برابر مجھے ملامت کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کی باتوں سے میرے دل میں خیال آیا کہ نبی ﷺ کے پاس جاؤں اور اپنی پہلی بات کا انکار کر کے کوئی عذر پیش کروں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ہے، جس نے میری طرح گناہ کا اقرار کیا ہو؟ انھوں نے کہا، ہاں دو آدمی ہیں، جنھوں نے تیری طرح اقرار کیا ہے۔ میں نے پوچھا، وہ دو شخص کون کون سے ہیں؟ انھوں نے کہا، مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما۔ انھوں نے ایسے دو آدمیوں کا نام لیا جو بڑے نیک تھے اور بدر کی لڑائی میں شریک رہے تھے، سو ان کا طرزِ عمل میرے لیے نمونہ بن گیا اور ان دونوں کے نام سن کر میں گھر کو چلا گیا، رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والے ہم تینوں سے لوگوں کو میل جول اور بات چیت سے منع فرما دیا، چنانچہ اب سب ہم سے بچنے لگے، بلکہ بالکل اجنبی سے ہو گئے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے زمین بدل گئی ہو، وہ زمین ہی نہ رہی ہو (جس پر ہم رہتے تھے)۔ اسی حالت میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ مرارہ اور ہلال رضی اللہ عنہما دونوں اپنے اپنے گھروں میں پڑے روتے رہتے اور میں چونکہ ایک جوان اور قوی الاعضا شخص تھا، سو باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا اور بازاروں میں برابر آتا جاتا، لیکن کوئی مجھ سے بات نہ کرتا اور جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھتے تو میں جا کر سلام کرتا اور غور سے دیکھتا کہ میرے سلام کے جواب میں لب مبارک ہلے ہیں یا نہیں۔ میں آپ کے قریب نماز پڑھنے لگتا اور ترچھی نظروں سے آپ کی طرف دیکھتا، تو جب میں نماز میں ہوتا تو آپ میری طرف متوجہ ہوتے اور (نماز کے بعد) جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ منہ پھیر لیتے۔ اس طرح ایک مدت گزر گئی۔ پھر جب لوگوں کی اجنبیت زیادہ ہو گئی، تو ایک روز میں نکلا اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر جا چڑھا۔ وہ میرے چچا زاد تھے اور مجھے بہت زیادہ محبوب

بھی تھے، میں نے انھیں سلام کیا تو اللہ کی قسم! انھوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا، اے ابوقتادہ! تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کتنی محبت ہے؟ وہ خاموش رہے، میں نے پھر قسم دے کر دوبارہ یہی کہا، لیکن وہ خاموش رہے۔ پھر تیسری بار قسم دے کر یہی کہا تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا، اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میرے آنسو ٹپک پڑے۔ میں واپس ہوا، دیوار پر چڑھا اور واپس چلا آیا۔

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں بازار میں جا رہا تھا تو اتنے میں ملک شام کا ایک عیسائی کسان جو مدینہ میں گندم فروخت کرنے لایا تھا، کہہ رہا تھا، لوگو! مجھے کعب بن مالک کے متعلق کچھ بتاؤ؟ چنانچہ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا خط دیا۔ اس میں لکھا تھا، ہم نے سنا ہے کہ تمھارے پیغمبر (محمد ﷺ) نے تم سے بدسلوکی کی ہے۔ اللہ نے تمھیں نہ ذلیل بنایا ہے اور نہ بیکار پیدا کیا ہے، تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم تم سے نہایت عزت و احترام سے پیش آئیں گے۔ میں نے خط پڑھ کر خیال کیا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے۔ میں نے اس خط کو جلتے ہوئے تنور میں پھینک کر جلا ڈالا۔

بہر حال! اسی حال میں پچاس میں سے چالیس راتیں گزر چکی تھیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا، نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو۔ میں نے پوچھا، کیا اسے طلاق دے دوں؟ اس نے کہا، نہیں! بس اس سے الگ رہو اور وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرو۔ میرے دونوں ساتھیوں کو بھی یہی حکم دیا جا چکا تھا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہ ہو جائے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ ﷺ کے پاس گئی اور کہنے لگی، اے اللہ کے رسول! ہلال بن امیہ بہت ضعیف ہے اور اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں، اگر میں اس کی خدمت کروں تو آپ برا تو نہیں جانیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں! ہاں تعلقات زوجیت قائم نہ کرنا۔'' اس نے کہا، اللہ کی قسم! جس روز سے یہ معاملہ ہوا ہے، انھیں سوائے رونے کے اور کوئی کام ہی نہیں۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بھی میرے بعض عزیزوں نے کہا، تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں نبی ﷺ سے اجازت مانگ لو تو مناسب ہے۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! میں تو کبھی رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی اجازت نہیں مانگوں گا، کیا خبر نبی ﷺ کیا جواب دیں، کیونکہ میں تو جوان آدمی ہوں۔ اس کے بعد مزید دس راتیں گزر گئیں اور جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمائی تھی، اس کے پچاس دن پورے ہو گئے تھے، تو پچاسویں رات کی صبح جب فجر کی نماز پڑھ کر میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی (سورۂ توبہ میں) کیا ہے۔ کیفیت یہ تھی کہ میں اپنی زندگی سے تنگ آ چکا تھا اور زمین باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ اتنے میں میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی، جو سلع (نامی) پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے

پکار رہا تھا، کعب! خوش ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میری مصیبت دور ہو گئی ہے۔ نبی ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا قصور معاف کر دیا ہے۔ لوگ خوشخبری دینے کے لیے (جوق در جوق) میرے پاس اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس پہنچنے لگے۔ ایک شخص (سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) گھوڑا دوڑاتے ہوئے میری طرف آئے اور اسلم قبیلے کا ایک شخص دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا، بہرحال پہاڑ والے کی آواز مجھ تک گھوڑے والے کی آواز سے پہلے پہنچ گئی۔ جب یہ شخص کہ جس کی بشارت دینے کی آواز مجھے پہنچی تھی، میرے پاس آیا تو میں نے (خوشی میں) اپنے کپڑے اتار کر اسے پہنا دیے۔ واللہ! اس دن کپڑوں میں سے میرے پاس یہی دو کپڑے تھے اور میں نے (ابوقتادہ سے) دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف چلا۔ راستہ میں لوگ جوق در جوق ملتے، توبہ قبول ہونے کی مبارک باد دیتے اور کہتے کہ تمھیں اللہ کی طرف سے معافی مبارک ہو۔

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور لوگ آپ کے گرد جمع ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے، مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، اللہ کی قسم! ان کے سوا مہاجرین میں سے اور کسی نے اٹھ کر مجھے مبارک باد نہیں دی اور میں ان کا یہ احسان کبھی نہ بھول پاؤں گا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”کعب تجھے اس دن کی بشارت ہو جو ان سب دنوں سے بہتر ہے جب سے تیری ماں نے تجھے جنا۔“ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ خوش خبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، اللہ کی طرف سے۔“ اور نبی ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح روشن ہو جاتا اور ہم لوگ اس کو پہچان لیتے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اپنی توبہ کی قبولیت کے شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کو دے دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کچھ مال خیرات کرو اور کچھ اپنے لیے رہنے دو۔ وہ تمھارے لیے بہتری کا ذریعہ ہے۔“ میں نے عرض کی، میں اپنا خیبر کا حصہ اپنے لیے رہنے دیتا ہوں اور باقی خیرات کرتا ہوں۔ پھر عرض کی، اے اللہ کے رسول! بے شک سچ بولنے ہی کی وجہ سے اللہ نے مجھے نجات دی اور میں اعلان کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا اور اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا، میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو، جتنی نوازشات اس کی مجھ پر سچ بولنے کی وجہ سے ہیں اور اس وقت سے لے کر آج کے دن تک میں نے کبھی قصداً جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔ اس واقعہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر سورۂ توبہ کی یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ

﴿ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ [التوبة : ۱۱۷ تا ۱۱۹] اللہ کی قسم! میں تو اسلام لانے کے بعد سے اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اپنے آپ پر اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا کہ اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائی اور جھوٹ سے بچا لیا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو دوسرے لوگوں کی طرح جنھوں نے جھوٹ بولا، تباہ ہو جاتا۔ نزول وحی کے زمانہ میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنی شدید وعید فرمائی، جتنی شدید کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی ہوگی، فرمایا: ﴿ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴾ [التوبة : ۹۵، ۹۶] ’’عنقریب وہ تمھارے لیے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، تاکہ تم ان سے توجہ ہٹا لو۔ سو ان سے بے توجہی کرو، بے شک وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کماتے رہے ہیں۔ تمھارے لیے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك : ۴۴۱۸۔ مسلم، كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه : ۲۷۶۹]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔‘‘

سچائی ہی کی وجہ سے ان تینوں صحابہ کی غلطی نہ صرف معاف فرما دی، بلکہ ان کی توبہ کو قرآن بنا کر نازل فرما دیا۔ اس لیے مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر تقویٰ (یعنی اللہ کا خوف) ہوگا، وہ سچا بھی ہوگا اور جو جھوٹا ہوگا، سمجھ لو کہ اس کا دل تقویٰ سے خالی ہے۔ سچے لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ [البقرة : ۱۷۷] ’’نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور

لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحشر : ۸] "(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یقیناً سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی یقیناً جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔" [بخاری، كتاب الأدب، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الذين امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين ﴾ : ٦٠٩٤۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق : ٢٦٠٧]

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنے ہوئے یہ الفاظ یاد ہیں: "وہ چیز چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے اور اس کو اختیار کر جس کی بابت تجھے شک وشبہ نہ ہو، اس لیے کہ سچ اطمینان (کا باعث) ہے اور جھوٹ شک اور بے چینی ہے۔" [ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب حديث اعلقها و توكل...... : ٢٥١٨۔ مستدرك حاكم : ١٣/٢، ح : ٢١٧٠۔ مسند أحمد : ٢٠٠/١، ح : ١٧٣٢]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہرقل نے ابوسفیان سے (جب کہ وہ ابھی کافر تھے) پوچھا، وہ پیغمبر (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمھیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان کہتے ہیں، میں نے کہا، وہ کہتا ہے صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور ان باتوں کو چھوڑ دو جو تمھارے باپ دادا کہتے (اور کرتے) رہے اور وہ پیغمبر ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ [بخاری، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي : ٧۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتب النبي ﷺ إلى هرقل ملك الشام يدعوه إلى الإسلام : ١٧٧٣]

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ (جو بدری صحابی ہیں) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص سچے دل سے اللہ سے شہادت مانگے، (مگر اسے کافروں سے لڑنے کا موقع نہ ملے) تو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبوں تک پہنچا دے گا، اگرچہ اسے اپنے بستر ہی پر موت کیوں نہ آئے۔" [مسلم، كتاب الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله : ١٩٠٩]

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا

مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

’’مدینہ والوں کا اور ان کے اردگرد جو بدوی ہیں، ان کا حق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہتے اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ، اللہ کے راستے میں انھیں نہ کوئی پیاس پہنچتی ہے اور نہ کوئی تکان اور نہ کوئی بھوک اور نہ کسی ایسی جگہ پر قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں، مگر اس کے بدلے ان کے لیے ایک نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔‘‘

غزوۂ تبوک میں شرکت کے لیے چونکہ عام منادی کر دی گئی تھی، اس لیے معذور، بوڑھے اور دیگر شرعی عذر رکھنے والوں کے علاوہ سب کے لیے اس میں شرکت ضروری تھی، لیکن پھر بھی جو مدینہ کے رہنے والے یا اطراف مدینہ میں رہنے والوں میں سے اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ انھیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے تھا اور یہ بھی ان کے لیے زیبا نہیں کہ خود اپنی جانوں کا تو تحفظ کر لیں اور رسول اللہ ﷺ کی جان کے تحفظ کا انھیں خیال نہ ہو، بلکہ انھیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر اپنے سے زیادہ ان کے تحفظ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ آگے فرمایا کہ انھیں اس لیے بھی پیچھے نہیں رہنا چاہیے کہ اللہ کی راہ میں انھیں جو پیاس، تھکاوٹ، بھوک پہنچے گی، یا ایسے اقدامات، جن سے کافروں کے غیظ و غضب میں اضافہ ہوگا، اسی طرح دشمنوں کے آدمیوں کو قتل یا ان کو قیدی بناؤ گے تو یہ سب کے سب کام عمل صالح لکھے جائیں گے، یعنی عمل صالح صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی مسجد میں یا کسی ایک گوشے میں بیٹھ کر نوافل، تلاوت، ذکر الٰہی وغیرہ کرے، بلکہ جہاد میں پیش آنے والی ہر تکلیف اور پریشانی، حتیٰ کہ وہ کارروائیاں بھی جن سے دشمن کو خوف پیدا ہو جائے یا غیظ بھڑکے، ان میں سے ہر ایک چیز اللہ کے ہاں عمل صالح میں لکھی جائے گی۔ اس لیے محض شوق عبادت میں بھی جہاد سے گریز صحیح نہیں۔ چہ جائیکہ بغیر عذر کے آدمی جہاد سے جی چرائے؟

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ : سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الحج، باب المدینۃ تنفی خبثھا و تسمی طابۃ و طیبۃ : ۱۳۸۵]

اسی طرح سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک وہ یعنی مدینہ منورہ طیبہ (یعنی پاک) ہے اور وہ ناپاک کو اس طرح چھانٹ دیتا ہے جیسے بھٹی چاندی کے زنگ کو چھانٹ دیتی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الحج،

باب المدينة تنفي خبثها و تسمى طابة و طيبة : ١٣٨٤]

وَلَا يَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ : سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ میرے نزدیک میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں، (یہ کافی نہیں) اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک میں تمھارے نزدیک تمھاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں تم مومن نہیں ہو سکتے۔“ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! اب آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عمر! اب (تم مومن ہوئے)۔“ [بخاری، كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ؟ : ٦٦٣٢]

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا ...... اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ :

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس شخص کی مثال جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے، ایسی ہے جیسے (ہر روز) روزہ رکھنے والا اور تمام رات نماز پڑھنے والا اور اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اگر اس کو موت دے گا تو اسے جنت میں داخل کر دے گا، یا پھر غازی بنا کر اسے ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ زندہ لوٹائے گا۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه و ماله ...... الخ : ٢٧٨٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن بن جاتا ہے جو اس کے راستے میں نکلتا ہے، اب یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا یا اجر یا غنیمت کے ساتھ اسے اس گھر کی طرف واپس لوٹاؤں گا جس سے وہ نکلا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا، وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہ رہا ہوگا، خون کا رنگ تو خون سا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی سی ہوگی۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی بھی ایسے لشکر سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے، لیکن میں اپنے تمام مجاہد ساتھیوں کو سواریاں فراہم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ وہ خود اپنی سواریوں کا بندوبست کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور ان کا مجھ سے پیچھے رہ جانا ان پر بڑا گراں گزرتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله : ١٨٧٦]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھنے لگا کہ لوگوں میں افضل کون ہے؟ فرمایا: ”وہ مومن جو اپنی جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے۔“ اس نے عرض کی، اس کے بعد کون

ہے؟ فرمایا: ''وہ آدمی جو لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر کسی پہاڑ کی گھاٹی میں رہتا ہے، وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله في سبيل الله : ۲۷۸۶۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط : ۱۸۸۸]

سیدنا مالک بن عبد اللہ خثعمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں دن کی ایک گھڑی (یعنی کچھ دیر) کے لیے بھی خاک آلود ہو گئے تو وہ قدم آگ پر حرام ہیں (کہ آگ انھیں نہیں جلائے گی)۔'' [مسند أحمد : ۲۲۵/۵، ۲۲۶، ح : ۲۲۰۲۱]

سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے قدموں پر راہِ جہاد پر چلنے کی وجہ سے گرد و غبار پڑی، اس پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی۔'' اور دوسری جگہ فرمایا: جس بندے کے بھی قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے، انھیں (جہنم کی) آگ چھوئے؟ (یہ ناممکن ہے)۔'' [بخاری، کتاب الجمعة، باب المشي إلى الجمعة : ۹۰۷، ۲۸۱۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک کمان رکھنے کی جگہ مشرق و مغرب کے درمیان موجود ہر چیز سے بہتر ہے اور اللہ کے راستہ میں ایک صبح گزارنا یا ایک شام گزارنا مشرق و مغرب کے درمیان موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الغدوة والروحة في سبيل الله : ۲۷۹۳۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله : ۱۸۸۲]

وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

''اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

پہلی آیت میں ہر اختیاری و غیر اختیاری فعل کے بدلے میں اعمال صالحہ لکھنے کا ذکر کیا۔ اس آیت میں بالخصوص ان اعمال کا ذکر کیا جو اختیاری ہی ہو سکتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد ہیں، یعنی زادِ سفر، سواری اور اسلحہ پر، جو بھی میسر آسکے خرچ کرتے ہیں۔ پھر سفر جہاد پر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ انھیں ان کاموں کا بہتر صلہ ضرور عطا فرمائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۶۱] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس

کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لگام ڈلی اونٹنی لایا اور کہا یہ جہاد کے لیے قبول کر لیجیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس اونٹنی کے بدلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھیں سات سو اونٹنیاں عطا فرمائے گا جو سب لگام والی ہوں گی۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الصدقة فی سبیل الله : ۱۸۹۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جس نے تیری راہ میں خرچ کیا اسے اچھا بدلہ عطا فرما اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف کر۔‘‘ [بخاری، کتاب الزکوة، باب قول الله تعالٰی : ﴿ فأما من أعطی و اتقی ﴾ : ۱۴۴۲۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ع ۱۵

’’اور ممکن نہیں کہ مومن سب کے سب نکل جائیں، سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں، جب ان کی طرف واپس جائیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جہاد سے واپس پلٹنے والے غازیوں کو ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائیں، جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جو ناراضگی اور غصہ ہے اس سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔ منافقین جہاد سے پیچھے رہتے تھے، ان کے طرزِ عمل کو اختیار کرنے سے لوگوں کو بچائیں، دن رات دعوت دین میں مصروف رہیں۔ لوگوں کو جہاد کے لیے ابھاریں، جہادی محاذوں پر جس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کا دین سیکھا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کو اپنی آنکھوں سے اترتے دیکھا ہے وہ بیان کریں تاکہ پوری قوم غلبۂ دین کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور آخرت کے عذاب سے ڈر کر جہادی راہوں کو اختیار کرے۔

دوسری تفسیر اس آیت کی یہ ہے کہ پوری قوم بیک وقت علم دین حاصل کرنے کے لیے نہ نکلے، ہر جماعت اور ہر قبیلہ کے چند افراد کو علم دین حاصل کرنا ضروری ہے اور علماء کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے برے نتائج سے ڈرائیں۔ علم دین حاصل کرنے کی بڑی فضیلت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [المجادلة : ۱۱] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل جاؤ تو کھل جاؤ، اللہ تمھارے لیے فراخی کر دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ، اللہ ان

لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔“

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص سے اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرًا : ۷۱]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو علم اور ہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما کر مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زور کے ساتھ زمین پر برستی ہے تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت گھاس اور سبزہ اگاتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اسے پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں اور کچھ بارش زمین کے ایسے حصے کو پہنچتی ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتا ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ سبزہ اگاتا ہے، بس یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے اور اسے وہ چیز نفع دے جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اور (اس دین کو) پڑھے اور پڑھائے۔ اور مثال ہے اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر (تک) نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ (معدنی) کانوں کی مثل ہیں، ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں، بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب المناقب : ۳۴۹۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف علیہ السلام : ۲۳۷۸]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے جہاد کے سلسلہ میں یہ حکم دیا کہ پہلے ان کافروں سے جنگ کی جائے جو مدینہ کے قریب رہتے ہیں اور جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو آگے بڑھا جائے اور ان کے بعد رہنے والے کافروں سے جنگ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اصول کو برتا۔ آپ نے پہلے جزیرۂ عرب میں آباد مشرکین سے قتال کیا۔ جب ان سے فارغ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ، طائف، یمن، یمامہ، ہجر، خیبر، حضرموت وغیرہ اقالیم پر مسلمانوں کو غلبہ عطا فرما دیا اور عرب کے سارے قبائل فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب تک دعوتِ اسلام پہنچانے کے لیے تبوک تک گئے اور

وہاں بیس دن رہنے کے بعد واپس ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں جہاد کی تحریک کو جاری رکھا، یہاں تک کہ اردن، شام، عراق اور فارس کے علاقے اسلام کے زیر نگیں ہو گئے اور اسلام کا جھنڈا ہر طرف لہرانے لگا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کافروں سے جہاد کرتے ہوئے کسی قسم کی نرمی کا مظاہرہ نہ کریں، ورنہ اس کے خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے نرم اور کافروں کے لیے سخت ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ١ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [المائدة : ٥٤] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت۔“ اور فرمایا: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ١ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ [الفتح : ٢٩] ”محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔“

دین اسلام کے نزول سے اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ یہ دین نافذ ہو، ہر جگہ اور پوری طرح نافذ ہو۔ اس منشائے الٰہی کو پورا کرنے کا ذریعہ جہاد و قتال فی سبیل اللہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے اور اسے فرض کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ١ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ١ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ١ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢١٦] ”تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدة : ٣٥] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٢٤٤] ”اور اللہ کے راستے میں لڑو اور جان لو کہ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ١ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الأنفال : ٣٩] ”اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض پرداز ہوا، یا رسول اللہ! کوئی آدمی غنیمت کے لیے لڑتا ہے، کوئی ناموری کے لیے لڑتا ہے اور کوئی اپنا مرتبہ دکھانے کے لیے، ان میں سے کون سی

جنگ اللہ کے راستے میں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو شخص اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو وہ اللہ عزوجل کے راستے میں (لڑتا) ہے۔'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا ...... الخ : ۱۹۰۴۔ بخاری، کتاب العلم، باب من سأل وھو قائم عالمًا جالسًا : ۱۲۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو مجھ سے ان کی جان اور ان کے مال محفوظ ہو جائیں گے، مگر اسلام کا حق (ان سے لیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا وأقاموا الصلوۃ ﴾ : ۲۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا إلہ إلا اللہ : ۲۲]

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔''

اس سورت میں منافقین کے کردار کی جو نقاب کشائی کی گئی ہے یہ آیات اس کا بقیہ اور تتمہ ہیں۔ اس میں بتلایا جا رہا ہے کہ جب ان کی غیر موجودگی میں کوئی سورت یا اس کا کوئی حصہ نازل ہوتا اور ان کے علم میں بات آتی تو وہ استہزا اور مذاق کے طور پر آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ اس سے تم میں سے کسی کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو بھی سورت اترتی ہے اس سے اہل ایمان کے ایمان میں ضرور اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے ایمان کے اضافے پر خوش ہوتے ہیں۔ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے، محدثین کا مسلک بھی یہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۲] ''اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳] ''بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

’’اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔‘‘

’’مرض‘‘ سے مراد نفاق اور آیات الٰہی کے بارے میں شکوک وشبہات ہیں، فرمایا، البتہ یہ سورت منافقین کو ان کے نفاق اور خبث میں اور بڑھا دیتی ہے اور وہ اپنے کفر ونفاق میں اس طرح پختہ تر ہو جاتے ہیں کہ انھیں توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی اور ان کا خاتمہ کفر ہی پر ہوتا ہے۔ یہ گویا ان کی بدبختی کی انتہا ہے کہ جن باتوں سے لوگوں کے دل ہدایت پاتے ہیں، وہی باتیں ان کی ضلالت وگمراہی کا باعث ہوتی ہیں۔

قرآن مجید مومن کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ورحمت ہے۔ اس کے نزول سے منافق پیچ وتاب کھاتا ہے، وہ کر تو کچھ نہیں سکتا، البتہ قرآن مجید کا مذاق اڑانے لگتا ہے اور اسی طرح اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا ا۟تَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴾ [الجاثیة : ۷ تا ۱۱]

’’بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور نہ وہ ان کے کچھ بھی کام آئے گا جو انھوں نے کمایا اور نہ وہ جو انھوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنائے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ یہ سراسر ہدایت ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔‘‘

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’خبردار ہو جاؤ! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھو! وہ دل ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینہ : ۵۲۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال و ترک الشبهات : ۱۵۹۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، لیکن تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم و خذله : ۲۵٦٤/۳٤]

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾

’’اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک وہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی وہ نصیحت پکڑتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنوں کے لیے دعوت تعجب ہے کہ ذرا کوئی ان منافقین کی کم عقلی تو دیکھے کہ ہر سال ایک یا دو باران کی منافقتوں کا پردہ فاش ہوتا رہتا ہے۔ ہر سال ایک یا دو بار رسول اللہ ﷺ اور مومنین جہاد کرتے ہیں اور انھیں فتح و کامرانی حاصل ہوتی ہے اور منافقوں کے دل پر چرکے لگتے رہتے ہیں، لیکن پھر بھی وہ کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتے اور تائب ہو کر صدق دل سے اسلام قبول نہیں کرتے۔ گزشتہ قوموں کا عبرت ناک انجام بیان کرتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٢، ٤٣] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہوگئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔‘‘

وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾

’’اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان کا بعض بعض کی طرف دیکھتا ہے کہ کیا تمھیں کوئی دیکھ رہا ہے؟ پھر واپس پلٹ جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں، اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے۔‘‘

اور جب کوئی سورت منافقین کی موجودگی میں نازل ہوتی ہے تو بطور استہزا اور آسمانی وحی کا انکار کرتے ہوئے آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کرتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے انھیں کوئی نہیں دیکھ رہا تو اس مجلس سے کسک جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا لوٹنا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو کفر و نفاق کی طرف پھیر دیا ہے۔ اس ظالمانہ اور غیر منصفانہ رویے، حسد و ہٹ دھرمی اور نفاق کا انجام بد انھیں یہ دیکھنا پڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اب انھیں ہدایت ملے تو کیسے ملے؟

ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [المنافقون : ٣] ’’یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔‘‘ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے منافقین کی چپکے سے کھسک جانے کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور : ٦٣] ''رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمھارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین : ۲۷۸۴]

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

''بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو احسانوں کا ذکر فرمایا، پہلا احسان یہ کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا، انسانوں کو قعر مذلت سے نکالنے، دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود سے ہمکنار کرنے کا اہتمام کیا۔ دوسرا احسان یہ کیا کہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جو رسول مبعوث کیا وہ انھی میں سے کیا، کسی دوسری مخلوق میں سے نہیں کیا۔ اگر رسول کسی دوسری مخلوق سے مبعوث کرتا تو نہ وہ انسانوں سے مانوس ہوتا اور نہ انسان اس سے مانوس ہوتے۔ نہ وہ صحیح معنوں میں انسانوں کے لیے نمونہ بنتا اور نہ انسان نفسیاتی طور پر اس کی پیروی کرنے پر قادر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ مومنوں کو اپنے ان احسانات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [آل عمران : ١٦٤] ''بلاشبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الکہف : ١١٠] ''کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی

معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔“

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ : اب اس رسول کی صفات شروع ہو رہی ہیں، پہلی صفت یہ ہے کہ تمھاری تکلیف ان پر سخت ناگوار اور بڑی شاق گزرتی ہے۔ اکثر اوقات آپ ﷺ پر غم کی شدت، دکھ، پریشانی اور صدمہ اتنا بڑھ جاتا کہ اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن بنا دیا اور آپ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ﴾ [الکهف : ٦] ”پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ﴾ [آل عمران : ١٧٦] ”اور وہ لوگ تجھے غمزدہ نہ کریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، بے شک وہ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ ﴾ [الشورٰی : ٤٨] ”پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ جو علاقہ یمامہ کے سردار تھے، مسلمان ہو گئے اور اہل مکہ کے پاس پہنچے تو وہاں کسی نے کہا کہ تو ”صابی“ ہو گیا ہے۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ہرگز نہیں، میں تو محمد ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان ہو چکا ہوں۔ (سنو! تمھاری اسلام دشمنی اور اس بدزبانی کی وجہ سے) اللہ کی قسم! آج کے بعد (میرے علاقے) یمامہ سے تمھارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا، ہاں، ایک صورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت دے دیں۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة ...... الخ : ٤٣٧٢]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آیا یوم احد سے بھی کوئی زیادہ سخت دن آپ پر گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے تمھاری قوم (قریش) سے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں، مگر سب سے زیادہ تکلیف جو اٹھائی، وہ عقبہ کے دن تھی۔ جب میں نے اپنی دعوت (طائف کے سردار) ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کی تو اس نے میری دعوت کو رد کر دیا، چنانچہ میں رنجیدہ ہو کر (وہاں سے) چلا آیا۔ ابھی مجھے افاقہ نہ ہوا تھا کہ قرن الثعالب پہنچا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو بادل کے ایک ٹکڑے کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا۔ اس میں میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ انھوں نے مجھے آواز دی اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ سے آپ کی قوم کی گفتگو اور ان کا جواب سن لیا، اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ اسے کافروں کے بارے میں جو چاہیں حکم دیں۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا اور پھر کہنے لگا، اے محمد! یہ سب کچھ آپ کی مرضی پر منحصر ہے، اگر آپ چاہیں تو میں (اخشبین نامی) دو پہاڑوں کو ان کافروں پر لا کر رکھ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(نہیں!) مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ بالکل

شرک نہیں کریں گے۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين والملائكة ...... الخ : ٣٢٣١۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من أذى المشركين المنافقين : ١٧٩٥]

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک شخص کہنے لگا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں نماز فجر با جماعت ادا کرنے سے پیچھے رہ جاتا ہوں، کیونکہ فلاں شخص ہمیں طویل نماز پڑھاتا ہے۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وعظ کرتے ہوئے اس دن سے زیادہ غضب ناک کبھی نہیں دیکھا تھا، آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کچھ لوگ نفرت دلانے والے ہیں، (سنو!) تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز میں تخفیف کرے، اس لیے کہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضروری کام کاج والے ہوتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب تخفيف الإمام في القيام : ٧٠٢]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو تنگی میں نہ ڈالو، انھیں تسلی و تشفی دو، نفرت نہ دلاؤ۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ : يسروا ولا تعسروا : ٦١٢٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک دین بہت آسان ہے۔“ [بخاری، کتاب الإيمان، باب الدين يسر : ٣٩]

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ : دوسری صفت یہ ہے کہ آپ دل سے تمنا کرتے ہیں کہ آپ کی امت جہنم میں نہ ڈال دی جائے اور یہ بھی تمنا کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی طرف اپنی امت کی رہنمائی کر دیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک میری اور لوگوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب آگ نے اپنے ارد گرد کو روشن کر دیا تو پتنگے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں، وہ آگ میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ آگ جلانے والا آدمی انھیں آگ سے پرے ہٹاتا ہے، لیکن وہ اس پر غالب آ کر آگ میں کود پڑتے ہیں۔ اور میں بھی تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ کر کھینچتا ہوں، تاکہ تم جہنم کی آگ میں نہ جاؤ، لیکن (تم مجھ سے دامن چھڑا کر) زبردستی جہنم کی آگ میں داخل ہوتے ہو۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی : ٦٤٨٣۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته ...... الخ : ٢٢٨٤]

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ : تیسری صفت یہ ہے کہ نبی ﷺ مومنوں کے لیے بہت ہی رحم دل ہیں، اسی وجہ سے چاہتے ہیں کہ وہ عمل صالح کریں اور گناہوں کا ارتکاب نہ کریں، تاکہ اللہ کی جنت کے حق دار بنیں۔ سیدنا ابو رفاعہ تمیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسے وقت میں حاضر ہوا جب آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں ایک مسافر آدمی ہوں، دین سیکھنے کے لیے آیا ہوں، کیونکہ میں دین کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ چنانچہ دوران خطبہ ہی رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے، میری بات سن کر آپ نے اپنا خطبہ

وہیں چھوڑا اور منبر سے نیچے اتر کر میرے پاس تشریف لے آئے۔ بعد ازاں ایک کرسی لائی گئی اور رسول اللہ ﷺ اس پر بیٹھ کر مجھے دین کے احکام سکھانے لگے اور اس کے بعد آپ اپنے خطبے کی طرف آئے اور اس کا آخری حصہ مکمل کیا۔ [مسلم، كتاب الجمعة، باب حديث التعليم فى الخطبة : ٨٧٦]

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس دن ٹھہرے۔ آپ نے گمان کیا کہ شاید ہم اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہتے ہیں تو آپ نے ہم سے ان لوگوں کے متعلق پوچھا جنھیں ہم اپنے گھروں میں چھوڑ آئے تھے۔ ہم لوگوں نے آپ سے بیان کر دیا، آپ رفیق و رحیم تھے، سو فرمایا: ''اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ، انھیں (اسلام کی) تعلیم دو اور حکم دو (کہ وہ اسلام پر عمل کریں)، نیز نماز پڑھو، جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے، پھر تم میں سے جو سب سے بڑا ہو وہ تمھاری امامت کرائے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ٦٠٠٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور میری نیت یہ ہوتی ہے کہ میں اسے لمبا کروں گا، لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہوگی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب من أخف الصلوة عند بكاء الصبى : ٧٠٧۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلوة فى تمام : ٤٧٠]
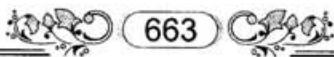
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کچھ دیہاتی لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے، کیا آپ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، ہاں! تو وہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہم تو اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں سے رحمت کو کھینچ لیا ہے تو میں کیا کروں؟'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال : ٢٣١٧۔ بخاری، كتاب الأدب، رحمة الولد وتقبيله : ٥٩٩٨]

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾

ع ١٦ ٥

''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔''

سورۂ توبہ کی اس آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر اب بھی یہ کافر، مشرک اور منافق آپ کی لائی ہوئی پر شفقت دعوت اور نور ہدایت سے مزین دین قبول کرنے کی بجائے اس سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ ان کی فکر نہ کریں، بلکہ اعلانیہ ان سے کہہ دیں کہ میرے لیے تو میرا اللہ کافی ہے، میں تو اسی ذات پر کامل بھروسا کیے ہوئے ہوں، وہ بڑی طاقت، قوت اور قدرت والی ذات ہے اور وہ تو عرش عظیم کا مالک ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت انھوں نے کہا: ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے ان سے کہا: ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳] ”وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين قال لهم الناس ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٣]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ یہ دعا پڑھ لے: « حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ » ”مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی تمام پریشانیوں سے نجات دے گا۔“ [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح : ٥٠٨١]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۱﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۲﴾

"الٓرٰ۔ یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرا اور جو لوگ ایمان لائے انھیں بشارت دے کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ تو کھلا جادوگر ہے۔"

مشرکین مکہ اس بات پر حیرت کرتے تھے کہ انھی جیسا ایک آدمی ان کی رہنمائی کے لیے بھیجا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حیرت پر نکیر کی ہے کہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، بلکہ اگر وہ رسول فرشتہ یا جن ہوتا تو حیرت کی بات تھی۔ اس لیے کہ بنی نوع انسان یا تو اسے دیکھ نہ پاتے، یا اگر دیکھ پاتے تو اس سے مانوس نہ ہوتے، کیونکہ انسان اپنے ہی جیسے جسد خاکی رکھنے والے انسان کے ساتھ مانوس ہوتا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کا مبعوث ہونا فطرت اور عقل کے تقاضے کے مطابق تھا اور جب مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ لوگوں کو آخرت کے دن کے عذاب سے ڈرائیں اور مومنوں کو خوش خبری دیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ایمان اور عمل صالح کا اچھے سے اچھا بدلہ دے گا اور شافع محشر محمد ﷺ ان کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ لیکن کفار قریش نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور جب ان سے کچھ نہ بن پڑا تو کہنے لگے کہ یہ آدمی تو صریح جادوگر ہے اور یہ قرآن کھلا جادو ہے جو انسانوں کو مسحور کر دیتا ہے، یہ آسمان سے نازل شدہ اللہ کی کتاب نہیں ہے۔

وَ بَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ : "قَدَمَ صِدۡقٍ" کا مطلب بلند مرتبہ، احسن اور وہ اعمال صالحہ ہیں جو ایک مومن آگے بھیجتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنۡ يَّاۡتِهٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ

الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾ [طٰهٰ : ۷۵، ۷۶] ”اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہمیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [القمر : ۵۴، ۵۵] ”بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔“

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ : یعنی ان کے بیان میں جو جادو ہے وہ ان کے جادوگر ہونے کا نتیجہ ہے نہ کہ رسول ہونے کا، ارشاد فرمایا: ﴿ صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ﴾ [صٓ : ۱ تا ۲] ”صٓ۔ اس نصیحت والے قرآن کی قسم! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ بَلْ عَجِبْتَ وَ يَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [الصافات : ۱۲ تا ۱۵] ”بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انھیں نصیحت کی جائے وہ قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔“

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

”بے شک تمھارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تمھارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟“

اس آیت سے ربوبیت کے دلائل اور ان کے نتائج کا آغاز ہو رہا ہے۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ ایام میں پیدا کیا، یعنی یہ کائنات از خود وجود میں نہیں آ گئی، جیسا کہ دہریوں کا خیال ہے۔ پھر عرش پر قرار پکڑا۔ پھر وہ کائنات کو پیدا کر کے بیٹھ نہیں گیا، جیسا کہ بعض گمراہ لوگوں کا خیال ہے، بلکہ اس کا پورا انتظام چلا رہا ہے۔ شمس و قمر اور ستارے سب اسی کے حکم کے مطابق گردش کر رہے ہیں۔ اس کا رعب و دبدبہ اور اس کا تصرف اتنا زیادہ ہے کہ کوئی اس کے سامنے کسی دوسرے کی سفارش بھی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، الا یہ کہ وہ خود ہی کسی کی سفارش کی اجازت دے۔ لہٰذا ان سب باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ اس با اختیار اور مقتدر ہستی کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، کیونکہ وہی تمھارا پروردگار ہے۔

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ : ارشاد فرمایا : ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرة : ٢٥٥] ''کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴾ [النجم : ٢٦] ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ [سبا : ٢٣] ''اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔''

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۝

''اسی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، اللہ کا وعدہ ہے سچا۔ بے شک وہی پیدائش شروع کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا، تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، انھیں انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے نہایت گرم پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔''

یعنی جس اللہ نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے اور وہ دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ کام اس کے لیے پہلے کی نسبت زیادہ آسان ہے اور تمھیں دوبارہ پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس دارِ فانی میں جس کسی نے ایمان لا کر اچھے کام کیے ہوں انھیں اس کا اچھا بدلہ دیا جائے، اور جس نے برے کام کیے ہیں انھیں برا بدلہ دیا جائے۔

اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ : یعنی وہ اپنی ہر مخلوق کو دوبارہ اسی طرح زندہ کرے گا جس طرح اس نے پہلی بار پیدا فرمایا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ [الروم : ٢٧] ''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے گالی دی، حالانکہ اسے زیبا نہیں کہ وہ مجھے گالی دے اور اس نے میری تکذیب کی، حالانکہ اسے یہ بھی زیبا نہیں تھا۔ اس کی گالی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا بیٹا ہے اور اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے پہلی بار پیدا کیا، دوبارہ (موت کے بعد) وہ مجھے زندہ نہیں کر سکے گا۔'' [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قول الله تعالى : ﴿ وهو الذي يبدأ الخلق ثم يعيدهٗ وهو أهون عليه ﴾ : ٣١٩٣]

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ : یعنی کفر وانکار کے سبب انھیں قیامت کے دن دوزخ کی لپیٹ اور کھولتے ہوئے گرم پانی اور سیاہ دھوئیں کے بادلوں کی صورت میں مختلف قسم کے عذاب دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ۝ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴾ [صٓ : ٥٧، ٥٨] ''یہ ہے (سزا) سو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔ اور دوسری اس کی ہم شکل کئی قسمیں۔'' اور فرمایا: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴾ [الرحمٰن : ٤٣، ٤٤] ''یہی ہے وہ جہنم جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ اس کے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس آدمی کو ہوگا جسے (صرف) آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ٢١١]

﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نشانیوں کو بیان کیا ہے جنھیں اس نے پیدا فرمایا اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کے لیے نشان بنا دیا ہے، مثلاً اس نے سورج سے نکلنے والی شعاعوں کو ضیا بنا دیا اور چاند سے نکلنے والی شعاعوں کو نور بنا دیا، دن کو اس نے سورج کا راج قائم کر دیا اور رات کو چاند کا۔ پھر چاند کی اس نے منزلیں مقرر فرما دیں کہ ابتدا میں جب چاند طلوع ہوتا ہے تو بہت چھوٹا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ اس کے وجود اور اس کے نور میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ بدرِ کامل، یعنی چودھویں رات کا چاند بن جاتا ہے، پھر وہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مہینے کے پورا ہونے پر وہ اپنی پہلی اور ابتدائی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ٣٨ تا ٤٠] ''اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔ اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک

کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سورج اور چاند کو گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا، بلکہ یہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔“ [بخاری، کتاب صلاۃ الکسوف، باب لا تنکسف الشمس لموت أحد ولا لحیاته : ١٠٥٨۔ مسلم، کتاب صلاۃ الکسوف، باب صلاۃ الکسوف : ٩٠١/٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو مقرر کیا (کہ وہ یہ اعلان کرے) « اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ » ”نماز جمع کرنے والی ہے (یعنی نماز کے لیے جمع ہو جاؤ)۔“

[مسلم، کتاب صلاۃ الکسوف، باب صلوۃ الکسوف : ٩٠١/٤]

مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ : یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے عبث پیدا نہیں کیا، بلکہ اس میں عظیم الشان حکمت و مصلحت کار فرما ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴾ [صٓ : ٢٧] ”اور ہم نے آسمان و زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا آگ کی صورت میں بڑی ہلاکت ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴾ [المؤمنون : ١١٥، ١١٦] ”تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ پس بہت بلند ہے اللہ، جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے۔“

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝

”بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔“

یعنی رات اور دن کا ایک دوسرے کے بعد پورے انتظام کے ساتھ آتے رہنا اور کبھی اس میں کوئی خلل واقع نہ ہونا، دونوں کا کبھی چھوٹا اور بڑا ہونا، رات کی تاریکی اور دن کی روشنی، فضا میں تیرتے کواکب و سیارات، ہوائیں اور بارش، انسان اور حیوان، خشکی اور تری، پہاڑ اور وادیاں اور شجر و حجر، سب یقیناً اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی کمال قدرت اور اس کی عظیم ترین سلطنت پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ انسان صرف اس کی عبادت کرے، اسی سے
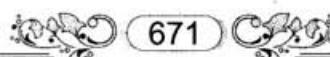
غایت درجہ کی محبت رکھے، اسی سے ڈرے، اسی سے امید رکھے اور ہر حال میں اس کا شکر گزار رہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ”بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“

وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ : یعنی وہ نشانیاں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴾ [یوسف : ۱۰۵] ”اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے گزرتے ہیں اور وہ ان سے بے دھیان ہوتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴾ [سبا : ۹] ”تو کیا انھوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان و زمین میں سے ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اگر ہم چاہیں انھیں زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہے۔“

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷ اُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۹ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰

”بے شک وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، ان کے نیچے سے نعمت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کی دعا ان میں یہ ہو گی ”پاک ہے تو اے اللہ!“ اور ان کی آپس کی

دعا ان (باغات) میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔“

یوم آخرت کے ذکر کے بعد اس کے منکرین اور پھر اس پر یقین رکھنے والوں کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے، دنیا کی زندگی ہی پر شاداں و فرحاں رہتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر نہیں کرتے ان کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ نے جہنم بتایا ہے اور جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کرتے ہیں، اللہ انھیں ان کے ایمان کی بدولت جنتوں تک پہنچا دے گا جن میں ان کے قدموں تلے نہریں جاری ہوں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل جنت کی دعا اللہ کی تسبیح و تقدیس ہوگی۔ اس لیے کہ جب وہاں انھیں ہر قسم کی نعمتیں مل جائیں گی اور امروز فردا کے اندوہ و غم سے یکسر آزاد ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر اللہ کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہیں گے اور ایک دوسرے کو سلام کرتے پھریں گے۔ اور اپنی دعا کے اختتام پر ”الحمد للہ رب العالمین“ کہا کریں گے۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کے افراد کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند، جنت میں نہ تو انھیں تھوک آئے گا، نہ ناک کی ریزش، نہ پاخانہ، ان کے برتن سونے کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا رہے گا، ان کا پسینا مشک (جیسا خوشبودار) ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی دو دو بیویاں ہوں گی، لطافت حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا، نہ اہل جنت میں آپس میں اختلاف ہوگا اور نہ بغض و کدورت، سب کے دل ایک ہوں گے، وہ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة : ۳۲۴۵۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة و أهلها ...... الخ: ۲۸۳٤/۱۷]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جنتی جنت میں کھائیں گے اور پییں گے، لیکن نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے۔“ صحابہ نے پوچھا کہ جو کھانا وہ کھائیں گے وہ کہاں جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ”بس ڈکار آئے گا اور پسینا آئے گا، جس سے خوشبو مشک کی طرح آئے گی (اور ان کا کھانا تحلیل ہو جائے گا)، انھیں تسبیح اور تحمید اس طرح سکھائی جائے گی جس طرح تمھیں سانس لینا سکھایا جاتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة و أهلها ...... الخ : ۲۸۳۵]

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴾ [إبراهيم : ۲۳] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال

کیے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں اپنے رب کے اذن سے ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴾ [مریم : ٦٠ تا ٦٢] ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہمیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کے لیے اس میں ان کا رزق صبح و شام ہوگا۔''

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

''اور اگر اللہ لوگوں کو برائی جلدی دے انھیں بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح تو یقیناً ان کی طرف ان کی مدت پوری کر دی جائے۔ تو ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، چھوڑ دیتے ہیں، وہ اپنی سرکشی ہی میں حیران پھرتے ہیں۔''

اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جس طرح انسان خیر کے طلب کرنے میں جلدی کرتا ہے، اسی طرح وہ شر (عذاب) کے طلب کرنے میں بھی جلدی کرتا ہے۔ وہ اللہ کے پیغمبروں سے کہتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے کر آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ان کے اس مطالبہ کے مطابق ہم جلدی عذاب بھیج دیتے تو کبھی کے یہ موت اور ہلاکت سے دوچار ہو چکے ہوتے، لیکن ہم مہلت دے کر انھیں پورا موقع دیتے ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جس طرح انسان اپنے لیے خیر اور بھلائی کی دعائیں مانگتا ہے، جنھیں ہم قبول کرتے ہیں، اسی طرح جب انسان غصے یا تنگی میں ہوتا ہے تو اپنے لیے اور اپنی اولاد وغیرہ کے لیے بد دعائیں کرتا ہے، جنھیں ہم اس لیے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ یہ زبان سے تو ہلاکت مانگ رہا ہے مگر اس کے دل میں ایسا ارادہ نہیں ہے، لیکن اگر ہم انسانوں کی بد دعاؤں کے مطابق انھیں فوراً ہلاکت سے دوچار کرنا شروع کر دیں، تو پھر جلد ہی یہ لوگ موت اور تباہی کا منہ دیکھ لیا کریں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ظالم ہوں گے اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لائیں گے اللہ انھیں کفر و طغیان میں یونہی بھٹکتا ہوا چھوڑ دے گا۔

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندے کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے، جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ کرے۔'' لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! جلدی کرنے کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یوں کہے کہ میں نے دعا کی، پھر

دعا کی، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ قبول ہو، پھر نا امید ہو جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب بیان أنه یستجاب للداعی ما لم یعجل : ۲۷۳۵/۹۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی جانوں، اپنی اولادوں، اپنے خادموں اور اپنے مالوں کے لیے بد دعا نہ کرو، (ایسا نہ ہو) کہ تمھاری زبان سے ایسے وقت میں بد دعا نکلے جس میں دعا قبول کی جاتی ہے اور تمھاری بد دعا قبول ہو جائے۔'' [أبو داؤد، کتاب الوتر، باب النهی أن یدعو الإنسان علی أهله و ماله : ۱۵۳۲]

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲

''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر، یا بیٹھا ہوا، یا کھڑا ہوا ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کی طرف، جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لیے مزین بنا دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

یہ انسان کی اس حالت کا تذکرہ ہے جو انسانوں کی اکثریت کا شیوہ ہے، بلکہ بہت سے اللہ کو ماننے والے بھی اس کوتاہی کا عام ارتکاب کرتے ہیں کہ مصیبت کے وقت تو خوب اللہ اللہ کی جا رہی ہے، لمبی چوڑی دعائیں ہو رہی ہیں، توبہ و استغفار کا اہتمام کیا جا رہا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ مصیبت کا وہ کڑا وقت نکال دیتا ہے تو پھر بارگاہِ الٰہی میں دعا و تضرع سے بھی غافل ہو جاتے ہیں اور اللہ نے ان کی دعائیں قبول کر کے انھیں جس ابتلا اور مصیبت سے نجات دی، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی بھی توفیق انھیں نصیب نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۵۱] ''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الزمر : ۴۹] ''پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ مجھے ایک علم کی بنیاد ہی پر دی گئی ہے، بلکہ وہ ایک آزمائش ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [هود : ۱۰، ۱۱] ''اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً بہت پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے، یہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔''

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی کتنا باعث تعجب ہے کہ یقیناً اس کے ہر معاملہ میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور یہ فضیلت مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے (وہ اس طرح) کہ اگر اسے کوئی راحت وخوشی نصیب ہوتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے، تو یہ اس کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف وغم پہنچتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ (صبر کرنا) بھی اس کے لیے باعث خیر ہی ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمره كله خير : ۲۹۹۹]

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تم سے پہلے بہت سے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جب انھوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔''

قرن کے معنی ایک عہد کے لوگ ہیں اور یہاں قرون سے ایسی اقوام مراد ہیں جنھوں نے اپنے اپنے دور میں عروج حاصل کیا تھا اور وہ اقوام عالم میں نامور شمار ہوتی تھیں اور ہلاک کرنے سے یہی مراد نہیں کہ ان پر کوئی ارضی وسماوی عذاب وغیرہ بھیج کر ان کی نسل تک کو تباہ کر ڈالا گیا تھا، بلکہ ہلاکت کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جتنا اس قوم نے عروج حاصل کیا تھا اتنا ہی وہ زوال پذیر ہو جائے، حتیٰ کہ اتنی قعر مذلت میں گرے کہ اقوام عالم میں وہ شمار کے قابل بھی نہ رہے، یعنی ان کے گناہوں کی پاداش میں بتدریج اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴾ [ق : ۳۶] ''اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلیں ہلاک کر دیں، جو پکڑنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں۔ پس انھوں نے شہروں کو چھان مارا، کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟''

اور فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚۖ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۳۹] ''اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴾ [سبا : ۴۵] ''اور ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے اور یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں

پہنچے جو ہم نے انھیں دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب کیسا تھا؟"

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

"پھر ان کے بعد ہم نے تمھیں زمین میں جانشین بنا دیا، تا کہ ہم دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔"

آیت میں خطاب ان مشرکین عرب سے ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھے کہ گزشتہ اقوام کے بعد اللہ نے تمھیں زمین کا مکین بنایا، تا کہ تمھیں بھی آزمائے اور معلوم کرے کہ تم لوگ اس کی اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع کرتے ہو یا نہیں۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یقیناً دنیا میٹھی، مزے دار اور سبز ہے (جیسے تازہ میوہ) اور اللہ تعالیٰ اس میں تمھیں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال سر انجام دیتے ہو، دنیا سے ہوشیار رہو اور عورتوں سے ہوشیار رہو، کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کا آیا تھا۔" [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب أكثر أهل الجنة الفقراء ...... الخ : ۲۷٤۲]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

"اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کوئی قرآن اس کے سوا لے آ، یا اسے بدل دے۔ کہہ دے میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں پیروی نہیں کرتا، مگر اسی کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

نبی کریم ﷺ جب مشرکین کے سامنے قرآن کریم کی ان آیتوں کی تلاوت فرماتے جن میں توحید باری تعالیٰ کا اثبات اور شرک باللہ کی تردید ہوتی، تو قیامت اور جزا و سزا کا انکار کرنے والے مشرکین بطور چیلنج یا بطور استہزا آپ سے کہتے کہ اس قرآن کے علاوہ اور قرآن لاؤ جس میں ہمارے بتوں کی عیب جوئی نہ ہو، یا ان آیتوں کے بدلے جن سے ہمیں تکلیف پہنچتی ہے دوسری آیتیں لے آؤ، جنھیں سن کر ہمیں تکلیف نہ پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں آپ کو یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں اس میں اپنی طرف سے ایک حرف کی تبدیلی نہیں لا سکتا۔ میں تو اللہ کا حکم بجا لانے والا ایک بندہ اور محض پیغمبر ہوں۔ میں تو صرف اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی کی اتباع کرتا ہوں۔ اگر میں نے اللہ کی نافرمانی

کی تو قیامت کے دن عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ : رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ جو کچھ آپ پر نازل کیا جا رہا ہے اور جس چیز کے اعلان کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ اسے بے کم و کاست پہنچا دیجیے، ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴾ [المائدۃ : ۶۷] ”اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ حقوق اللہ کی نگہداشت کرنے والا ہوں۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ۵۰۶۳]

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾

”کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمھیں اس کی خبر دیتا، پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

فرمایا کہ میں تمھارے سامنے قرآن کریم کی تلاوت اللہ کے ارادے اور اس کی مشیت کے مطابق کرتا ہوں، اگر اللہ چاہتا کہ نہ کروں تو میں نہیں کر سکتا تھا اور یہ قرآن میری طرف سے نہیں ہے، میں تو پیدائش سے لے کر بعثت تک پورے چالیس سال تمھارے درمیان رہا ہوں۔ میری صداقت و امانت کے چرچے تم میں سے ہر ایک کی زبان پر ہیں اور مجھے پڑھنا لکھنا بھی نہیں آتا، اب جب اللہ نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا تو اس کا نازل کردہ قرآن تمھیں سنانے لگا ہوں۔ کیا ان تمام دلائل و قرائن سے تم اس نتیجہ پر نہیں پہنچے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، میری یا کسی اور کی من گھڑت بات نہیں ہے؟ الغرض رسول اللہ ﷺ کی گزشتہ زندگی خود آپ کی نبوت کی زندہ شہادت ہے۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا: ﴿ وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۴۸] ”اور تو اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا، اس وقت باطل والے لوگ ضرور شک کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ﴾ [الشوریٰ : ۵۲، ۵۳] ”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف

اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، سن لو! تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے رسول اللہ ﷺ کی صفات دریافت کرتے ہوئے پوچھا، کیا دعوائے نبوت سے پہلے کبھی (کسی موقع پر) اس نے جھوٹ بولا ہے؟ تو اس نے باوجود دشمن اور کافر ہونے کے کہا کہ نہیں، تو ہرقل نے (نتیجہ بیان کرتے ہوئے) کہا تھا کہ میں کیسے مان لوں کہ ایک شخص لوگوں کے معاملات میں تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بولے اور بہتان باندھے۔[بخاری، کتاب بدء الوحی، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ۷]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ترجمانِ کسریٰ سے کہا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک نبی بھیجا ہے، جو ہم میں سب سے زیادہ شرف والا، حسب نسب میں ہم سب سے ممتاز اور گفتگو میں سب سے زیادہ سچا ہے، اس کے والدین کو ہم جانتے ہیں۔[مصنف ابن أبي شيبة : ۱٦/۷، ح : ۳۳۷۸۲۔ بخاری، کتاب الجزية والموادعة، باب الجزية والموادعة ...... الخ : ۳۱۵۹]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کے نزول کا آغاز ہوا اور آپ کی عمر چالیس سال تھی، تو آپ مکہ میں تیرہ سال رہے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دے دیا گیا، تو آپ نے مدینہ میں دس سال گزارے اور جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب مبعث النبي ﷺ : ۳۹۰۲، ۳۸۵۱]

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

''پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے، یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے۔''

یہ بھی مشرکین کی گزشتہ استہزا آمیز بات کی تردید کا ایک حصہ ہے کہ اس آدمی سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے؟ جیسا کہ مسیلمہ کذاب، سجاح اور اسود عنسی وغیرہ نے کیا تھا، یا جب اللہ کے سچے رسول (ﷺ) کے ذریعے اس کی آیتیں اس تک پہنچیں تو ان کی تکذیب کرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۳۲] ''پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں؟''

اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ [الأنعام : ۹۳] ''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا کہے میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی اور جو کہے میں (بھی) ضرور اس جیسا نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا۔''

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو لوگ آپ کی زیارت کے لیے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا، آپ کے چہرے پر نظر پڑتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا، پاس گیا تو سب سے پہلے آپ کی زبان مبارک سے یہ سنا: ''لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور راتوں کو لوگوں کی نیند کے وقت تہجد کی نماز پڑھا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' [ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث أفشوا السلام : ۲۴۸۵۔ ابن ماجه، کتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام : ۳۲۵۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا، (بھائیو!) تم لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہم نے کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سفید رنگ والے بزرگ ہیں، جو تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ تب وہ آپ سے مخاطب ہوا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند! آپ نے فرمایا: ''کہو! میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔'' وہ بولا، میں آپ سے کچھ باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور پوچھنے میں ذرا سختی بھی ہوگی، تو آپ اپنے دل میں میرے بارے میں کوئی برا خیال نہ لایئے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جو تمھارا دل چاہے پوچھو۔'' تب اس نے کہا، میں آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اللہ نے دنیا کے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!'' پھر اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا اللہ نے آپ کو دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!'' پھر کہنے لگا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ سال بھر میں رمضان کے مہینے کے روزے رکھو؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!'' پھر کہنے لگا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مال دار لوگ ہیں ان سے زکوۃ وصول کر کے ہمارے محتاجوں میں بانٹ دیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!'' تب وہ شخص کہنے لگا، جو احکام آپ اللہ کے پاس سے لائے ہیں، میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے لوگوں کی طرف سے تحقیق کے لیے آیا ہوں، میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میں بنی سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔ [بخاری، کتاب العلم، باب القراءة والعرض علی المحدث : ۶۳]

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾

''اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

مشرکین عرب کی کم عقلی کا ماتم کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے بجائے ان بتوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور ان کے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نزدیک ان کے سفارشی بنیں گے، تاکہ وہ انھیں عذاب نہ دے، یا یہ مراد ہے کہ ان کی سفارش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی دنیاوی حالت ٹھیک کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کا جواب اس طرح دینے کو کہا کہ کیا تم اس بات کی خبر دے رہے ہو کہ اللہ کی اجازت کے بغیر تمھارے کچھ سفارشی ہیں، حالانکہ اللہ کو اس کی خبر نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں رہنے والی اس کی مخلوقات میں سے کوئی اس کا شریک یا اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے حضور سفارش کرنے والا ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ : نفع و نقصان پہنچانا تو صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ۷٦] ''کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' یہ معبودانِ باطلہ کسی کو کیا نفع و نقصان پہنچائیں گے، یہ تو خود اپنے آپ کو نقصان سے نہیں بچا سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳] ''اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔''

وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ : مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ نفع و نقصان کا مالک تو اللہ ہی ہے، ان کے شرکاء صرف سفارشی ہیں۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ ہم براہِ راست اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتے، اس لیے ان شرکاء کو وسیلہ بناتے ہیں اور اسی لیے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴾ [الزمر : ۳] ''خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے

اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔"

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

"اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ان کی ابتدائے آفرینش ہی سے صرف دین توحید کا متبع بنایا تھا، پھر مرور زمانہ کے ساتھ انھی میں سے کچھ لوگوں نے دینِ فطرت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی اتباع شروع کر دی اور بتوں کی پرستش کرنے لگے اور مختلف جماعتوں میں بٹ گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کھاتے ہوئے انبیاء مبعوث کیے، جنھوں نے انھیں توحید کی دعوت دی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ کا پہلے سے یہ فیصلہ نہ ہوتا کہ وہ کسی کو بغیر حجت تمام ہوئے عذاب نہیں دیتا اور یہ کہ اللہ نے جزا و سزا کو قیامت کے دن تک مؤخر کر دیا تو اس دنیا ہی میں کافروں کو ہلاک کر دیتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۳] "لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔"

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آیا آدم علیہ السلام پیغمبر تھے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ ایسے نبی تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام بھی فرمایا تھا۔" وہ پھر پوچھنے لگا کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کے درمیان کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا: "دس صدیاں یا نسلیں۔" [مستدرك حاكم : ۲/۲۶۲، ح : ۳۰۳۹]

وَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾

''اور وہ کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی؟ سو کہہ دے غیب تو صرف اللہ کے پاس ہے، پس انتظار کرو، بے شک میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔''

مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کبر و غرور میں کہا کہ قرآن اور دیگر معجزات کی بجائے کوئی ایسی نشانی لاؤ جس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مردہ کو زندہ کرو، یا پہاڑ کو سونا بنا دو، یا آسمان سے تمھارے لیے کوئی مزین گھر اتار دیا جائے، تاکہ ہم تمھاری نبوت کی تصدیق کر سکیں، تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ آپ ان کے جواب میں کہیں کہ کسی نشانی کا نازل ہونا غیبی بات ہے، جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ مجھے یا تمھیں یا کسی اور مخلوق کو اس کا علم نہیں ہے، تو میں تمھاری مرضی کے مطابق کیسے کوئی نشانی لا سکتا ہوں؟ البتہ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں کہ اللہ کس کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ معجزہ نازل کرنے میں تاخیر کی ضرور کوئی مصلحت ہے، جب اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہو گی معجزہ نازل فرما دے گا۔ مزید برآں معجزہ کے نازل ہونے کے بعد بھی تمھارے ایمان کی کوئی توقع نہیں، اس وقت بھی کوئی بہانہ کر دو گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [الأنعام : ۷] ''اور اگر ہم ان پر کاغذ میں لکھی ہوئی کوئی چیز اتارتے، پھر وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے تو یقیناً وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، یہی کہتے کہ یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۱] ''اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر رہا اور دوسرا نیچے آ گیا۔ آپ نے (ان لوگوں سے جو اس وقت موجود تھے) فرمایا: ''دیکھو! گواہ رہنا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وانشق القمر ...... الخ ﴾ : ۴۸۶۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے کافروں نے آپ سے کہا کہ کوئی نشانی دکھاؤ تو آپ نے انھیں چاند کا پھٹنا دکھایا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وانشق القمر ...... الخ ﴾ : ۴۸۶۷]

وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْۤ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ

اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾

”اور جب ہم لوگوں کو کوئی رحمت چکھاتے ہیں کسی تکلیف کے بعد، جو انھیں پہنچی ہو، تو اچانک ان کے لیے ہماری آیات کے بارے میں کوئی نہ کوئی چال ہوتی ہے۔ کہہ دے اللہ چال میں زیادہ تیز ہے۔ بے شک ہمارے بھیجے ہوئے لکھ رہے ہیں جو تم چال چلتے ہو۔“

جو مشرکین مکہ کفر و عناد کی وجہ سے اپنی من مانی نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں ان کے خبث باطن اور اللہ کے ساتھ ان کی بدعہدی کا حال یہ ہے کہ جب قحط سالی اور تنگی رزق کے بعد اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتے ہوئے آسمان سے بارش بھیجتا ہے اور ان کی روزی میں وسعت دیتا ہے، تو اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اپنے بتوں کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا، آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کا عذاب تمھارے مکر و فریب سے زیادہ تیز ہے۔ فرشتے تمھاری سازشوں کو لکھ رہے ہیں، کوئی چیز ان سے مخفی نہیں ہے اور جب ان سے مخفی نہیں تو اللہ سے تمھاری سازشیں کیسے مخفی رہ سکتی ہیں؟ تمھیں ان کی سزا مل کر رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ناشکری اور اس ناشکری کی سزا میں بہت جلد آنے والے عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾ [الزمر : ۸] ”اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے، جس کی جانب وہ اس سے پہلے پکارا کرتا تھا اور اللہ کے لیے کئی شریک بنا لیتا ہے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کر دے۔ کہہ دے اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، یقیناً تو آگ والوں میں سے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴾ [ہود : ۱۰] ”اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً بہت پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۵] ”پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل کر دے دی، یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انھوں نے کہا یہ تکلیف اور خوشی تو ہمارے باپ دادا کو (بھی) پہنچی تھی۔ تو ہم نے انھیں اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔“

اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْۤ اٰيَاتِنَا : یعنی وہ مذاق اڑانے اور تکذیب کرنے لگتے ہیں، جیسا کہ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ حدیبیہ میں رات کو بارش ہوئی۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سوال کیا: ''جانتے ہو رات کو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟'' صحابہ نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے صبح اس حال میں کی ہے کہ کچھ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور کچھ میرے منکر، جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہمارے لیے بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستارے کا منکر اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے کے فلاں جگہ آنے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرا منکر ہے اور ستارے پر ایمان رکھنے والا ہے۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم : ٨٤٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كفر من قال مطرنا بالنوء : ٧١]

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَاۗءَھُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىھُمْ اِذَا ھُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾

''وہی ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انھیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چل پڑتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں تو ان (کشتیوں) پر سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جگہ سے موج آجاتی ہے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک ان کو گھیر لیا گیا ہے، تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ہر عبادت کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، یقیناً اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔ پھر جب اس نے انھیں نجات دے دی اچانک وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمھاری سرکشی تمھاری جانوں ہی پر ہے، دنیا کی زندگی کے فائدے کے لیے، پھر ہماری ہی طرف تمھارا لوٹ کر آنا ہے، تو ہم تمھیں بتائیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

اللہ کے ساتھ مشرکین کی بدعہدی کی ایک دوسری شکل یہ ہے کہ وہ کشتیوں میں سوار ہو کر موافق ہواؤں کے سہارے اپنی منزل کی طرف رواں ہوتے ہیں اور خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ اچانک طوفان کی زد میں آجاتے ہیں اور موج انھیں ہر طرف سے گھیرے میں لے لیتی ہے، تو پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں اور دل میں اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر انھیں موت سے نجات مل گئی تو اللہ کے شکر گزار بندے بن جائیں گے، لیکن جب انھیں اس بھنور سے

نجات ملتی ہے تو پھر سے کبر و عناد کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مخاطب کر کے کہا کہ تمھاری سرکشی تمھارے علاوہ کسی اور کو نقصان نہیں پہنچائے گی اور یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، پھر تمھیں اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، جہاں اللہ تمھیں تمھارے کرتوتوں کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ : اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جو یہ کام کر سکے اور جو یہ کام نہیں کر سکتا وہ معبود و مشکل کشا کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ [لقمان : ۳۱] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک کشتیاں سمندر میں اللہ کی نعمت سے چلتی ہیں، تاکہ وہ تمھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔ بے شک اس میں ہر بڑے صابر، بڑے شاکر کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ وَ لِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٦٥، ٦٦] ”پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس کی ناشکری کریں اور تاکہ فائدہ اٹھالیں، سو عنقریب وہ جان لیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴾ [لقمان : ۳۲] ”اور جب انھیں سائبانوں جیسی کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھی راہ پر قائم رہنے والے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہو۔“

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چار آدمیوں اور دو عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ جہاں پائے جائیں قتل کر دیے جائیں۔ ان میں سے ایک عکرمہ بن ابو جہل بھی تھے۔ عکرمہ نے یہ سنا تو سمندر کے راستے راہِ فرار اختیار کی، لیکن جب سفر شروع ہوا تو کشتی والوں کو تند و تیز ہوا نے آ لیا۔ کشتی والے کہنے لگے کہ خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو، کیونکہ اس وقت یہاں تمھارے (خود ساختہ) معبود تمھارے کچھ کام نہیں آئیں گے۔ عکرمہ نے (دل میں) کہا کہ اللہ کی قسم! اگر سمندر میں نجات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات دے سکتی ہے تو پھر خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا، اے اللہ! اگر تو نے مجھے اس طوفان سے نجات دے دی تو میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا، کیونکہ میں انھیں بہت زیادہ درگزر کرنے والا، مہربان پاتا

ہوں۔ چنانچہ وہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ [نسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فی المرتد : ۴۰۷۲]

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ : یعنی اپنی اس بغاوت کا مزہ تم خود ہی چکھو گے، تم اس سے کسی اور کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے، جیسا کہ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی سزا دنیا میں بھی جلدی دے دے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کی سزا باقی رکھے، سوائے ظلم و زیادتی اور قطع رحمی کے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی النھی عن البغی : ۴۹۰۲۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب فی عظم الوعید علی البغی وقطعیة الرحم : ۲۵۱۱]

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّيَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

''دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی آرائش حاصل کر لی اور خوب مزین ہو گئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ اس پر قادر ہیں تو رات یا دن کو اس پر ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر دیا، جیسے وہ کل تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو خوب سوچتے ہیں۔''

اس آیت میں دنیا کی بے ثباتی کی مثال بیان کی گئی ہے، جس طرح نباتات پر جوبن آتا ہے، پھلوں اور پھولوں کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، جو زمین کے اس قطعہ کو خوب زینت بخشتے ہیں، اسی طرح انسانوں پر جوانی آتی ہے جب اسے دنیا کی ہر چیز حسین نظر آنے لگتی ہے اور وہ دنیا کی رعنائیوں میں پوری طرح اپنا دل لگا لیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اب کچھ دن مزے اور عیش و آرام سے گزاریں گے اور زندگی کا لطف اٹھائیں گے تو اتنے میں اسے اللہ کا حکم یعنی موت اچانک آ لیتی ہے اور جس طرح کھیتی پر ناگہانی آفت آنے یا اس کے کٹ جانے کے بعد چند دنوں تک اس کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح مر جانے والا انسان بھی تھوڑی مدت کے بعد لوگوں کے دلوں سے محو ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے جب اس کا نام و نشان تک دنیا سے مٹ جاتا ہے۔

سورۂ ''القلم'' میں اللہ تعالیٰ نے چند باغ والوں کا قصہ بیان کیا ہے، جس سے دنیا کی بے ثباتی اور ناگہانی عذاب کا عبرت انگیز نقشہ سامنے آتا ہے۔ باغ والے پھلوں کے تیار ہو جانے کے بعد انھیں توڑنے پر اپنے آپ کو قادر سمجھتے تھے، لیکن

وہ غلطی پر تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿۱۹﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿۲۱﴾ أَنِ اغْدُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صٰرِمِينَ ﴿۲۲﴾ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخٰفَتُونَ ﴿۲۳﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿۲۴﴾ وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِينَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓا إِنَّا لَضَآلُّونَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۲۷﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿۲۸﴾ قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَلٰوَمُونَ ﴿۳۰﴾ قَالُوا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طٰغِينَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُونَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴾ [القلم : ۱۷ تا ۳۳] ''یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے کہ آج اس (باغ) میں تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا، بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بدنصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا، ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوٓا أَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِينَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوٰلِ وَالْأَوْلٰدِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطٰمًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوٰنٌ ۚ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتٰعُ الْغُرُورِ ﴾ [الحدید : ۲۰]

''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں بڑا ناز و نعمت میں پلا ہوگا اور اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا تو نے (دنیا میں) کبھی کوئی خیر و بھلائی دیکھی! کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی آیا؟ وہ جواب دے گا، نہیں، (کبھی نہیں) اللہ کی قسم! اے میرے رب! (اسی طرح) پھر اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ تکالیف و مصائب میں زندگی گزاری ہوگی، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے (دنیا میں) کوئی تکلیف دیکھی، کیا تجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ بھی آیا؟ تو وہ جواباً کہے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! میں نے کبھی کوئی تکلیف نہیں دیکھی، مجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ نہیں آیا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ۲۸۰۷]

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾

''اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔''

دنیا کی بے ثباتی بیان کرنے کے بعد اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی ہے جو امن و سلامتی کا گھر ہے، جہاں اہل جنت کو کوئی پریشانی اور کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۲۱] ''یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاۗءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۲۵ تا ۱۲۷] ''تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ اور یہ تمھارے رب کا راستہ ہے سیدھا۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ انھی کے لیے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا مددگار ہے، ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل شاہ روم کو اپنے خط میں تحریر فرمایا تھا: ''میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کرلو، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمھیں دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔'' [بخاری،

كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ۷۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتب النبي ﷺ إلى هرقل ملك الشام يدعوه إلى الإسلام : ۱۷۷۳]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں فرشتے (جبرائیل اور میکائیل) حاضر ہوئے، آپ اس وقت استراحت فرما رہے تھے، ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا (ان کی) آنکھ سو رہی ہے مگر دل بیدار ہے، پھر وہ کہنے لگے کہ تمھارے ان صاحب (یعنی رسول کریم ﷺ) کی ایک مثال ہے، اسے وہ مثال تو بیان کرو۔ ایک نے کہا یہ تو سو رہے ہیں، دوسرے نے کہا آنکھ سو رہی ہے مگر دل بیدار ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان بنایا اور (لوگوں کی دعوت کے لیے) کھانا پکایا، پھر ایک بلانے والے کو (لوگوں کے پاس) بھیجا۔ پس جس شخص نے اس بلانے والے کے کہنے کو قبول کیا وہ تو مکان میں بھی داخل ہو گا اور کھانا بھی کھائے گا اور جو بلانے والے کے کہنے کو قبول نہ کرے گا، وہ نہ تو مکان میں داخل ہو گا اور نہ کھانا کھائے گا۔ پھر انھوں نے کہا کہ اس کے لیے اس کی توضیح کرو، تاکہ یہ سمجھ جائیں۔ تو ایک کہنے لگا، یہ تو سو رہے ہیں، دوسرے نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے مگر دل بیدار ہے۔ پھر انھوں نے (اس مثال کی توضیح کو اس طرح) بیان کیا کہ وہ مکان جنت ہے اور اس کی طرف بلانے والے "محمد ﷺ" ہیں، جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو درحقیقت اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ (اچھے اور برے) لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔" [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۱]

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۶

"جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

اسلام کی دعوت آنے کے بعد لوگ دو جماعتوں میں بٹ گئے، ایک جماعت نے اس دعوت کو قبول کیا، دنیا کی رنگینیوں اور خواہشاتِ نفس سے ہٹ کر اللہ کی رضا جوئی کو اپنا مقصد حیات بنایا اور اس کی اس طرح عبادت کی کہ جیسے وہ اللہ کو دیکھ رہے ہوں۔ ایسے مومنین مخلصین کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی خوش خبری دی ہے اور اس سے بھی عظیم تر نعمت دیدار کا وعدہ کیا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ﴾ [النساء : ۱۷۳] "پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ انھیں ان کے

اجر پورے دے گا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ بھی دے گا۔" اور فرمایا: ﴿ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [النور : ۳۸] "تاکہ اللہ انھیں اس کا بہترین بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔"

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ﴾ اور فرمایا: "جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو اس وقت ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ اے جنتیو! تم سے اللہ کا ایک وعدہ (ابھی باقی) ہے، وہ چاہتا ہے کہ اسے بھی پورا کر دیا جائے۔ تو وہ کہیں گے، وہ کون سا وعدہ ہے؟ کیا اس نے ہمارے میزان بھاری نہیں کر دیے؟ کیا اس نے ہمارے چہروں کو نورانی نہیں کر دیا؟ اور کیا اس نے ہمیں جنت میں داخل کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ (وعدے تو سب پورے ہو چکے)۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت ان کے لیے حجاب کو ہٹا دیا جائے گا اور وہ اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔" پھر فرمایا: "اللہ کی قسم! انھیں اب تک کوئی ایسی نعمت عطا نہیں ہوئی ہو گی جو انھیں اس دیدار سے زیادہ محبوب ہو اور اس میں ان کی آنکھوں کے لیے زیادہ ٹھنڈک ہو۔" [مسند أحمد : ۴/۳۳۳، ح : ۱۸۹۶۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ربهم : ۱۸۱]

وَ الَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

"اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں، کسی بھی برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور انھیں بڑی ذلت ڈھانپے گی، انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں پر رات کے بہت سے ٹکڑے اوڑھا دیے گئے ہیں، جبکہ وہ اندھیری ہے۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

جن لوگوں نے دعوتِ اسلام کو ٹھکرا دیا، دنیا کی رنگینیوں میں کھو گئے اور شرک و معاصی کا ارتکاب کیا، ایسے لوگوں کو اللہ نے جہنم کی خوش خبری دی ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی ذلت و رسوائی نہیں ہو گی اور اللہ کے اس عذاب سے کوئی انھیں نہیں بچا سکے گا۔

مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴾ [القیامة : ۱۰ تا ۱۲] "اور انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، پناہ کی جگہ کوئی نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔"

﴿كَاَنَّمَاۤ اُغۡشِيَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّيۡلِ مُظۡلِمًا﴾ : یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ آخرت میں ان کے چہرے کالے سیاہ پڑ جائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ ابۡيَضَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فَفِىۡ رَحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ﴾ [آل عمران : ۱۰۶، ۱۰۷] ''جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ اَنۡ يُّفۡعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾ [القيامة : ۲۲ تا ۲۵] ''اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھنے والے اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسۡتَبۡشِرَةٌ ۝ وَوُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ عَلَيۡهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرۡهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾ [عبس : ۳۸ تا ۴۱] ''کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔ اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہوگا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہوگی۔''

وَيَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَشُرَكَآؤُكُمۡ ۚ فَزَيَّلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ اِيَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝۲۸ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اِنۡ كُنَّا عَنۡ عِبَادَتِكُمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ۝۲۹

''اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنھوں نے شریک بنائے تھے، کہیں گے اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تم اور تمھارے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ سو اللہ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کافی گواہ ہے کہ بے شک ہم تمھاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے۔''

جن لوگوں نے دعوتِ اسلام کو ٹھکرا دیا اور شرک باللہ کی راہ کو اختیار کیا، جب میدانِ محشر میں اپنے شرکاء کے ساتھ اکٹھے کیے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ تم سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو، یہاں تک کہ تمھیں اپنے شرک کا انجام معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد مشرکین اور ان کے شرکاء کے آپس کے تمام تعلقات ختم کر دیے جائیں گے۔ مشرکین کو اپنے شرکاء سے کسی شفاعت کی امید باقی نہیں رہے گی اور شرکاء اپنا دامن جھٹک کر کہہ دیں گے کہ تم ہماری نہیں بلکہ شیطان کی عبادت کرتے تھے اور اللہ شاہد ہے کہ نہ ہم نے تمھیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا اور نہ ہم نے ایسا چاہا تھا اور نہ

ہمیں اس کا کچھ علم ہے۔ اس وقت مشرکین کی بے بسی اور حسرت و یاس کا کیا عالم ہو گا، اس کا تصور اس جہاں میں نہیں کیا جا سکتا۔ ان شرکاء میں انسان، جن، فرشتے اور پتھر کے بنے بت بھی ہوں گے۔ فرشتے، انبیاء اور نیک لوگ تو اپنی زبانوں سے اعلانِ براءت کر دیں گے اور وہ دنیا میں بھی ان شرکیہ اعمال سے راضی نہیں تھے اور جو پتھر کے بنے بت ہوں گے، انھیں بھی اللہ تعالیٰ اس دن قوت گویائی دے گا، تاکہ مشرکوں سے اعلانِ براءت کر دیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٧] ”اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ﴾ [مريم : ٩٣، ٩٤] ”آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! مرد اور عورتیں ایک دوسرے (کے ستر) کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ وقت ایسا سخت ہو گا کہ اس چیز کا خیال بھی کوئی نہیں کرے گا۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٧]

وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ : یعنی وہ ان کی عبادت کا انکار کر کے ان سے براءت کا اظہار کر دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مريم : ٨١، ٨٢] ”اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہو گا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٥، ٦] ”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کو جمع کرے گا، پھر فرمائے گا کہ تم میں سے جو جس چیز کی پوجا کیا کرتا تھا وہ اس کے پیچھے لگ جائے، چنانچہ جو سورج کی پوجا کیا کرتا تھا وہ سورج کے پیچھے ہو جائے گا، جو چاند کی پوجا کیا کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کیا کرتا تھا وہ بتوں کے پیچھے لگ جائے گا۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ وجوه يومئذ ناظرة ﴾ : ٧٤٣٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ١٨٢]

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾

''اس موقع پر ہر شخص جانچ لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔''

میدانِ محشر میں جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا اور ہر آدمی پر خوف اور دہشت طاری ہوگی، ہر شخص اپنے اچھے اور برے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوگا، کچھ لوگوں کے اعمال رد کیے جا رہے ہوں گے تو کچھ کے قبول کیے جا رہے ہوں گے۔ کچھ کے نیک اعمال بہت ہی اچھی شکل میں ان کے سامنے آئیں گے اور کچھ کے برے اعمال بڑے بدشکل ہوں گے اور ہر شخص اپنے دنیاوی اعمال کو دیکھ رہا ہوگا۔ اس وقت تمام جھوٹے معبود غائب ہو چکے ہوں گے اور تمام بنی نوع انسان اپنے مولائے حقیقی کے روبرو ہوں گے جو بلا شرکتِ غیرے انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ : یعنی ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ جو عمل اس نے کیے تھے وہ من وعن محفوظ ہیں، کوئی عمل ضائع نہیں ہوا اور کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ گویا ہر شخص اپنے اعمال کو دیکھ کر اپنے انجام کے متعلق خود ہی فیصلہ کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ [بني إسرائيل : ١٤] ''اپنی کتاب پڑھ، آج تو خود اپنے آپ پر بطور محاسب کافی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] ''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ٧، ٨] ''تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔''

وَرُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ : یعنی مشرکین اللہ پر افترا باندھتے ہوئے اس کے سوا جن کی پوجا کرتے تھے، وہ سب پوجا کرنے والوں سے لاتعلق ہو کر چلتے بنیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝ اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۷۰ تا ۷٦] ”وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے اللہ کے سوا؟ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس وہ تکبر کرنے والوں کی بری جگہ ہے۔“

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

”کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ”اللہ“ تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟“

میدانِ محشر میں مشرکین کی حالت زار بیان کرنے کے بعد ان کے شرک کے خلاف دلائل و براہین پیش کیے جا رہے ہیں اور انھیں دعوتِ فکر و نظر دی جا رہی ہے کہ جب تم اعتراف کرتے ہو کہ وہی ذاتِ واحد سب کا روزی رساں ہے، اسی نے سننے اور دیکھنے کی صلاحیت دی ہے، وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، یعنی پھل کو گٹھلی سے اور گٹھلی کو پھل سے، مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے، انڈے کو مرغی سے اور مرغی کو انڈے سے نکالتا ہے اور وہی سارے جہاں کا تنہا مدبر ہے، تو پھر تمھیں کیسے ڈر نہیں لگتا کہ اسے چھوڑ کر غیروں کی پرستش کرتے ہو؟

اگلی آیت میں فرمایا کہ جو اللہ سارے جہاں کا پالنے والا ہے اور جو ان تمام امور کا فاعل حقیقی ہے، جن کا اوپر ذکر ہوا ہے، وہی تمھارا معبود حقیقی ہے اور حق و باطل کے درمیان کوئی تیسری راہ نہیں ہے، اس لیے اس کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ تو اے مشرکین! تم توحید باری تعالیٰ کی راہ چھوڑ کر کیوں شرک کی راہ پر چلے جا رہے ہو؟

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ : یعنی کون ہے جو آسمان سے بارانِ رحمت کو نازل فرماتا اور اس کے ذریعے سے اپنی قدرت اور مشیت کے ساتھ زمین کو پھاڑتا اور اس سے یہ چیزیں پیدا کرتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

دَانِیَۃٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۹] ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ : یعنی وہی تو ہے جس نے تمھیں یہ قوتِ سماعت اور یہ قوتِ بصارت عطا فرمائی ہے اور اگر وہ چاہے تو ان قوتوں کو سلب کر کے تمھیں ان سے محروم کر دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۷۸] ''اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، بہت کم تم شکر کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٦] ''کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تمھاری سماعت اور تمھاری نگاہوں کو لے لے اور تمھارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمھیں یہ چیزیں لا دے؟ دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، پھر وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔''

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِیْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

''اسی طرح تیرے رب کی بات ان لوگوں پر سچی ہوگئی جنھوں نے نافرمانی کی کہ بے شک وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

یعنی جس طرح یہ مشرکین تمام تر اعتراف کے باوجود اپنے شرک پر قائم ہیں اور اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، اسی طرح تیرے رب کی یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ غلط راستہ چھوڑ کر صحیح راستہ اختیار کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں، تو توحید اور ایمان انھیں کس طرح نصیب ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ [البقرة : ٦] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو، یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔''

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا جنت کے لوگ جہنمیوں میں سے پہچانے جا چکے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' اس نے کہا کہ پھر عمل کرنے والے عمل کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہر شخص اس کے واسطے عمل کرتا ہے جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے، یا جس کے لیے اسے سہولت دی گئی ہے۔'' [بخاری، کتاب القدر، باب جف القلم علی علم الله : ٦٥٩٦]

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾

”کہہ دے کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہو، پھر اسے دوبارہ بناتا ہو؟ کہہ دے اللہ ہی پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ بناتا ہے، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟“

مشرکین کے شرک کے کھوکھلے پن کو واضح کرنے کے لیے ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ بتلاؤ جنھیں تم اللہ کا شریک گردانتے ہو، کیا انھوں نے اس کائنات کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے؟ یا دوبارہ اسے پیدا کرنے پر قادر ہیں؟ نہیں، یقیناً نہیں، پہلی مرتبہ بھی پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور روز قیامت دوبارہ وہی سب کو زندہ کرے گا، تو پھر تم ہدایت کا راستہ چھوڑ کر کہاں پھرے جا رہے ہو؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [النمل : ٦٤] ”یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے اور اسے زیبا نہیں کہ وہ مجھے گالی دے اور وہ میری تکذیب کرتا ہے، حالانکہ اس کے لیے یہ بھی زیبا نہیں۔ اس کا گالی دینا، اس کا یہ قول ہے کہ اللہ کی اولاد ہے اور اس کی تکذیب، اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ مجھے پھر زندہ نہیں کرے گا، جیسے اس نے مجھے پہلے پیدا کیا تھا۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی : ﴿ وهو الذی يبدأ الخلق ثم يعيده ...... الخ ﴾ : ۳۱۹۳]

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾

”کہہ دے کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے، جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟ کہہ اللہ حق کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔ تو کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، یا وہ جو خود اس کے سوا راستہ نہیں پاتا کہ اسے راستہ بتایا جائے؟ تو تمھیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟“

ان مشرکین کے خلاف ایک اور حجت قائم کی جا رہی ہے کہ اے میرے نبی! ذرا ان سے یہ بھی تو پوچھیے کہ کیا تمھارے شرکاء میں کوئی ہے جو بھٹکے ہوئے انسانوں کی رہنمائی کرے؟ آپ کہہ دیجیے کہ یقیناً جواب یہی ہے کہ کوئی نہیں ہے۔ وہ صرف اللہ ہے جو اس پر قادر ہے۔ تو پھر عبادت صرف اسی کی ہونی چاہیے نہ کہ ان بتوں کی جو ایک جگہ سے

دوسری جگہ منتقل ہونے میں بھی دوسروں کے محتاج ہیں۔ یہ کیسی تمھاری کم عقلی ہے اور کیسا جائرانہ فیصلہ ہے؟

وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

’’اور ان کے اکثر پیروی نہیں کرتے مگر ایک گمان کی، بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔‘‘

یہ مشرکین جو بتوں کو اپنا معبود سمجھتے ہیں تو ان کے پاس اوہام و خیالات اور قیاس فاسد کے علاوہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور معلوم ہے کہ اوہام و خیالات سے حقائق نہیں بدل جاتے۔ اس لیے یہ مشرکین جان رکھیں کہ اللہ ان کے تمام مشرکانہ اعمال کو ریکارڈ میں لا رہا ہے، جن کا بدلہ قیامت کے دن انھیں ضرور دے گا۔ مشرکین کے ظن و گمان کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۴۸] ’’عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ کہہ کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہو۔‘‘

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

’’اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔‘‘

یہ قرآن مجید کے اعجاز کا بیان ہے اور اس بات کا ذکر کہ یہ انسانوں کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اس جیسا قرآن پیش کر سکیں۔ مکمل قرآن تو بہت دور کی بات ہے، وہ اس جیسی دس سورتیں، بلکہ اس جیسی ایک سورت بھی نہیں بنا سکتے، کیونکہ اس طرح کی فصاحت و بلاغت، اس طرح کی رعنائی و زیبائی اور جامع اختصار، اس طرح کی حلاوت و شیرینی اور ایسے معانی و مطالب پر مشتمل ہونا جو دنیا و آخرت میں نفع بخش ہوں، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے، جس کی ذات و صفات اور جس کے افعال و اقوال میں کسی بھی چیز کو ذرہ بھر مشابہت نہیں ہے، لہٰذا اس کا

پاکیزہ کلام بھی مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں ہو سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۸] ''کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جتنے پیغمبر گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیا گیا ہے، جس کی مثل لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (یعنی قرآن) ہے جس کو اللہ نے مجھ پر وحی (کے ذریعے نازل) کیا ہے، (اور یہ تمام معجزوں سے بڑا معجزہ ہے) پس مجھے امید ہے کہ میری امت کے لوگ قیامت کے روز تمام انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی : ۴۹۸۱]

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

ع ۴

''بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا ہوا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور تیرا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''

جب کفار عرب کی جانب سے اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں ملا اور نہ ملنا ہی تھا اور ان کے پاس قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار کا کوئی عقلی اور نقلی جواز باقی نہ رہا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں نے قرآن کریم کو کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی، چونکہ ان کی خواہشوں کے مطابق نہ تھا، اس لیے بغیر سوچے سمجھے انکار کر دیا اور اس میں ہدایت اور نور حق کی جو بات ہے اس سے محروم رہے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی ہے کہ یہ قرآن تو اللہ کا بنی نوع انسان کے لیے عظیم انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ جن پر رحم کرے گا وہی اس پر ایمان لائیں گے اور اس نور حق سے مستفید ہوں گے اور جو شقی ہوں گے وہ آپ کی ہزار کوششوں کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے اور اللہ کو معلوم ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون گمراہی کا۔

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۝ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ۝ وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ

وَعِيْدِ ﴾ [ق : ۱۲ تا ۱٤] ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے۔ اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً وَّ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚۖ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ٤٠] ''اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔''

وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔''

یعنی تمام تر سمجھانے اور دلائل پیش کرنے کے بعد بھی اگر وہ جھٹلانے سے باز نہ آئیں تو پھر آپ یہ کہہ دیں، مطلب یہ ہے کہ میرا کام صرف دعوت و تبلیغ ہے، سو وہ میں کر چکا ہوں۔ اب تم نہ میرے عمل کے ذمہ دار ہو، نہ میں تمھارے عمل کا، سب کو اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ وہاں ہر شخص سے اس کے اچھے یا برے عمل کی باز پرس ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو بھی اسی طرح متنبہ کیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۳۹] ''کہہ دے! کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال اور ہم اسی کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی علیہما السلام : ۲٦٥۳]

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡکَ ؕ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ وَ لَوۡ کَانُوۡا لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡظُرُ اِلَیۡکَ ؕ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَ لَوۡ کَانُوۡا لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۴۳﴾

’’اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں، تو کیا تو بہروں کو سنائے گا، اگرچہ وہ نہ سمجھتے ہوں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف دیکھتے ہیں، تو کیا تو اندھوں کو راستہ دکھائے گا، اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں۔‘‘

یعنی ظاہری طور پر وہ قرآن تو سنتے ہیں، لیکن سننے کا مقصد چونکہ طلب ہدایت نہیں، اس لیے انھیں اسی طرح کوئی فائدہ نہیں ہوتا جس طرح ایک بہرے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بالخصوص جب بہرا غیر عاقل بھی ہو، کیونکہ عقل مند بہرا پھر بھی اشاروں سے کچھ سمجھ لیتا ہے، لیکن ان کی مثال تو غیر عاقل بہرے کی طرح ہے جو بالکل ہی بے بہرہ رہتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں لیکن مقصد ان کا بھی چونکہ کچھ اور ہوتا ہے، اس لیے انھیں بھی اس طرح کوئی فائدہ نہیں ہوتا، جس طرح ایک اندھے کو نہیں ہوتا۔ بالخصوص وہ اندھا جو بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت سے بھی محروم ہو۔ کیونکہ بعض اندھے، جنھیں دل کی بصیرت حاصل ہوتی ہے، وہ آنکھوں کی بصارت سے محروم ہونے کے باوجود بہت کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی اندھا جو دل کی بصیرت سے بھی محروم ہو۔ مقصد ان باتوں سے نبی ﷺ کی تسلی ہے، جس طرح ایک حکیم اور طبیب کو جب معلوم ہو جائے کہ مریض علاج کرانے میں سنجیدہ نہیں اور وہ میری ہدایات اور علاج کی پروا نہیں کرتا تو وہ اسے نظر انداز کر دیتا ہے اور وہ اس پر اپنا وقت صرف کرنا پسند نہیں کرتا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَ مَنۡ کَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴾ [الزخرف : ۴۰] ’’پھر کیا تو بہروں کو سنائے گا یا اندھوں کو راہ دکھائے گا اور ان کو جو صاف گمراہی میں پڑے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وَ لَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ ﴿۸۰﴾ وَ مَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴾ [النمل : ۸۰، ۸۱] ’’بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے، تو نہیں سنائے گا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡـًٔا وَّ لٰکِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

’’بے شک اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور لیکن لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ نے تو انھیں ساری صلاحیتوں سے نوازا ہے، آنکھیں بھی دی ہیں جن سے دیکھ سکتے ہیں، کان دیے ہیں جن سے سن سکتے ہیں، عقل و بصیرت دی ہے جن سے حق اور باطل، جھوٹ اور سچ کے درمیان تمیز کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ان صلاحیتوں کا صحیح استعمال کر کے وہ حق کا راستہ نہیں اپناتے، تو پھر یہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ

نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٤٠] ”اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ٢٢] ”اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی اسے حرام کر دیا ہے، (خبردار!) ایک دوسرے پر ہرگز ظلم نہ کرنا۔“ اور اس حدیث قدسی کے آخر میں فرمایا: ”اے میرے بندو! یہ تمھارے اعمال ہیں جو میں تمھارے لیے شمار کر رہا ہوں، پھر تمھیں ان کا پورا پورا بدلہ عطا کروں گا، جو شخص خیر و بھلائی پائے تو وہ اللہ کی تعریف کرے اور جو کسی اور صورت حال سے دو چار ہو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔“ [مسلم ، کتاب البر والصلة ، باب تحریم الظلم : ٢٥٧٧]

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝۴۵

”اور جس دن وہ انھیں اکٹھا کرے گا، گویا وہ نہیں ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی، آپس میں جان پہچان کرتے رہے۔ بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور وہ راہ پانے والے نہ ہوئے۔“

اس آیت کریمہ میں قیامت کی ہولناکیوں کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہوں گے تو مارے دہشت کے دنیا کی لذتوں کو بھول جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو بہت تھوڑی دیر دنیا میں رہے تھے اور دنیا میں جتنے لوگ ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے تھے، وہ سبھی وہاں بھی ایک دوسرے کو پہچان لیں گے، لیکن کچھ ہی دیر بعد ان میں سے ہر ایک اپنے حال میں مشغول ہو جائے گا اور کوئی کسی میں دلچسپی نہیں لے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ یوم آخرت کی تکذیب کرتے ہیں ان کا خسارہ بڑا خسارہ ہے اور وہ کبھی راہ ہدایت پر گامزن نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ بعث بعد الموت اور آخرت پر ایمان ہی راہِ راست پر چلنے کا بڑا سبب ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ : ارشاد فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٦] ”گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔“ اور فرمایا: ﴿ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١١٢ تا ١١٤] ”فرمائے گا تم زمین میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، سو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔ فرمائے گا تم

نہیں رہے مگر تھوڑا ہی، کاش کہ واقعی تم جانتے ہوتے۔“

یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ :سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں تشریف لائے اور فرمایا: «اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ » ”سلام ہو تم پر اے گھر والے مومنو! اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں“ میری آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔“ صحابہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تم میرے صحابہ ہو اور بھائی ہمارے وہ لوگ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے۔“ صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جن کو آپ نے دیکھا ہی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ”بھلا تم میں سے کسی کے سفید پیشانی، سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے، سیاہ مشکی گھوڑوں میں مل جائیں تو وہ اپنے گھوڑے نہیں پہچانے گا؟“ صحابہ نے عرض کی، بے شک وہ تو پہچان لے گا۔ آپ نے فرمایا: ”قیامت کے دن وضو کی وجہ سے میری امت کے لوگ سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں رکھتے ہوں گے اور حوض کوثر پر میں ان کا پیش خیمہ ہوں گا۔“ [مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء : ٢٤٩]

وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ۝۴۶

”اور اگر کبھی ہم تجھے اس کا کچھ حصہ واقعی دکھلا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا تجھے اٹھا ہی لیں تو ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے، پھر اللہ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو وہ کر رہے ہیں۔“

نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کافروں سے جو کہہ رکھا ہے کہ آپ کا دین غالب ہو کر رہے گا اور مسلمان انھیں یا تو قتل کریں گے یا پابند سلاسل بنائیں گے، تو ممکن ہے کہ آپ یہ سب کچھ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور اگر اس سے پہلے ہی اللہ نے آپ کو اٹھا لیا، تو وہ لوگ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے، آخر تو انھیں مرنے کے بعد ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے اور ہم ان کے کرتوتوں کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے خلاف اپنی شہادتیں جمع کر رہے ہیں، تو وہاں آخرت میں ہم انھیں ضرور عذاب دیں گے اور آپ اپنی آنکھوں سے انھیں اس حالت زار میں دیکھ لیں گے۔ چنانچہ میدانِ بدر اور دوسری جنگوں میں ان میں سے بہت سے مارے گئے اور بہت سے قیدی بنائے گئے اور ان کے کبر و غرور کا بت پاش پاش ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے انھیں ذلیل و رسوا ہوتے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ : اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا، ہر عمل کی ان کو سزا ملے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا

اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [يونس : ٦١] ”اور تم نہ کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] ”اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔“

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

”اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے، تو جب ان کا رسول آتا ہے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور وہ ظلم نہیں کیے جاتے۔“

گزشتہ زمانوں میں اللہ تعالیٰ ہر قوم کی رہنمائی کے لیے ایک رسول بھیجتا رہا ہے اور رسول آ جانے کے بعد جس قوم نے بھی اسے جھٹلایا، تو اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا کہ رسول اور اس کے پیروکاروں کو نجات دے دی اور اس کے جھٹلانے والوں کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب ہر قوم کا نبی میدانِ محشر میں اپنی قوم کے سامنے آ جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کا فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ کر دے گا۔

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ [الرعد : ٧] ”تو تو صرف ایک ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ایک راستہ بتانے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ [فاطر : ٢٣، ٢٤] ”تو تو محض ایک ڈرانے والا ہے۔ بے شک ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزرا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم سب سے آخر میں آئے ہیں، لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے۔“ [بخاری، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة : ٨٧٦۔ مسلم، كتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة : ٨٥٥]

فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ۬ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [التوبة : ۷۰] ''کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا اور لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚؔ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ [يٰس : ۳۰، ۳۱] ''ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا، ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے کہ بے شک وہ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آتے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جو انکار کرے گا (وہ داخل نہیں ہوگا)۔'' لوگوں نے عرض کی کہ وہ کون ہے (جس نے انکار کیا)؟ فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ تو جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا (اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا)۔''

[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۷۲۸۰]

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو۔ کہہ دے میں اپنی ذات کے لیے نہ کسی نقصان کا مالک ہوں اور نہ کسی نفع کا، مگر جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، جب ان کا وقت آ پہنچتا ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔''

یہ مشرکین کے عذاب الٰہی مانگنے پر کہا جا رہا ہے کہ میں تو اپنے نفس کے لیے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، چہ جائیکہ میں کسی دوسرے کو نقصان یا نفع پہنچا سکوں۔ ہاں یہ سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنی مشیت کے مطابق ہی کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ نے ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے، اس وقت موعود تک وہ مہلت دیتا ہے، لیکن جب وہ وقت آ جاتا ہے تو پھر وہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ یہ آیت صریح دلیل ہے کہ کسی مصیبت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا شرک اکبر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسری ذات اس پر قادر نہیں ہے، چاہے وہ کوئی نبی ہو یا ولی یا اللہ کا کوئی نیک

بندہ۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ :ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۞ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۷، ۵۸] ''کہہ دے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے، میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسے تم جلدی مانگ رہے ہو، فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ کہہ دے اگر واقعی میرے پاس وہ چیز ہوتی جو تم جلدی مانگ رہے ہو تو میرے درمیان اور تمھارے درمیان معاملے کا ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور اللہ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ :ارشاد فرمایا: ﴿ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۴۳] ''کوئی امت اپنے وقت سے نہ آگے بڑھتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔''

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۞ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۞ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۞

''کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اس کا عذاب رات کو یا دن کو آجائے تو مجرم اس میں سے کون سی چیز جلدی طلب کریں گے۔ کیا پھر جونہی وہ (عذاب) آپڑے گا تو اس پر ایمان لاؤ گے؟ کیا اب! حالانکہ یقیناً تم اسی کو جلدی طلب کیا کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا، کہا جائے گا چکھو ہمیشگی کا عذاب، تمھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کمایا کرتے تھے۔''

جو کفار مکہ نبی کریم ﷺ سے بطور استہزا عذاب آ جانے کی جلدی کرتے تھے، انھی کو نبی ﷺ کی زبانی دوسرا جواب دیا جا رہا ہے کہ ذرا تم لوگ بتاؤ تو سہی کہ اگر اللہ کا عذاب رات کو خوابِ غفلت کی حالت میں یا دن کو کام کاج میں مشغولیت کے وقت آ جائے، تو کیا تم لوگ اسے برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟ جب ایسی بات نہیں ہے تو اے مجرمو! تم عذاب کی جلدی کیوں کر رہے ہو؟ یہ کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جس کے لیے جلدی کی جائے، کیا تم لوگ اپنے کفر و عناد پر اڑے رہنا چاہتے ہو؟ یہاں تک کہ جب عذاب آ جائے تو ایمان لے آؤ۔ یاد رکھو، ایسا ایمان تمھارے کام نہیں آئے گا۔ اس وقت تو اللہ تم سے کہے گا کہ اب ایمان لائے ہو؟ حالانکہ اس سے پہلے تو تم بطور استہزا عذاب کی جلدی کر رہے تھے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن ان ظالموں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب

ہمیشہ کے لیے اپنے کرتوتوں کے بدلے عذاب کا مزہ چکھتے رہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الطور: ۱۳ تا ۱۶] ''جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

وَ یَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۝۵۳

''اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا یہ سچ ہی ہے؟ تو کہہ ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً یہ ضرور سچ ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو۔''

کفار مکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا بار بار اور مختلف انداز میں مذاق اڑاتے تھے۔ ایسا ہی ایک سوال یہ بھی تھا جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اے محمد! تم جو عذاب کی بات کرتے ہو تو کیا واقعی سچ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو انھیں جواب دینے کو کہا کہ ہاں، میرے رب کی قسم! یہ بات بالکل صحیح ہے اور تم اللہ کو اس سے روک نہیں سکو گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴾ [المرسلات: ۷] ''بے شک تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً ہو کر رہنے والی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ ﴾ [الطور: ۷، ۸] ''کہ یقیناً تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس دن سے صور صاحب صور کے سپرد کیا گیا ہے، وہ تیاری حالت میں ہے اور (مسلسل) عرش کی طرف دیکھ رہا ہے (آنکھ تک نہیں جھپک رہا) اس ڈر سے کہ کہیں اس آنکھ جھپکنے کے دوران میں اسے صور پھونکنے کا حکم نہ دے دیا جائے، گویا کہ اس کی آنکھیں دو چمکدار موتی یا ستارے ہیں۔'' [مستدرك حاكم: ٥٥٨/٤، ٥٥٩، ح: ٨٦٧٦، كتاب الأهوال لابن أبي الدنيا، ح: ٥٠ و موسوعة ابن أبي الدنيا: ١٥٤/٦، ١٥٥]

وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝۵۴

''اور اگر فی الواقع ہر شخص کے لیے جس نے ظلم کیا ہے، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اسے ضرور فدیے میں دے دے اور وہ پشیمانی کو چھپائیں گے، جب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔''

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ :ارشاد فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۚ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ [الرعد : ١٨] ''جن لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کر لی انھی کے لیے بھلائی ہے اور جنھوں نے اس کی بات قبول نہ کی اگر واقعی ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو تو وہ ضرور اسے فدیہ میں دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْۗءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الزمر : ٤٧، ٤٨] ''اور اگر واقعی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو تو قیامت کے دن برے عذاب سے (بچنے کے لیے) وہ ضرور اسے فدیے میں دے دیں، اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ کچھ سامنے آ جائے گا جس کا وہ گمان نہیں کیا کرتے تھے۔ اور ان کے لیے ان (اعمال) کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کمائے اور انھیں وہ چیز گھیر لے گی جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جس کو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہو گا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب ہوتا تو کیا تو اس کو فدیہ میں دے دیتا (اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑاتا)؟ وہ بولے گا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم کی پشت میں تھا کہ تو شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا، لیکن تو نے نہ مانا اور شرک کیا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء : ٢٨٠٥]

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

''سن لو! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ سن لو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

ان آیات میں آسمان و زمین کے درمیان ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی ملکیتِ تامہ، وعدۂ الٰہی کے برحق ہونے، زندگی اور موت پر اس کے اختیار اور اس کی بارگاہ میں سب کی حاضری کا بیان ہے۔ جس سے مقصد گزشتہ باتوں ہی کی تائید و توضیح ہے کہ جو ذات اتنے اختیارات کی مالک ہے، اس کی گرفت سے بچ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے؟ اور اس نے حساب کتاب کے لیے جو ایک دن مقرر کیا ہوا ہے، اسے کون ٹال سکتا ہے؟ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہ ایک دن ضرور آئے گا اور ہر

نیک و بد کو اس کے عملوں کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ''کہہ دے! پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳] ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔''

اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ [یونس : ۵۳] ''اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا یہ سچ ہی ہے؟ تو کہہ ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً یہ ضرور سچ ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو۔''

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۷

''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔''

اس آیت میں قرآن کریم کی چار صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت موعظت ہے۔ موعظت ایسی نصیحت کو کہتے ہیں جو انسان کی توجہ دنیا کے انہماک سے ہٹا کر اللہ کی یاد اور روز آخرت کی طرف مبذول کرے اور اس سے دلوں میں رقت، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے لگاؤ پیدا ہو۔ دوسری صفت یہ ہے کہ یہ قرآن دلوں کی بیماریوں مثلاً شرک اور کفر کا عقیدہ، حسد، بغض، خود غرضی، بخل، لالچ وغیرہ کے لیے شفا کا کام دیتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے یہ روگ از خود اس کے دل سے دور ہو جاتے ہیں۔ تیسری صفت یہ ہے کہ قرآن انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی پوری رہنمائی کرتا ہے۔ وہ ہر فرد کے الگ الگ حقوق متعین کرتا ہے اور ایسے قوانین بتلاتا ہے جس سے فرد، معاشرہ اور حکومت میں سے کسی کے حقوق مجروح بھی نہ ہوں اور کسی دوسرے پر زیادتی بھی نہ ہو۔ اس کی چوتھی صفت یہ ہے کہ جو شخص قرآن پر عمل پیرا ہوتا ہے یا جو معاشرہ یا حکومت اس کی اتباع کرتی ہے، اس پر اس دنیا میں بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول

ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴾ [ص : ۱، ۲] ''صٓ۔ اس نصیحت والے قرآن کی قسم! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر : ۲۲] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ : یعنی دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات اور گندگی و نجاست کو زائل کرتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۲] ''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

وَ هُدًى : ارشاد فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ﴾ [البقرۃ : ۱۸۵] ''رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹] ''بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸

''کہہ دے (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی سے ہے، سو اسی کے ساتھ پھر لازم ہے کہ وہ خوش ہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

اس آیت میں قرآن کریم کو اللہ کے فضل اور اسلام کو اس کی رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان دونوں کو دنیا و ما فیہا سے بہتر بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ مومنوں کو ان دونوں نعمتوں کے حصول پر خوشی منانی چاہیے نہ کہ دنیا کی فانی اشیا پر۔ مال و دولت دنیا کی زندگی میں کبھی کام آتا ہے اور کبھی کام نہیں آتا اور اگر کام آتا بھی ہے تو چند روز کے لیے۔ اس کا فائدہ عارضی ہوتا ہے، لیکن قرآن مجید کا فائدہ یقینی، بے پایاں اور دائمی ہے۔ قرآن مجید دنیا میں بھی کام آتا ہے اور آخرت میں بھی۔ شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٦٥، ٦٦] ''اور اگر واقعی اہل کتاب ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ضرور ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے اور انھیں ضرور نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔ اور اگر وہ واقعی تورات اور انجیل کی پابندی کرتے اور اس کی جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے تو یقیناً وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں سے ایک جماعت درمیانے راستے والی ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ، برا ہے جو کر رہے ہیں۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب (پر عمل کرنے) کی وجہ سے کچھ قوموں کو سر بلندی عطا کرتا ہے اور اس (سے اعراض کرنے) کی وجہ سے کچھ قوموں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔''
[مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن : ۸۱۷]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی کتاب میں ہدایت ہے، روشنی ہے، جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ ہدایت پر قائم ہو گیا اور جس نے اس سے غفلت برتی وہ گمراہ ہو گیا۔'' نیز ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''یہ اللہ کی رسی ہے، جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہو گا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہو گا۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ : ۳٦، ۲٤۰۸/۳۷]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَ مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

''کہہ کیا تم نے دیکھا جو اللہ نے تمھارے لیے رزق اتارا، پھر تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا۔ کہہ کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے، یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔ اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، قیامت کے دن میں؟ بے شک اللہ تو لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن ان میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔''

کھانے پینے کی چیزوں اور جانوروں میں سے جو کچھ اللہ نے حرام کیا ہے اس کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر آ چکا ہے اور جو کچھ مشرکوں اور رسم و رواج کے پرستاروں نے از خود حرام بنا لیا تھا اس کا ذکر بھی ذیل میں کیا جا رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار تو صرف اللہ کو ہے۔ ان لوگوں کو کس نے یہ اختیار دیا تھا کہ جس چیز کو چاہیں حرام قرار دے لیں اور جسے چاہیں حلال قرار دے لیں۔ پھر یہ بات یہاں تک ہی محدود نہیں رہتی، بلکہ وہ اس پر مذہبی تقدس کا لبادہ بھی چڑھا دیتے ہیں اور اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا یا شریعت کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ آیا وہ اس نسبت کو کسی الہامی کتاب سے پیش کر سکتے ہیں؟ اور ایسا نہیں کر سکتے تو صاف

واضح ہے کہ یہ اللہ پر افترا ہے، لہٰذا یہ دوہرے مجرم ہیں۔ اگلی آیت میں ان لوگوں کے لیے زبردست دھمکی ہے جو اللہ پر افترا پردازی کرتے ہوئے کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو حرام بناتے ہیں اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ اس بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اس کا لوگوں پر بڑا فضل و احسان ہے کہ ان کی دینی اور دنیوی خیر خواہی کرتے ہوئے قرآن نازل کیا اور حلال و حرام کو بیان کیا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ...... عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ : بنی اسرائیل نے بعض چیزوں کو خود حرام کر لیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۳، ۹۴] ”کھانے کی ہر چیز بنی اسرائیل کے لیے حلال تھی مگر جو اسرائیل نے اپنے آپ پر حرام کر لی، اس سے پہلے کہ تورات اتاری جائے، کہہ دے تو لاؤ تورات، پھر اسے پڑھو، اگر تم سچے ہو۔ پھر جس نے اس کے بعد اللہ پر جھوٹ باندھا تو وہی ظالم ہیں۔“ اسی طرح مشرکین نے بھی بہت سی چیزوں کو خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖۗ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۳۸ تا ۱۴۰] ”اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، ان کے خیال کے مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن کی پیٹھیں حرام کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔ اور انھوں نے کہا جو ان چوپایوں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری بیویوں پر حرام کیا ہوا ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب وہ انھیں ان کے کہنے کی جزا دے گا۔ بے شک وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرا لیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔“

سیدنا مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت میری حالت یہ تھی کہ جسم میلا کچیلا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: ”تمھارے پاس کچھ مال بھی ہے؟“ میں نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”کس قسم کا مال؟“ میں نے کہا، اونٹ، غلام، گھوڑے اور بکریاں وغیرہ، غرض ہر قسم کا مال ہے۔ آپ نے فرمایا: ”جب اللہ نے تجھے (ہر قسم کے) مال سے نواز رکھا ہے تو پھر تجھ پر اس کے اثرات بھی نظر

آنے چاہییں۔'' آپ نے پھر دریافت فرمایا: ''کیا ایسا نہیں کہ تمھاری قوم کی اونٹنیاں صحیح و سالم بچوں کو جنم دیتی ہیں، پھر تم ہاتھ میں استرا پکڑ کر اس کا کان کاٹ دیتے ہو اور اس کا نام ''بحیرہ'' رکھ دیتے ہو، کسی کی کھال کاٹ کر اس کا نام ''صرم'' رکھ لیتے ہو اور اسے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے حرام کر لیتے ہو؟'' میں نے کہا، ہاں! (یہ بات درست ہے)۔ آپ نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ تمھارے لیے حلال ہے اور (سنو!) اللہ تعالیٰ کا بازو تیرے بازو سے بہت زیادہ قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کا استرا تیرے استرے سے بہت زیادہ تیز ہے۔'' [مسند أحمد : ۳/ ۴۷۳، ح : ۱۵۸۹۴۔ أبو داوٗد ، کتاب اللباس ، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب : ۴۰۶۳۔ نسائی ، کتاب الزینۃ ، باب الجلاجل : ۵۲۲۶]

وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾

''اور تو نہ کسی حال میں ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف سے (آنے والے) قرآن میں سے کچھ پڑھتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔''

اس آیت میں بیک وقت رسول اللہ ﷺ کو بھی مخاطب کیا گیا ہے اور مشرکین مکہ کو بھی اور ان دونوں کی سرگرمیوں کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے، یعنی ایک طرف تو آپ کی ذات مبارکہ ہے جنھوں نے لوگوں کی ہدایت کے لیے دن رات ایک کر دیا تھا، آپ اسی مقصد کے لیے اپنی جان تک کھپا رہے ہیں، لوگوں کو جا جا کر قرآن سکھا رہے ہیں اور اس کے ذریعے جہاد کر رہے ہیں اور جب لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف آپ کے مخالفین ہیں، جو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دکھ دینے اور تکلیفیں پہنچانے، مسلمانوں کا مذاق اڑانے اور اسلام کی ہر راہ سے روکنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں رہ سکتی۔ گویا اس آیت میں کافروں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ جو کرتوتیں بھی تم کرتے ہو، یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو، وہ سب کچھ اللہ کے علم میں پہلے ہی سے موجود ہے، پھر وہ تمھاری ایک ایک حرکت کو دیکھ بھی رہا ہے اور وہ ریکارڈ بھی ہوتی جا رہی ہے۔ لہٰذا اپنی ان سرگرمیوں کے انجام کی ابھی سے فکر کر لو اور نبی کو یہی بات کہہ کر تسلی دی جا رہی ہے اور صبر کی تلقین کی جا رہی ہے۔

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ : یعنی جب تم اس طرح کے کام کر رہے ہوتے ہو تو ہم مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں، تمھیں دیکھ رہے اور تمھاری تمام باتوں کو سن رہے ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: ''تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو بلاشبہ وہ تمھیں ضرور دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان و الإسلام ...... الخ : ۸، ۹]

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ ...... كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ : ''کتاب مبین'' سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی ہر چیز آپ کے رب کے مشاہدہ اور علم میں بھی ہے اور ''لوح محفوظ'' میں اس کی تحریر میں بھی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۹، ۶۰] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

''سن لو! بے شک اللہ کے دوست، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور بچا کرتے تھے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اس کے دوستوں کو نہ ماضی کا غم لاحق ہوگا اور نہ مستقبل کا کوئی خوف۔ متقین کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۷۷] ''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور

مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔''

تقویٰ دراصل اتباع سنت کا نام ہے اور متبع سنت ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئے، جب ان سے آپ کی عبادت کا تذکرہ کیا گیا تو انھوں نے آپ کی عبادت کو (اپنے لیے) کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مقابلہ! آپ کی تو اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو اب ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا (اور کبھی) افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ الگ رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ (اسی اثنا میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: ''کیا تم لوگوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے بہ نسبت تمھارے بہت زیادہ ڈرنے والا اور اس کا خوف رکھنے والا ہوں، لیکن پھر بھی روزے رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ (یاد رکھو!) جو میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔'' [بخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح : ۵۰۶۳]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو نبی ہوں گے نہ شہید، مگر قیامت کے روز اللہ کے ہاں (بلند) مراتب و منازل کی وجہ سے انبیاء و شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔'' صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہمیں بتائیں وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں اللہ کی کتاب (یا اللہ کے ساتھ محبت) کی بنا پر محبت کرتے تھے، حالانکہ ان کا آپس میں کوئی رشتہ ناتا یا مالی لین دین نہ تھا۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور (یعنی روشن) ہوں گے اور وہ لوگ نور پر ہوں گے، جب لوگ خوف زدہ ہو رہے ہوں گے تو انھیں کوئی خوف نہیں ہو گا۔ جب لوگ غمگین و پریشان ہو رہے ہوں گے، تو انھیں کوئی غم اور پریشانی نہیں ہو گی۔'' پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [يونس : ۶۲] ''سن لو! بے شک اللہ کے دوست، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' [أبوداؤد، كتاب البيوع، باب في الرهن : ۳۵۲۷۔ مسند أبي يعلى : ۶۱۱۰۔ السنن الكبرىٰ للنسائي : ۱۱۲۳۶]

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾

’’انھی کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتوں کے لیے کوئی تبدیلی نہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو دنیا میں جو بشارتیں دی جاتی ہیں ان سے مراد وہ بشارتیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴾ [الزمر : ۲۰] ’’لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر خوب بنائے ہوئے بالا خانے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَ هُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ [الشورىٰ : ۲۲، ۲۳] ’’تو ظالموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو انھوں نے کمایا، حالانکہ وہ ان پر آ کر رہنے والا ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہ جنتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے جو وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس ہوگا، یہی بہت بڑا فضل ہے۔ یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔‘‘

دنیا میں خوشخبری سے مراد، سچے خواب بھی ہو سکتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو دکھاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔‘‘ لوگوں نے پوچھا، مبشرات کیا ہیں؟ تو فرمایا: ’’اچھے خواب۔‘‘ [بخاري ، كتاب التعبير ، باب المبشرات : ۶۹۹۰]
سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اچھا خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الرؤيا، باب في كون الرؤيا من الله وأنها جزء من النبوة : ۲۲۶۱/۴]

بشارت سے مراد لوگوں کا تعریف کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اعمال صالحہ کرتا ہو اور لوگ اس کی تعریف کریں۔ آپ نے فرمایا: ’’یہ مومن کے لیے فوری بشارت ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب إذا أثني على الصالح فهي بشرى ولا تضره : ۲۶۴۲]

بشارت سے مراد وہ خوشخبری بھی ہو سکتی ہے جو موت کے وقت فرشتے دیتے ہیں، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’لیکن مومن کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا اور (آخرت میں) اس

کے باعزت ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقائه : ٦٥٠٧]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ مومن کی موت کے وقت سفید چہروں اور سفید کپڑوں والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر ملک الموت علیہ السلام آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے پاک روح! چل اپنے رب کی طرف سے عظیم بخشش کی طرف اور (اس کی) خوشنودی و رضا کی طرف۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کی روح اس طرح آسانی سے نکل جاتی ہے، جس طرح مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ ٹپک پڑتا ہے۔'' [مسند أحمد : ٢٨٧/٤، ٢٨٨، ح : ١٨٥٦١]

آخرت کی خوشخبری سے مراد جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری بھی ہو سکتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنت والے جنت کی طرف اور دوزخ والے دوزخ کی طرف چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا دے گا، اے جنت والو! اب موت نہیں ہے اور اے دوزخیو! اب موت نہیں ہے، تو جنت والوں کی خوشی میں اضافہ ہو جائے گا اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق ، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨۔ مسلم ، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون...... الخ : ٢٨٥٠/٤٣]

وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾

''اور تجھے ان کی بات غمگین نہ کرے، بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے، وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے استہزا سے بعض اوقات دل برداشتہ بھی ہو جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کافروں کی جھوٹی باتوں کی پروا نہ کریں اور غم نہ کھائیں، عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔ وہی عزت کا مالک ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ اسی نے آپ کو عزت دی ہے۔ کافروں کے استہزا سے آپ کی عزت میں کوئی فرق نہیں آتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [المنافقون : ٨] ''وہ کہتے ہیں یقیناً اگر ہم مدینہ واپس گئے تو جو زیادہ عزت والا ہے وہ اس میں سے ذلیل تر کو ضرور ہی نکال باہر کرے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔''

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں تھا کہ میں نے عبداللہ بن ابی کو اپنے کانوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو خرچ و خیرات وغیرہ نہ دو، یہاں تک کہ وہ ان کا ساتھ چھوڑ دیں اور یہ کہ

اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا ذلیل کو نکال دے گا (یعنی ہم انھیں نکال دیں گے۔) میں نے یہ بات اپنے چچا کو یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بتائی تو انھوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے بلوایا، تو میں نے جو بات سنی تھی وہ کہہ دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا، (ان سے پوچھا تو) وہ حلف اٹھا گئے کہ ہم نے ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دے دیا اور اس کی تصدیق فرما دی۔ مجھے ایسا رنج ہوا کہ کبھی نہ ہوا ہوگا۔ میں اپنے گھر میں بیٹھ رہا، میرے چچا نے کہا کہ میرا خیال نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمھاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے؟ چنانچہ اس وقت نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [المنافقون : ١] نبی ﷺ نے مجھے بلایا (اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی) آپ نے فرمایا: ''اے زید! تم کو اللہ نے سچا کر دیا۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله ﴿ إذا جاءك المنافقون ...... الخ ﴾ : ٤٩٠٠۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب صفات المنافقين...... الخ : ٢٧٧٢]

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾

''سن لو! بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں وہ کسی بھی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے۔ وہ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ انکلیں دوڑاتے ہیں۔''

یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں، بلکہ محض ظن وتخمین اور رائے وقیاس کی کرشمہ سازی ہے۔ آج اگر انسان اپنے قوائے عقل وفہم کو صحیح طریقے سے استعمال میں لائے تو یقیناً یہ واضح ہو سکتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور جس طرح وہ آسمان وزمین کی تخلیق میں واحد ہے، کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر عبادت میں دوسرے کیونکر اس کے شریک ہو سکتے ہیں؟

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴾ [الروم : ٢٦] ''اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اسی کا ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔''

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤] ''کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا

پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔“

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾

”وہی ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن۔ بے شک اسی میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قادر مطلق ہونے کی ایک اور دلیل پیش کی ہے کہ رات کو سکون کے لیے اور دن کی روشنی کام کرنے کے لیے اسی نے بنائی ہے، تو پھر اس کے علاوہ کون عبادت کا حق دار ہوسکتا ہے۔ یقیناً وہی ذاتِ واحد ہر قسم کی بندگی اور خشوع و خضوع کی مستحق ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۳] ”اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

”انھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔ وہ پاک ہے، وہی بے پروا ہے، اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تمھارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، کیا تم اللہ پر وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے؟“

مشرکین کی ایک نہایت ہی دل آزار بات یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، اسی طرح یہود کہتے تھے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہیں اور نصاریٰ کہتے تھے کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہیں۔ اللہ نے ان کے اس قول باطل کی تردید کی اور کہا کہ وہ اس بہتان سے یکسر پاک ہے۔ اس لیے کہ وہ غنی ہے، کسی کا محتاج نہیں اور جو کسی کا محتاج نہ ہو، اسے اولاد کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اولاد تو سہارے کے لیے ہوتی ہے اور جب وہ سہارے کا محتاج نہیں تو پھر اسے اولاد کی کیا ضرورت؟ جب آسمان و زمین کی ہر چیز اسی کی ہے تو ہر چیز اسی کی مملوک اور غلام ہوئی۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ آقا اپنے ایک غلام کو اپنا بیٹا بنا لے اور مشرکین کے پاس اس باطل دعویٰ کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے، محض کم عقلی اور جہالت کی بنیاد پر ایسی باتیں کرتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَّ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ

﴿ وَلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾ [الكهف : ٤، ٥] ''اور ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔ نہ انھیں اس کا کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو۔ بولنے میں بڑی ہے، جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴾ [مريم : ٨٨ تا ٩٠] ''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔''

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

''کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجیے کہ یہ اللہ پر افترا پردازی ہے اور مفتری کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور اگر وقتی طور پر ان کا کوئی مقصد حاصل ہو بھی جائے تو وہ دنیاوی حقیر سا فائدہ ہے۔ بالآخر انھیں مرنے کے بعد اللہ کے پاس جانا ہے۔ جہاں وہ ان کے کفر اور افترا پردازی کی سخت سزا دے گا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، پس اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی چین کا کوئی لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ......الخ : ٢٨٠٧]

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓىِٕفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

’’اور ان پر نوح کی خبر پڑھ، جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اگر میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی آیات کے ساتھ میرا نصیحت کرنا تم پر بھاری گزر رہا ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسا کیا ہے، سو تم اپنا معاملہ اپنے شرکاء کے ساتھ مل کر پکا کر لو، پھر تمھارا معاملہ تم پر کسی طرح مخفی نہ رہے، پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ پھر اگر تم منہ موڑ لو تو میں نے تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگی، میری مزدوری نہیں ہے مگر اللہ پر اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں سے ہو جاؤں۔ پس انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے نجات دی اور ان کو بھی جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور انھیں جانشین بنایا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ سو دیکھ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جنھیں ڈرایا گیا تھا۔‘‘

چونکہ مشرکین عرب کا حال کفر و شرک میں قوم نوح جیسا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ انھیں قوم نوح کا واقعہ سنا دیجیے۔ جب ان لوگوں نے اپنے کفر و شرک پر اصرار کیا اور نوح علیہ السلام کی ہزار کوشش کے باوجود اسلام نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں طوفان کے حوالے کر دیا۔ تو اے مشرکینِ عرب! کہیں کفر و شرک اور سرکشی پر تمھارے اصرار کی وجہ سے تمھارا انجام بھی انھیں جیسا نہ ہو۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تمھارے ساتھ میرا رہنا اور دعوت الی اللہ کا کام کرنا تم پر بہت زیادہ گراں ہو گیا ہے، تو میں نے بھی اب اپنی طرف سے دفاع کے لیے اللہ پر بھروسا کر لیا ہے، تم اور تمھارے شرکاء مجھے ہلاک کرنے کی جو چاہو تدبیر کر لو اور دیکھو! بالکل کھل کر تدبیر کرو، کوئی کسر نہ اٹھا رکھو، پھر قتل یا شہر بدر کرنے کی جو بھی کوشش کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے ایک لمحے کی مہلت نہ دو، میں نے آج تک تمھیں راہ راست پر لانے کی جتنی بھی کوشش کی اس کا مقصد کوئی دنیاوی حقیر فائدہ حاصل کرنا نہیں تھا اور نہ میں نے تم سے اس کام کی کبھی کوئی اجرت مانگی ہے کہ تم لوگ مجھے مہتم کرو، میرا اجر و ثواب تو مجھے اللہ دے گا۔ چاہے تم ایمان لاؤ یا انکار کر دو، مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر حال میں اللہ کا مطیع و فرماں بردار رہوں۔ جب ان تمام تر کوششوں اور نصیحتوں کے باوجود ان کی قوم نے انھیں جھٹلا دیا، تو اللہ نے انھیں اور ان کے ماننے والوں کو کشتی میں سوار کرا کے طوفان سے بچا لیا، جن کی اولاد کے ذریعے پھر دنیا آباد ہوگئی اور اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والے سبھی لوگ ڈبو دیے گئے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ : یعنی اے محمد (ﷺ)! دیکھیے کہ ہم نے مومنوں کو کس طرح نجات دی اور جھٹلانے والوں کو کس طرح ہلاک کر دیا؟ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک اللہ عز و جل ظالم کو مہلت دیتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کر لے اور عذاب کا مستحق ہو جائے)، پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ﴾ : ۴۶۸۶۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۳]

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

''پھر اس کے بعد ہم نے کئی پیغمبران کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے۔ سو وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ اس پر ایمان لاتے جسے اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح ہم حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بعد ہود، صالح، ابراہیم، لوط اور شعیب علیہم السلام کو ان کی قوموں کی طرف معجزے اور شریعتیں دے کر مبعوث کیا، لیکن چونکہ کفار کی فطرت میں کجی تھی اور حق و صداقت کو جھٹلانا ان کی دیرینہ عادت تھی، اس لیے جب اللہ نے خاص طور سے ان میں سے ہر ایک کے لیے نبی بھیجا تو انھوں نے اس کی تکذیب کر دی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبا پڑ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو دھبا بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ دل پر چھا جاتا ہے۔'' [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة ويل للمطففين : ٣٣٣٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کے دن لوگ نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کی درخواست لے کر جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ان سے کہیں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث کیا۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه ﴾ : ٣٣٤٠۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٤]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آیا آدم علیہ السلام پیغمبر تھے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! وہ ایسے نبی تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام بھی فرمایا تھا۔'' وہ پھر پوچھنے لگا کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کے درمیان کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''دس صدیاں یا نسلیں۔'' [مستدرك حاكم : ٢٦٢/٢، ح : ٣٠٣٩]

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

’’پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انھوں نے بہت تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ تو جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق آیا تو کہنے لگے بے شک یہ تو کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے بارے میں (یہ) کہتے ہو، جب وہ تمھارے پاس آیا، کیا جادو ہے یہ؟ حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوتے۔ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اس راہ سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور اس سرزمین میں تم دونوں ہی کو بڑائی مل جائے؟ اور ہم تم دونوں کو ہرگز ماننے والے نہیں۔‘‘

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی جلالت شان اور فرعون کے ساتھ عقیدۂ توحید کے سلسلہ میں ان کا جو مناظرہ ہوا، اس کی خاص اہمیت کے پیش نظر ان کا ذکر مستقل طور پر کیا گیا ہے۔ جب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دعوت توحید لے کر فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس گئے تو انھوں نے تکبر و عناد سے کام لیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لیے کہ ان کے سابقہ جرائم کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ چکی تھی اور جب انھوں نے آسمانی معجزوں کے آگے اپنے آپ کو بے بس پایا تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے انھیں جواب دیا کہ کیا تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے حق کو جادو کہتے ہو؟ یہ جادو کیسے ہو سکتا ہے؟ جادوگر کو تو کبھی حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ جب فرعون نے اس دلیل کے سامنے اپنے آپ کو بالکل عاجز پایا تو کہنے لگا کہ کیا تم ہمیں ہمارے آبا و اجداد کے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہو؟ اور کیا چاہتے ہو کہ ہم تمھیں اپنا حاکم و آقا مان لیں؟ ایسا نہیں ہو سکتا، ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

’’اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے کر آؤ۔ تو جب جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم

پھینکنے والے ہو۔ تو جب انھوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو یہ تو جادو ہے، یقیناً اللہ اسے جلدی باطل کر دے گا۔ بے شک اللہ مفسدوں کا کام درست نہیں کرتا۔ اور اللہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دیتا ہے، خواہ مجرم برا ہی جانیں۔ تو موسیٰ پر اس کی قوم کے چند لڑکوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا، (وہ بھی) فرعون اور ان کے سرداروں کے خوف کے باوجود کہ وہ انھیں آزمائش میں ڈال دے گا اور بے شک فرعون یقیناً زمین میں سرکش ہے اور بے شک وہ یقیناً حد سے گزرنے والوں سے ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسا کرو، اگر تم فرماں بردار ہو۔ تو انھوں نے کہا ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا، اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ اور اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں کافر لوگوں سے نجات دے۔‘‘

جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کو اژدہا بن کر زمین پر حرکت کرتے اور ان کے ہاتھ سے نور کی شعاعوں کو پھوٹتے دیکھا تو سمجھا کہ یہ بھی کوئی جادو ہے، اس لیے اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ملک کے تمام بڑے جادوگروں کو جمع کرو۔ موسیٰ نے ان جادوگروں سے کہا کہ پہلے تم لوگ اپنی قوت کا مظاہرہ کرو۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ فرعون کی عزت کی قسم! بے شک ہم ہی لوگ غالب آنے والے ہیں اور پھینک اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو زمین پر پھینک دیا۔ موسیٰ نے کہا کہ یہ جادو ہے، اللہ کا معجزہ نہیں ہے۔ اللہ عنقریب معجزے کی قوت سے اسے زائل کر دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین میں فساد پھیلانے والوں کے عمل کو کامیاب نہیں بناتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی، وہ اژدہا بن کر ان کے جادو کے سانپوں کو نگل گئی اور فرعون کے نہ چاہنے کے باوجود حق غالب ہو کر رہا۔

يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ : کیونکہ جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ﴾ [الزمر : ۳٦] ’’کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ [الطلاق : ۳] ’’اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری امت میں ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرتے ہیں اور نہ دم کرواتے ہیں اور نہ بدشگونی پکڑتے ہیں اور صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة : ۲۲۰]

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۷

’’اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں کچھ گھروں کو ٹھکانا مقرر کر لو اور اپنے گھروں کو قبلہ رخ بنالو اور نماز قائم کرو، اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دے۔‘‘

جب بنی اسرائیل پر فرعونیوں کا ظلم بڑھ گیا اور ان کے لیے کھلے عام نماز ادا کرنا ممکن نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو حکم دیا کہ تم بنی اسرائیل کے لیے مصر میں اپنے کچھ گھروں کو مسجدیں بنالو اور ان کا رخ اپنے قبلہ بیت المقدس کی طرف کرلو، یعنی تم اپنے گھروں کو مساجد کے طور پر استعمال کرو اور وہیں نماز پڑھ لیا کرو، تاکہ فرعون کے کارندے تمھیں باہر مسجدوں میں نماز پڑھتے دیکھ کر ایذا نہ پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو خوشخبری دے دیں کہ اللہ انھیں دنیا میں عزت و غلبہ دے گا اور آخرت میں جنت عطا فرمائے گا۔

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾

’’اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب! بے شک تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں بہت سی زینت اور اموال عطا کیے ہیں، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے گمراہ کریں، اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، پس وہ ایمان نہ لائیں، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی ہزار کوشش کے باوجود فرعون اور اس کے سرداروں کے کبر و غرور میں کمی نہیں آئی اور ان کا کفر و عناد بڑھتا ہی جا رہا ہے اور ان کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہیں رہی ہے تو انھوں نے ان کے خلاف بددعا کر دی اور کہا کہ اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس لیے تو اسباب زینت اور مال و دولت نہیں دی تھی کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے روکیں۔ اے اللہ! تو ان کی دولت کو تاراج کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، تاکہ اب وہ اسلام لانے کا سوچیں بھی نہ، یہاں تک کہ تیرا سخت عذاب انھیں آ دبوچے۔

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

’’فرمایا بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، پس دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے راستے پر ہرگز نہ چلو جو نہیں جانتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں نے تمھاری دعا قبول کر لی، تم دونوں حق پر قائم رہو اور جلدی نہ کرو، جب اللہ کا مقرر کردہ وقت آ جائے گا تو عذاب آ ہی جائے گا۔ جلد بازی سے کام لینا اور اللہ کے وعدے کا یقین نہ کرنا نادانوں کا

طریقہ ہے۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا١ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ١ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۰۰۹۰ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۰۰۹۱ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً١ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ۰۰۹۲ ع ۹ ۱۴

’’اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے پا لیا تو اس نے کہا میں ایمان لے آیا کہ بے شک حق یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔ کیا اب؟ حالانکہ بے شک تو نے اس سے پہلے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں سے تھا۔ پس آج ہم تجھے تیرے (خالی) بدن کے ساتھ بچا لیں گے، تاکہ تو ان کے لیے نشانی بنے جو تیرے بعد ہوں اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے یقیناً غافل ہیں۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے ساتھ جب دریا کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کرتا ہوا ان کے قریب آ گیا ہے اور قریب ہے کہ انھیں آ لے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی لاٹھی پانی پر ماریں۔ انھوں نے جونہی ایسا کیا، دریا کا پانی دو حصوں میں بٹ کر دو پہاڑوں کی مانند کھڑا ہو گیا، زمین خشک ہو گئی اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ دریا پار کر گئے۔ فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا پیچھا کیا اور جب بیچ دریا پہنچا تو اللہ نے دریا کا کھڑا پانی ان پر چھوڑ دیا اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ فرعون نے جب اپنی موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل کے لوگ ایمان لائے ہیں اور میں اب مسلمان ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کو رد کر دیا اور کہا کہ اب ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہے، جبکہ اس لمحہ سے پہلے تک تم نافرمانی کرتے رہے ہو اور زمین میں فساد پھیلاتے رہے ہو۔ آج میں تمھارے جسم کو ایک اونچی زمین پر ڈال دوں گا تاکہ تم آنے والی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنے رہو اور تاکہ لوگ جان لیں کہ تو ایک حقیر بندہ تھا، اللہ اور معبود نہیں تھا۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى١ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا١ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى۰۰۷۷ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴾ [طٰہٰ : ۷۷، ۷۸] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات

لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔ پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔" اور فرمایا: ﴿ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشعراء : ٦٣ تا ٦٨] "تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، بے حد رحم والا ہے۔"

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ٨٤، ٨٥] "پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔"

فرعونیوں کی ہلاکت کا یہ واقعہ عاشوراء کے دن پیش آیا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا میں اس اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تو جبریل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا، اے محمد! کاش آپ اس وقت مجھے دیکھتے کہ میں اس کے منہ میں کیسے کیچڑ ٹھونس رہا تھا، اس خیال سے کہ کہیں اس کی بات پوری ہونے پر اللہ کی رحمت اس کی دست گیری نہ کرے۔" [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة يونس : ٣١٠٧]

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴾ [الزخرف : ٥٥، ٥٦] "پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ پس ہم نے انھیں پیچھے آنے والوں کے لیے پیش رو اور مثال بنا دیا۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے، وہ کہتے تھے کہ اسی دن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ تو آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: "تم تو ان کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہو، سو تم بھی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھو۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وجاوزنا ببني إسرائيل البحر ﴾ : ٤٦٨٠۔ مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء : ١١٣٠]

وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا، باعزت ٹھکانا، اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا، پھر انھوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ گیا، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔''

یعنی ملک مصر میں بھی ان کو غلبہ دیا اور شام میں بھی اور یہ دونوں سرسبز و شاداب ملک ہیں جہاں ہر طرح کے پھل اور غلے بکثرت ہوتے ہیں۔ پھر ان مادی نعمتوں کے علاوہ انھیں تورات بھی عطا کی۔ جس میں ان کی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے مکمل ہدایات موجود تھیں۔ لیکن بعد میں یہی لوگ کئی فرقوں میں بٹ گئے تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ تورات ان کی صحیح رہنمائی کرنے کے لیے ناکافی تھی، بلکہ اس کی وجہ نئی نئی فلسفیانہ مباحث پیدا کرنا، پھر آپس میں اختلاف کرنا، پھر فرقے بنانا اور اپنی اپنی چودھراہٹ کی خاطر ان کی آبیاری کرنا تھی۔ علماء و مشائخ کے حب جاہ نے ان فرقوں میں اتنا تعصب پیدا کر دیا تھا کہ ان میں اتحاد کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی، حالانکہ اگر وہ اللہ کی کتاب کی طرف رجوع کرتے تو وہ پھر سے متحد ہو سکتے تھے۔

<u>وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ</u> : ''عمدہ جگہ'' سے مراد بلاد مصر و شام، بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح کے علاقے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب فرعون اور اس کے تمام لشکروں کو ہلاک کر دیا تو تمام بلاد مصر پر موسیٰ علیہ السلام کی حکومت قائم ہو گئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۷] ''اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہو گئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴾ [الدخان : ۲۵ تا ۲۸] ''کتنے ہی وہ چھوڑ گئے باغات اور چشمے۔ اور کھیتیاں اور عمدہ مقام۔ اور خوش حالی، جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث اور لوگوں کو بنا دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴾ [الشعراء : ۵۷ تا ۵۹] ''تو ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔ اور خزانوں سے اور عمدہ جگہ سے۔ ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔''

﴿فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ﴾ : ارشاد فرمایا : ﴿ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴾ [البينة : ٤] ''اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [آل عمران : ١٩] ''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا، آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ کی آیات کا انکار کرے تو بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾

''پھر اگر تو اس کے بارے میں کسی شک میں ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا ہے، سو تو ہرگز شک کرنے والوں سے نہ ہو۔ اور نہ کبھی ان لوگوں سے ہونا جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا، ورنہ تو خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

یہ خطاب یا تو عام انسان کو ہے یا پھر نبی ﷺ کے واسطے سے امت کو تعلیم دی جا رہی ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کو وحی کے بارے میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا تھا: ﴿ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ کا مطلب ہے کہ قرآن مجید سے پہلے کی آسمانی کتابیں، (تورات و انجیل وغیرہ) یعنی جن کے پاس یہ کتابیں موجود ہیں ان سے اس قرآن کی بابت معلوم کریں، کیونکہ ان میں اس کی نشانیاں اور آخری پیغمبر کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی ہے کہ یہ قرآن برحق کتاب ہے، جسے اللہ نے نازل کیا ہے، اس لیے میرے نبی! آپ کو، آپ کی امت کو اور تمام سامعین کو اس کی حقانیت میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ ان لوگوں کے بارے میں ہونا چاہیے جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں، اس لیے کہ ان کا انجام دنیا اور آخرت میں خسارہ کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے (یعنی وسوسہ ڈالتا ہے) کہ یہ کس نے پیدا کیا ہے؟ وہ کس نے پیدا کیا ہے؟ آخر میں کہتا ہے کہ بتاؤ تمھارے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو وہ شخص ''أَعُوْذُ بِاللّٰهِ'' پڑھے اور شیطانی خیال چھوڑ دے۔'' [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ٣٢٧٦]

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

”بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“

اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی کے مطابق ہر انسان کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ اپنے اختیار و ارادہ سے کافر ہوگا یا مومن، خیر کی راہ اختیار کرے گا یا شر کی اور اس علم کی بنیاد پر اس نے ہر شخص کی تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ وہ ایمان لائے گا یا کفر کی راہ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس علم ازلی کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کفر و معصیتِ الٰہی میں اتنے غرق ہو چکے ہوتے ہیں کہ کوئی وعظ ان پر اثر نہیں کرتا اور کوئی دلیل ان کے لیے کارگر نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ نافرمانیاں کر کر کے قبولِ حق کی فطری استعداد و صلاحیت کو ختم کر چکے ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں اگر کھلتی ہیں تو اس وقت، جب عذابِ الٰہی ان کے سروں پر آ جاتا ہے، تب ان کا ایمان لانا اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱٦] ”اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں حکم نہیں مانتے تو اس پر بات ثابت ہو جاتی ہے، پھر ہم اسے برباد کر دیتے ہیں، بری طرح برباد کرنا۔“ اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۷] ”بے شک ان کے اکثر پر بات ثابت ہو چکی، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴾ [الزمر : ۱۹] ”تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی، پھر کیا تو اسے بچا لے گا جو آگ میں ہے۔“

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

”سو کوئی ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو، یونس کی قوم کے سوا، جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور انھیں ایک وقت تک سامان دیا۔“

مشرکین مکہ کو عذاب آنے سے پہلے ایمان لانے کی ترغیب دلائی جا رہی ہے، وہ اس طرح کہ ان کے سامنے ان بستیوں کی مثال پیش کی جا رہی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے ہلاک کر دیا کہ ان کے رہنے والوں نے عذاب آنے سے پہلے ایمان کا اعلان نہیں کیا، جیسا کہ فرعونیوں کے ساتھ ہوا کہ جب انھوں نے اپنے آپ کو ڈوبتے دیکھا تو کہا کہ

ہم ایمان لے آئے۔ اگر انھوں نے عذاب آنے سے پہلے ایمان کا اعلان کیا ہوتا تو ان کا ایمان ان کے کام آتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم سے یونس علیہ السلام کی قوم کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے عذاب آنے سے پہلے اس کے آثار دیکھتے ہی فوراً توبہ کر لی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور عذاب کو ٹال دیا تھا۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۚ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ [الصافات : ۱۴۷، ۱۴۸]

''اور اسے ایک لاکھ کی طرف بھیجا، بلکہ وہ زیادہ ہوں گے۔ پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک وقت تک فائدہ دیا۔'' لیکن جب عذاب سامنے نظر آ جائے تو تب ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [المؤمن : ۸۴، ۸۵] ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی بندے کے لیے زیبا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی (علیہ السلام) سے بہتر ہوں۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالٰى : ﴿ و إن يونس لمن المرسلين ...... الخ ﴾ : ۳۴۱۲۔ مسلم، كتاب الفضائل ، باب في ذكر يونس عليه السلام : ۲۳۷۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کہا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ بولا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و إن يونس لمن المرسلين ﴾ : ۴۸۰۵]

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۹۹

''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔ تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا، یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں؟''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو انتہائی خواہش تھی کہ سب کے سب لوگ ہی ایمان لے آئیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا کر بھی سکتا تھا، مگر یہ بات اللہ کی مشیت کے خلاف ہے۔ اللہ کی مشیت یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں علی وجہ البصیرت اور اپنے اختیار و ارادہ کو پوری آزادی کے ساتھ استعمال کر کے لائیں، لہٰذا آپ کی ذمہ داری نہیں کہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور کریں اور نہ آپ کو ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے کچھ رنج کرنے یا پریشان ہونے کی ضرورت ہے۔

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ [الشوریٰ : ۱۳] ''اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ۠ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [ھود : ۱۱۸، ۱۱۹] ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا اور تیرے رب کی بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴾ [الرعد : ۲۷] ''کہہ دے بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف اسے راستہ دیتا ہے جو رجوع کرے۔''

﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ : یعنی کیا پھر آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مومن ہو جائیں؟ یہ نہ آپ کا حق ہے اور نہ آپ پر فرض، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے: ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ﴾ [فاطر : ۸] ''پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [القصص : ۵۶] ''بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب تشریف لے گئے۔ آپ نے ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو بھی وہاں بیٹھا ہوا دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا: ''اے میرے چچا! تم ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ دو، میں (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سامنے تمھارے لیے اس کلمہ کے ذریعے حجت پیش کروں گا۔'' ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کا دین چھوڑ دو گے؟ پھر برابر یہی حال رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر کار ابو طالب نے جو آخری بات کہی وہ یہی تھی کہ میں عبد المطلب کے دین پر مرتا ہوں اور ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے سے انکار کر دیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمھارے لیے اس وقت تک دعا کرتا رہوں گا، جب تک کہ اس سے منع نہ کیا جاؤں۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۱۱۳] ''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں۔'' اور اللہ تعالیٰ نے (خاص) ابو طالب کے بارے میں یہ آیت بھی اتری اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سے فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [القصص : ٥٦] ''بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إنك لا تهدى من أحببت ولكن الله يهدى من يشاء ﴾ : ٤٧٧٢]

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

''اور کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے اور وہ گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو نہیں سمجھتے۔''

یعنی اللہ کی توفیق اور منظوری کے بغیر کسی کو ایمان کی نعمت نصیب نہیں ہوتی اور یہ توفیق صرف اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو حق کی تلاش میں اپنی عقل سے کام لے اور اسے حق کی تلاش کی فکر دامن گیر ہو۔ وہ ہر طرح کے تعصّبات اور خارجی نظریات سے ذہن کو پاک کر کے اللہ کی آیات میں خالی الذہن ہو کر غور و فکر کرے اور جو شخص اس انداز سے حق کا متلاشی ہو تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے حق کی راہ دکھا دیتا ہے اور ایمان لانے کی توفیق بھی بخشتا ہے، اسی کا نام اللہ کا اذن ہے۔ لیکن جو شخص آبائی تقلید، مذہبی تعصّبات اور خارجی نظریات سے بالاتر ہو کر کچھ سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرے، اسے اللہ ایمان کی نعمت نصیب نہیں کرتا۔ اس کی قسمت میں جہالت، گمراہی، غلط کاری، غلط بیانی اور کفر و شرک کی نجاستوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ٤٦] ''پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

''کہہ! تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ مشرکین مکہ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیجیے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں اور انھیں یقین ہو جائے کہ اس کے علاوہ کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جن کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، انھیں نشانیوں

اور انبیاء کی نصیحتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

﴿فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

”تو یہ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے سے ایام کے جو ان سے پہلے گزر چکے۔ کہہ دے پس انتظار کرو، یقیناً میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔ پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے، اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات بخشیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا مشرکین چاہتے ہیں کہ ان پر گزشتہ قوموں کی طرح اللہ کا عذاب آ جائے؟ تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ پھر تم لوگ انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ اس عذاب کا انتظار کرتا ہوں، جس کے ذریعے اللہ صرف ظالموں اور مشرکوں کو ہلاک کرتا ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ جب اللہ کے باغیوں پر ہمارا عذاب آتا ہے تو ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کو اس سے بچا لیتے ہیں، اس لیے کہ ہم نے اپنے اوپر اس بات کو واجب کر دیا ہے کہ اہل ایمان کو عذاب سے بچا لیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَ هُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝﴾ [حٰمٓ السجدة : ١٥، ١٦] ”پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟ اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا، قوت میں ان سے کہیں زیادہ سخت ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ تو ہم نے ان پر ایک سخت تند ہوا چند منحوس دنوں میں بھیجی، تاکہ ہم انھیں دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھائیں اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: ”کون ہے جو ابوجہل کی خبر لائے کہ اس کا کیا انجام ہوا؟“ تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور اسے اس حال میں پایا کہ عفراء کے بیٹوں نے اسے اتنا مارا تھا کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا تھا، تو انھوں نے اس کی داڑھی پکڑی اور کہا، تو ابوجہل ہے؟ اس نے جواب دیا، کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ہے جسے تم نے قتل کر ڈالا ہے۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ٣٩٦٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں اس کے بارے میں لکھا، اس نے اپنی ذات سے متعلق بھی لکھا اور یہ کتاب اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ یقیناً

میری رحمت میرے غضب پر غالب آ چکی ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ویحذرکم الله نفسه ﴾ : ۷۴۰۴۔ مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالٰی : ۲۷۵۱]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ۝۱۰۴ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۵

''کہہ دے اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور لیکن میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمھیں قبض کرتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان والوں سے ہو جاؤں۔ اور یہ کہ تو اپنا چہرہ یکسو ہو کر اسی دین کی طرف سیدھا رکھ اور مشرکوں سے ہرگز نہ ہو۔''

نبی کریم ﷺ کی زبانی تمام کفارِ عرب سے کہا جا رہا ہے کہ دین اسلام کی صداقت میں تمھارے شبہ کی وجہ سے میں اللہ کو چھوڑ کر تمھارے معبودوں کی عبادت نہیں کروں گا، میں تو اس اللہ کی عبادت کروں گا جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے۔ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں مومن بن کر رہوں، اپنی پیشانی موحد بن کر صرف اسی کے سامنے جھکاؤں اور کسی حال میں بھی اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں۔

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الزمر : ۴۲] ''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔''

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۶

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل : ۶۲] ''یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔'' اور فرمایا:

﴿ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ۷۶] ''کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ''کہہ دے! پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سوار) تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھلاتا ہوں، (وہ یہ کہ) تو اللہ (کے احکامات) کا دھیان رکھ وہ تیرا دھیان رکھے گا، اللہ کا دھیان رکھ تو تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ اور جان لے کہ اگر سارے لوگ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی فائدہ پہنچائیں تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر وہ جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نقصان پہنچائیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر جو اللہ نے تم پر لکھ دیا ہے، قلم خشک ہو گئے اور صحیفے لپیٹ دیے گئے۔'' [ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث حنظلة : ۲۵۱٦]

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۱۰۷

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشوری : ۳۰] ''اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأنعام : ۱۷] ''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس آدمیوں پر مشتمل ایک جماعت آئی،

جن میں سے نو آدمیوں سے آپ نے بیعت لے لی اور ایک آدمی سے بیعت لینے سے رک گئے۔ لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک آدمی کو چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اس لیے کہ اس کے جسم پر تعویذ ہے۔'' اس پر اس شخص نے اپنا ہاتھ اندر داخل کر کے تعویذ کو کاٹ پھینکا تو آپ نے اس سے بھی بیعت لے لی اور فرمایا: ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' [مسند أحمد : ٤/ ١٥٦، ح : ١٧٤٣٢۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٢١٩، ح : ٧٥١٣]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾

''کہہ دے اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے، تو جو سیدھے راستے پر آیا تو وہ اپنی جان ہی کے لیے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور میں تم پر ہرگز کوئی نگران نہیں ہوں۔''

نبی کریم ﷺ کی زبانی تمام بنی نوع انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ لوگو! تمھارے رب کی جانب سے برحق قرآن نازل ہو چکا ہے، جو سچے دین، یعنی دینِ اسلام کی مکمل ترجمانی کر رہا ہے۔ اب اگر کوئی اس ہدایت کو قبول نہیں کرتا تو اس کی سزا اسی کو بھگتنا پڑے گی۔ میں تمھاری ہدایت کا ذمہ دار نہیں ہوں، میرا کام تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ...... يَضِلُّ عَلَيْهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴾ [النمل : ٤٠] ''اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً میرا رب بہت بے پروا، بہت کرم والا ہے۔''
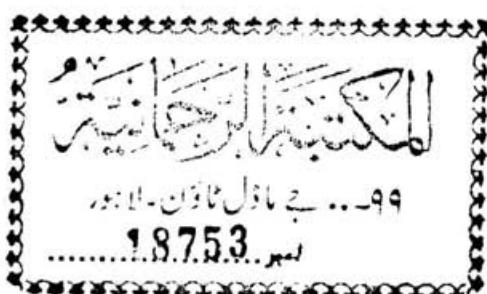
وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ : یعنی مجھے تم پر اس طرح مسلط نہیں کیا گیا کہ تم ضرور ایمان لاؤ، بلکہ میرا کام تو تمھیں اللہ کے عذاب سے ڈرانا ہے اور تمھیں ہدایت دینا، یا نہ دینا یہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ اختیار میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴾ [الأنعام : ١٠٤] ''بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے کئی نشانیاں آ چکیں، پھر جس نے دیکھ لیا تو اس کی جان کے لیے ہے اور جو اندھا رہا تو اسی پر ہے اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ [الأنعام : ١٠٧] ''اور ہم نے تجھے ان پر محافظ نہیں بنایا اور نہ تو ان پر کوئی نگہبان ہے۔''

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

''اور اس کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کر، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تاکید کی کہ آپ پر جو وحی نازل ہوتی ہے اسی کی اتباع کیجیے، یعنی کسی دوسرے قول کی اتباع نہ کیجیے۔ دعوت کی راہ کٹھن ہوتی ہے، اس لیے اس راہ میں کفار و مشرکین کی جانب سے آپ کو جو بھی تکلیف پہنچے اس پر صبر کیجیے، یہاں تک کہ مشرکین کے بارے میں اللہ کا کوئی فیصلہ آ جائے۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد کا حکم دیا اور میدانِ بدر اور دوسرے معرکوں میں ان مشرکین میں سے کچھ تو قتل ہوئے اور کچھ پابند سلاسل کر لیے گئے، یہاں تک کہ پورا جزیرۂ عرب حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ : اللہ تعالیٰ نے آپ پر جس دین کو نازل کیا اور وحی فرمایا ہے، اسے مضبوطی سے تھام لیں اور مخالفت کرنے والوں کی مخالفت پر صبر کریں، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ﴾ [الأحقاف : ۳۵] ”پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴾ [الدھر : ۲۴] ”پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر اور ان میں سے کسی گناہ گار یا بہت ناشکرے کا کہنا مت مان۔“